سراغِ حقیقت



خیالی روشنی، روشن خیالی آج کل کی ہے
یہ ظلمت ہے جو سب کو روشنی معلوم ہوتی ہے

ازقلم
مولانا محمد مسعود ازہر

ناشر:
مکتبہ حسن

سراغِ حقیقت
ازقلم
حضرت مولانا محمد مسعود ازہر
ناشر
مکتبہ حسن

ضرب مومن میں چھپنے والے شہرآفاق کالموں کا مجموعہ

سراغِ حقیقت

از قلم

مولانا محمد مسعود ازہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

◆ اس کتاب کا نام ''سراغ حقیقت'' ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔

◆ اس کتاب میں جن ''حقائق'' کا سراغ ملتا ہے وہ بہت سارے ہیں مثلاً قرآن پاک میں آیات جہاد کتنی...... اور کون کون سی ہیں؟...... طالبان تحریک کامیاب یا ناکام؟...... گیارہ ستمبر 2001ء کی چیخیں کن چیخوں کی بازگشت تھیں؟...... افغانستان کا مستقبل کیا نظر آرہا ہے؟...... پاکستان نے طالبان کے خلاف امریکا کی مدد کر کے کیا کھویا کیا پایا؟...... قادیانی فتنہ جہاد کا منکر کیوں ہے؟...... ختم نبوت اور جہاد کا التزام کس طرح سے ہے؟...... قادیانیت کا خلاصہ انکار جہاد...... کیونکر؟...... دہشت گردی کے خلاف جنگ کرنے والوں کے اصل مقاصد کیا ہیں؟...... کیا مسلمان موجودہ حالات میں مایوس ہو کر...... ہتھیار ڈال دیں؟...... امارت اسلامیہ افغانستان کا سقوط کیوں اور کیسے؟...... ملحدین کی چالبازیاں...... اور جہاد کے مخالفین کی اصل حقیقت کا بیان......

☆☆☆☆☆

◆ کتاب مختلف مضامین کا مجموعہ ہے یہ مضامین ہفت روزہ ضرب مومن اور ہفت روزہ شمشیر میں شائع ہو چکے ہیں...... احباب کا خیال تھا کہ ان مضامین کی اشاعت ضروری ہے اور انہیں ''معرکہ'' جلد دوم کے نام سے شائع کر دیا جائے...... ضروری تصحیح اور غور وفکر کے بعد ان کی اشاعت کا ارادہ تو کر لیا گیا...... البتہ...... نام ''سراغ حقیقت'' رکھا گیا۔ قارئین کرام جوں جوں کتاب پڑھتے چلے جائیں گے انہیں اس نام کے ساتھ انشاءاللہ اتفاق ہوتا چلا جائے گا۔

☆☆☆☆☆

مرزا قادیانی ملعون نے لکھا ہے۔

میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے، ویسے ویسے جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار ہے۔ (مجموعہ اشتہارات ص۱۹، ج۳)

مسلمانوں کو مرزا ملعون کا ''مرید'' بننے سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم نے تھوڑی سی...... بلکہ...... حقیر سی محنت شروع کی...... تاکہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو جائے...... اس محنت کا خلاصہ کچھ یوں ہے۔

(۱) جلسوں اور اجتماعات میں مسلمانوں کو جہاد کا اصل مفہوم بتایا گیا اور ان کی توجہ قرآن پاک کی سینکڑوں آیات جہاد اور آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے ستائیس غزوات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کی طرف دلائی گئی......

(۲) مسلمانوں کو یہ بتایا گیا کہ قلم کے جہاد کو بڑا جہاد اور تلوار کے جہاد کو چھوٹا جہاد کہنا مرزا قادیانی کی اختراع ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ نعوذ باللہ، نعوذ باللہ، نعوذ باللہ مرزا قادیانی کو آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل قرار دینے کی ناپاک کوشش کی جائے۔

(۳) ملک بھر میں ''دورہ تفسیر آیات جہاد'' کے اجتماعات میں ہزاروں مسلمانوں کو قرآن پاک کی آیات جہاد پڑھائی گئیں اور جہاد کے بارے میں اہم مباحث یاد کرائی گئیں۔

(۴) ہفت روزہ شمشیر کا ایک خصوصی نمبر ختم نبوت کے موضوع پر قادیانیوں کے خلاف نکالا گیا اور اسے آزاد جموں وکشمیر میں تقسیم کیا گیا۔

(۵) قادیانیوں کے مکروفریب کا پردہ چاک کرنے کے لئے کئی مضامین لکھ کر

انہیں لاکھوں کی تعداد میں چھاپا اور تقسیم کیا گیا۔

(۲) تقاریر میں قادیانیوں کے خلاف وہ سخت لب ولہجہ اختیار کیا گیا جو ان کی شایان شان تھا۔ بس اتنے سے اقدامات کی بدولت قادیانیوں میں بھونچال آ گیا...... اور الحمدللہ ان پر ایک طرح کا خوف طاری ہو گیا...... انہی ایام میں قادیانیوں نے مجھے ایک خط لکھا اور عبرتناک انجام کی دھمکی دی...... میں نے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور مجھے آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی امید بندھ گئی...... مجھے معلوم تھا کہ قادیانی جب بھی کسی کے لئے برے انجام کی پیشین گوئی کرتے ہیں تو وہ اپنا اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر نہیں...... اپنے کافر اور منافق آقاؤں کے بھروسے پر کرتے ہیں...... میں سمجھ گیا کہ میرے خلاف آگ کا کوئی نیا الاؤ تیار ہے جس میں اس بار ختم نبوت کے پاکیزہ عقیدے اور مسئلہ جہاد کی خدمت کے حوالے سے ڈالا جائے گا...... قادیانی بہت خوفزدہ تھے وہ سمجھتے تھے کہ مجاہدین کا ان کے خلاف کھڑا ہونا کہیں ان کی موت نہ بن جائے...... حالانکہ ہماری محنت اس سلسلے میں تحریر و تقریر تک محدود تھی...... قادیانیوں کی پہنچ اوپر تک ہے۔ ہمیں اس کا کوئی ڈر نہیں...... انہوں نے خوب رپورٹیں لکھوائیں...... نفرت پھیل رہی ہے...... فسادات ہو سکتے ہیں...... ملک بدنام ہو رہا ہے...... ہائے میرے مالک...... آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت اور عزت پر ڈاکے ڈالنے کی کوشش کرنے والے...... امن پسند، مہذب، روشن خیال...... اور مرزا قادیانی ناپاک ونجس کو آئینہ دکھانے والے...... شدت پسند، انتہا پسند، اور خطرناک...... اسلام آباد میں اجلاس طلب کر لیا گیا...... گویا ملک کا اہم ترین مسئلہ یہی ہے...... پانچ تنظیموں پر پابندی لگی مگر کسی کے رہنما کو گرفتار نہ کیا گیا...... گرفتاری کا حکم میرے لئے آیا...... آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت اور آپ کے جہاد کا بیان کرنے کے جرم میں...... امریکا سے ایک قادیانی...... منصور اعجاز...... سابق سیالکوٹی

اور اب پکا امریکی...... اس کی پہنچ اوپر کے ایوانوں تک ہے...... چند دن پہلے صدر بش کی سیکورٹی صلاح کار...... کونڈا لیزا رائس نے واضح اعلان کیا...... ہم قادیانیوں کو بڑھاوا دیں گے ان کی ترقی اور حفاظت کے لئے اپنے خزانے کے منہ کھول دیں گے...... امریکی خزانے کا منہ کھل چکا ہے۔ قادیانیت کو نوازنے کا کام شروع ہے۔ ان کی ہر جگہ تک رسائی ہے۔ کون ملک دوست ہے اور کون ملک کا دشمن اس کا سرٹیفکیٹ بھی انہیں کی طرف سے جاری ہوتا ہے۔

کیا خیال ہے؟ ان حالات میں اگر میں دربدر ہوں تو تعجب کی کیا بات ہے؟

پھر میں تو دُہرا مجرم ہوں کیونکہ طالبان کا کھلم کھلا اور علی الاعلان حامی ہوں...... ایسے لوگ بھلا کہاں برداشت کئے جاتے ہیں؟...... جہاں مال کے زور پر خفیہ اداروں کی رپورٹیں بنتی ہوں وہاں مجھ جیسے غریب آدمی کا حامی کون ہو سکتا ہے؟...... مجھ جیسے لوگ پکڑے جاتے ہیں، ستائے جاتے ہیں اور مار دیئے جاتے ہیں...... چلیں کچھ بھی ہو...... اگر اللہ تعالیٰ راضی...... اور آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم خوش تو پھر کس بات کی پرواہ...... مگر یاد رکھیں...... آگے ایک دن آنے والا ہے...... اگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے مرزا قادیانی ملعون کے راستے پر کوئی چلے گا...... تو...... حوض کوثر پر آقا کو کیا منہ دکھائے گا...... اگر آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ پھیر لیا تو پھر...... کیا بنے گا؟...... آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تک دین پہنچانے کے لئے زخم کھائے...... پتھر کھائے...... اور ہم اُن کے دشمنوں کو سینے سے لگاتے رہیں...... نہیں، نہیں، نہیں...... اللہ کی قسم ہرگز نہیں...... مار دو، کاٹ دو، جلا دو...... جو کچھ کر سکتے ہو کر گزرو...... اسلام زندہ باد...... ختم نبوت زندہ باد...... جہاد بمعنی قتال...... زندہ باد...... زندہ باد...... زندہ باد۔

❁ اس کتاب کے چند مضامین اسی موضوع پر ہیں ان کو ضرور پڑھیں...... خوب سمجھیں اور اپنے عقیدے کا حصہ بنائیں...... کچھ باتیں نام نہاد روشن خیالوں

سے بھی ہیں جو اپنی چمڑی اور دمڑی بچانے کے لئے دین کو بدل رہے ہیں۔ وہ بظاہر دینی دلائل پیش کر کے جہاد کا انکار کرتے ہیں مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے، وہ صرف اور صرف اپنی حفاظت...... اور اپنے مفادات چاہتے ہیں...... ایسے لوگوں سے بچیں اور اسلام کی بنیاد پر انہیں ڈاکہ نہ ڈالنے دیں۔

❖ قادیانیوں کے بارے میں اوپر کی سطریں پڑھ کر خدانخواستہ...... کوئی ان کے رعب میں مبتلا نہ ہو جائے...... اور اس بات پر دل نہ تھام بیٹھے کہ وائٹ ہاؤس سے لیکر کئی ملکوں کے قصر صدارت تک ان کی چلتی ہے...... قادیانیت کا پودا انگریزوں نے کاشت کیا...... خود مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ میں انگریز کا خود کاشتہ پودا ہوں۔ ماضی میں برطانیہ کا سامراج ان کی سرپرستی کرتا تھا اب امریکا بھی شامل ہو گیا ہے۔ ان تمام باتوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا...... باطل کی جڑیں نہیں ہوتیں۔ باطل نے ختم ہونا ہوتا ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نور کو روشن کیا ہے وہ مرزا ملعون کے اندھیرے میں دب جائے گا ہرگز نہیں، ہرگز نہیں...... اگر قادیانیت کے ساتھ امریکا ہے تو اسلام کے ساتھ "اللہ جل شانہ" ہیں...... پھر ڈرنے گھبرانے اور پریشان ہونے کی کیا بات ہے؟ قادیانی لاکھ کوشش کرلیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں جیسا ایک فدائی امتی پیدا نہیں کر سکتے...... بدنصیبی کے گڑھے جتنے گہرے ہوں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان سے بچا لیتا ہے...... ہاں اس وقت بھی گڑھے بہت گہرے ہیں...... ان میں گرنے سے وہی بچے گا جو مضبوطی دکھائے گا...... اپنے ایمان والے نظریے پر ڈٹ جائے گا۔ اور اسلام کی خاطر...... ختم نبوت کی خاطر...... اور جہاد کی خاطر ہر قربانی کے لئے تیار رہے گا...... یہ گھبرانے کا نہیں مضبوطی دکھانے کا وقت ہے...... یا اللہ مجھے بھی اس کی توفیق عطا فرما اور ساری امت مسلمہ کو اس کی توفیق عطا فرما......

☆☆☆☆☆

کتاب آپ کی خدمت میں حاضر ہے اسے خود بھی پڑھیے اور دوسروں تک بھی

پہنچائیے تاکہ...... اسلام کے دیوانے عاشق اور جہاد کے متوالے پروانے...... اور زیادہ ہوں...... اور زیادہ ہوں...... یہ ختم نبوت کی برکت ہے اور یہ جہاد کی کرامت ہے کہ ان حالات میں ایسی کتاب آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے...... یا اللہ قبول فرما...... یا اللہ قبول فرما...... یا اللہ جس طرح سے ان مشکل حالات میں آپ نے یہ کتاب تیار کروائی ہے اس طرح دنیا و آخرت کی ہر مشکل میں دستگیری فرمائیے اور اس کتاب کو مسلمانوں کے بہت بڑے طبقے کی ہدایت اور رہنمائی کا ذریعہ بنا دیجئے......

یا اللہ جس طرح ان مشکل حالات میں آپ نے دین کا یہ کام آسان فرمایا ہے یا اللہ اسی طرح میرے گناہوں کو بھی بخش دیجئے اور میری خطاؤں سے درگزر فرمائیے اور مجھے صراط مستقیم پر چلائیے اور مجھے اپنی نافرمانی سے بچائیے...... یا اللہ اس کتاب کو اپنے دربار عالی میں قبول فرما لیجئے...... اور اسے میرے لئے صدقہ جاریہ بنا دیجئے...... یا اللہ میرے اُن تمام رفقاء کی قربانیوں کو قبول فرما لیجئے جو تیرے راستے میں کٹ گئے...... یا اللہ امت مسلمہ کا رخ...... اپنی طرف...... اپنے دین کی طرف...... جہاد و جنت کی طرف اور ہدایت و فلاح کی طرف پھیر دیجئے......

آمین یارب العالمین

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم. وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین۔

محمد مسعود ازہر

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ

بمطابق

۹ر جولائی ۲۰۰۴ء

یوم الجمعہ...... بعد صلوٰۃ الجمعہ

فہرست مضامین

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن مجید اور دینی اوراق کی بے ادبی
ایک مہلک جرم

صحیح مسلم حدیث شریف کی مشہور ومعروف اور مستند کتاب ہے۔کتاب کے مصنف حضرت امام ابوالحسین مسلم بن حجاج (المتوفی ۲۶۱ء) نے اس کتاب میں اجماعی نوعیت کی روایات کو جمع فرمانے کی مبارک کوشش کی ہے۔یہ معطر کتاب اس وقت بندہ کے سامنے ہے۔کتاب کی جلد نمبر ۲ کے صفحہ نمبر ۱۳۱ پر درج ایک حدیث شریف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آج کا معطر کرا اسی حدیث شریف کیلئے وقف ہے۔

عن ابن عمر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : انہ کان ینھی ان یسافر بالقرآن الی ارض العدو مخافۃ ان ینالہ العدو ، (صحیح مسلم ص ۱۳۱ ج ۲)

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے

علاقے میں قرآن مجید لے کر سفر کرنے سے منع فرماتے تھے اس خطرے کی وجہ سے کہ کہیں قرآن مجید دشمنوں کے ہاتھ نہ لگ جائے''۔

اسی صفحے پر مذکور ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا تسافروا بالقرآن فانی لا آمن ان ینالہ العدو ، (صحیح مسلم ص ۱۳۱ ج ۲)

مفہوم: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن مجید لے کر (دشمنوں کے علاقے کی طرف) سفر نہ کرو مجھے خطرہ ہے کہ وہ دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائے''۔

حدیث شریف کے مشہور امام علامہ نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

فیہ النھی عن المسافرۃ بالمصحف الی ارض الکفار ، للعلۃ المذکورۃ فی الحدیث ، وھی خوف ان ینالوہ فینتھکر حرمتہ ، (حاشیۃ مسلم)

ترجمہ: ''اس حدیث شریف میں کافروں کے علاقے میں قرآن مجید لے کر جانے کی مخالفت اس وجہ سے ہے کہ کہیں قرآن مجید دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائے اور وہ اس کی بے حرمتی نہ کر ڈالے۔

بے ادبی سے پھینک دیتے ہیں ۔اسی طرح کئی گھروں میں دینی اوراق جوتوں میں پڑے رہتے ہیں یا جھاڑو کے ذریعے انہیں کوڑا کرکٹ میں ڈال دیا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں پھیلنے والی اس مجرمانہ کوتاہی کے بے شمار نقصانات ہیں جن میں سے چند ایک کا تذکرہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۔قرآنی آیات اوراللہ تعالی اوراس کے رسولوں کے نام وکلمات کی توہین ایک سخت نقصان دہ گناہ ہے۔ماضی کی کئی قومیں اس طرح کی گستاخیوں کی لپیٹ میں آکر تباہ ہو چکی ہیں کیونکہ توہین آہستہ آہستہ انسانوں کو کفر کی طرف لے جاتی ہے۔

۲۔قرآن مجید اوردینی اوراق کی بے حرمتی سے انسان کا دل بے ادب بن جاتا ہے اورآہستہ آہستہ اس دل میں قساوت اورسختی پیدا ہو جاتی ہے پھر گناہوں پر رونا نہیں آتا اوردل کی نرمی ختم ہو جاتی ہے۔

۳۔ عملیات کا فن جاننے والے لوگ جانتے ہیں کہ ناپاک جادو کرنے کا ایک طریقہ مقدس آیات وکلمات کی توہین ہے چنانچہ جادوگر اکثر نجس رہتے ہیں اورشیطان کو خوش کرنے کے لئے قرآنی آیات واوراق کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ آج ہر گھر میں جادو کی شکایت ہے۔باہر سے کوئی یہ حرکت کرے یا نہ کرے لیکن جب اپنے گھر میں دینی اوراق بچوں کے پیشاب کے ساتھ پڑے ہوں گے اور دینی کتابوں پر تصویروں والے ڈائجسٹ رکھے ہوں گے تو اس گستاخی اور بے ادبی کی نحوست کیا جادو سے کم تماشہ دکھائے گی؟

۴۔علم کی توہین کرنے کی وجہ سے ہر گھر سے علم نکلتا جا رہا ہے اوراس کی جگہ جہالت قابض ہو رہی ہے علم ہمیشہ با ادب لوگوں کو نصیب ہوتا ہے اور بے ادب اس سے محروم رہتے ہیں ۔مراتب کا فرق کئے بغیر کتابوں کو ایک دوسرے پر رکھنے اوردینی اوراق کی بے حرمتی کرنے سے اوربھی بے شمار نقصانات ہوتے ہیں جن کا

آئے دن ہم مشاہدہ کرتے رہتے ہیں ،اس لئے اس بات کی فوری ضرورت ہے کہ جس طرح اپنے کپڑوں، قیمتی جوتوں اورزیورات کی حفاظت کی جاتی ہے اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر دینی اوراق کی حفاظت کی جائے اوراس بات کو یقینی بنایا جائے کہ کسی گھر کی چار دیواری کے اندر قرآن مجید کی کسی آیت، اللہ تعالی کے نام اور دینی اوراق کی کوئی بے حرمتی نہ ہو۔یہ کام مشکل نہیں البتہ تھوڑا سا توجہ طلب ضرور ہے۔اسی طرح گھر میں دینی کتابوں کو رکھتے ہوئے ان کے مراتب کا خوب خیال رکھا جائے۔ایسا نہ ہو کہ تفسیر وحدیث کی کتاب پر کوئی تاریخی ناول رکھا ہوا ہو یا فقہ کی کتاب پر کوئی باتصویر اخبار رکھ دیا جائے۔آج ہی سے اپنے گھر اوراور کمرے کا جائزہ لیجئے اورخود کو اس مہلک گناہ اورنقصان سے بچایئے جو دیمک کی طرح اندر ہی اندر ہمارے گھروں کے سکون اوردل کے ادب کو چاٹ رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طلبہ کی ذِمّہ داریاں

ایک بار پھر اللہ تعالیٰ نے کراچی آمد کی توفیق بخشی ۔ عام لوگوں کیلئے کراچی میں بہت کچھ پُرکشش ہے، کاروبار، کرنسی اور کلفٹن ۔ ایک زمانے تک لوگ کراچی کو اُمّ پاکستان (پاکستان کی ماں) کہتے رہے، کیونکہ اُن دنوں کراچی پورے ملک کو کھلاتا تھا اور خود یہاں امن ومحبت کے پھول کھلتے تھے ۔ لیکن پھر اس بامروّت شہر کو کسی کی نظر لگ گئی تب کراچی کھلانے کی بجائے کھانے لگا ۔

جی ہاں! یہاں پر انسانوں کو کھایا جانے لگا، کراچی کی گلیاں مقتل گاہیں بن گئیں اور کراچی کی محبت نفرت کے تندور میں جلنے لگی اور ادھ موئی ہو کر تڑپنے لگی ۔ جب کراچی سب کو کھلاتا تھا اور اس کا سینہ سب کے لئے کھلا تھا تب کراچی خود بھی خوشحال تھا، لیکن جب سے کراچی میں ظلم اور تنگ نظری نے ڈیرے ڈالے ہیں، اس وقت سے کراچی بے حال ہی نہیں بدحال ہو چکا ہے...... اور یہاں کے باشندے خوف، بےچینی اور پریشانی کی زندگی گزار رہے ہیں ۔ کراچی کی خوشحالی بدحالی میں اور اس کا امن خوف میں کیوں تبدیل ہوا؟ اس راز کی حقیقت کو صرف اور صرف قرآن پڑھنے اور سمجھنے والے جانتے ہیں، کیونکہ قرآن مجید نے وہ آسمانی قانون کھول کھول کر بیان فرما دیئے ہیں جن کی روشنی میں شہروں کے حالات کو بخوبی

سمجھا جا سکتا ہے ۔

گزشتہ بارہ سالوں میں کراچی نے کتنا خون دیکھا، کتنی لاشیں گنیں؟ یہ ایک المناک داستان ہے لیکن خوف اور دہشت کے اس ماحول کے درمیان کراچی میں دین کے کاموں کی شمعیں جلتی رہیں اور یہ روشن چراغ ایمانی روشنی کے ذریعے کراچی کی ظلمت کو دور کرنے کی کوشش میں لگے رہے ۔ کراچی کے کئی تاجر ملک چھوڑ گئے جب کہ بہت ساروں نے شہر چھوڑ دیا، لیکن یہاں کے علماء اور خدام دین نے کراچی اور یہاں کے عوام کے ساتھ وفاداری کا حق نبھایا، حالانکہ یہ وفاداری سستی نہیں تھی، انہیں اس کی بہت مہنگی قیمت چکانا پڑی، لیکن کراچی کے علماء دنیا نہیں، دین کے طالب تھے، اس لئے اپنے بے گناہ ساتھیوں کی لاشیں اُٹھا کر بھی انہوں نے اپنا کام جاری رکھا اور کمال یہ ہے کہ انہوں نے خود کو اور اپنے حامیوں کو کراچی کی شورش کا حصہ نہیں بننے دیا ۔ علماء کرام کی استقامت اللہ تعالیٰ کو پسند آئی اور اس نے یہاں کے علماء اور ان کے اداروں کی شان کو بڑھا دیا اور ان کے کام کو پورے عالم میں چمکا دیا ۔ چنانچہ آج کراچی کے علماء امت مسلمہ کے اُن رہنماؤں میں شمار ہوتے ہیں جن کی بات دنیا بھر کے مسلمانوں میں معتبر مانی جاتی ہے اور جن کے سامنے پورے عالم اسلام کے مسائل رکھے جاتے ہیں ۔ ان علماء کرام کے صبر اور مسلمانوں کے ساتھ نہ لڑنے کے عزم نے انہیں کراچی کے مسلمانوں کی نظر میں اور زیادہ مقبول بنا دیا ہے ۔ چنانچہ کراچی کی اسٹاک ایکسچینج میں ترقی ہو یا مندی، کراچی میں دینی کام مشکل حالات کے باوجود خوب پھل پھول رہے ہیں اور دینی حلقوں کا دامن وسیع تر ہوتا چلا جا رہا ہے ۔

علم کا میدان ہو یا تبلیغ کا، جہاد کا میدان ہو یا صحافت کا، تصوف کا میدان ہو یا خدمت خلق کا، آپ کو کراچی کے علماء کرام کی محنتیں یورپ سے لے کر

افریقہ تک، افغانستان سے لے کر کوسووتک اور ماوراء النہر سے لے کر برِ اعظم آسٹریلیا تک پھیلی ہوئی نظر آئیں گی۔ دین کی اس انتھک، انمول اور مخلصانہ خدمت نے کراچی کو تباہ و برباد ہونے سے بچایا ہوا ہے۔ ورنہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے جب بھی دوسرے مسلمانوں کا خون ناحق بہتا ہے تو شہر اُلٹ دیئے جاتے ہیں اور بستیاں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔ ان حالات میں کراچی اور اہلِ کراچی پر ضروری ہے کہ وہ اپنے محسنوں کو پہچانیں۔

جی ہاں! وہی محسن جن کی برکات سے ان کا ایمان محفوظ ہے، جن کی محنت کی بدولت ان کی غیرت محفوظ ہے، اور جن کے اخلاص، شب بیداری اور قربانی کی بدولت وہ مکمل تباہی سے محفوظ ہیں۔ کراچی کے ان محسنوں میں علماء کرام کے علاوہ دینی مدارس کے وہ طلبہ بھی شامل ہیں جو ملک بھر کے مختلف علاقوں سے دین کا علم حاصل کرنے کے لئے کراچی آئے ہوئے ہیں۔ یہ طلبہ بہت بابرکت اور بہت سعادت مند ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے سینوں کو اپنی مبارک وحی کی حفاظت کے لئے منتخب فرمایا ہے اور یہی لوگ مستقبل میں علومِ نبوی کے وارث ومحافظ بننے والے ہیں۔ یہ وہ خوش نصیب افراد ہیں جن کی برکت وعظمت کا اعتراف اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کرتی ہے اور آسمان کے مقدس فرشتے ان کے قدموں تلے اپنے پر بچھاتے ہیں۔ سیدھے سادے اور بھولے بھالے نظر آنے والے یہ مسافر درحقیقت عظمتوں، رفعتوں اور بلندیوں کے راہی ہیں اور ان کی گزرگاہ دوسروں کی منزل سے زیادہ بہترین ہے۔

اللہ کے یہ بندے قرآنی معجزے کے نور سے منور اور فقہ کی ذہانت و فراست سے مستفید ہوتے ہیں اور یہ زمانے کے ساتھ اپنا رنگ بدلنے کی بجائے زمانے کو بدلنے کی بھرپور طاقت وصلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ آزاد منش دیوانے

کافروں کی محبت اور ان کی ذہنی غلامی سے آزاد رہتے ہیں اور ان کی نظروں میں عفت، حیاء اور غیرت کے دیپ جلتے ہیں۔ یہ اللہ والے موت سے نہیں ڈرتے، کیونکہ وہ موت کے آئینے میں رُخِ یار دیکھتے ہیں اور فقیری کی شان انہیں حق کی خاطر لڑنے والی تلوار بنا دیتی ہے۔ یہ دنیا کے بے وقعت اور فانی ہونے کو جانتے ہیں اس لئے احساسِ کمتری کا شکار نہیں ہوتے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اعتراف انہیں تکبر اور عجب جیسے امراض سے بچاتا ہے۔ زمین پر چلنے والے یہ فرشتہ صفت انسان اللہ تعالیٰ کے کلام کو پڑھتے ہیں۔ اسے سمجھتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ کلام ان کا حال بن جاتا ہے تب وہ اس سے دیکھتے ہیں، اسی سے سنتے ہیں، اسی سے سوچتے ہیں اور اسی کو مشعلِ راہ بنا کر اپنا راستہ اور منزل متعین کرتے ہیں۔

دُنیا انہیں مجنون سمجھتی ہے حالانکہ یہ عقل وفراست کے اس مقام پر فائز ہوتے ہیں، جہاں مکڑی کے جالے نہیں تنے جا سکتے، یا یوں کہا جائے کہ وہاں صرف حقائق بستے ہیں، اس لئے یہ لوگ کمزور، بے بس اور بے اسباب نظر آنے کے باوجود دُنیا کی بڑی طاقتوں کو خاطر میں نہیں لاتے، بلکہ انہیں طاقتور ہی نہیں مانتے۔

اللہ کے یہ سپاہی برملا اُن قوتوں کو للکارتے ہیں جن کے سامنے حکمرانوں کے گلے خشک ہو جاتے ہیں۔ یہ خوش نصیب افراد اللہ تعالیٰ کے نام سے دن کا آغاز کرتے ہیں۔ قرآن وحدیث اور فقہ کے علوم میں اپنے دن اور راتیں گزارتے ہیں۔ ان کا وجود سراسر برکت اور ان کا عمل سراسر خیر ہوتا ہے۔ اہلِ کراچی کی خوش قسمتی ہے کہ یہاں دینی علوم کے طلبہ کی ایک بڑی تعداد ہر وقت اپنی تمام تر برکتوں کے ساتھ موجود رہتی ہے، بلکہ کراچی کا شمار ان شہروں میں ہوتا ہے جہاں دینی مدارس اور طلبہ کی تعداد دُنیا بھر میں سب سے زیادہ ہے۔

یہ وجہ خود حدیث شریف میں مذکور ہے۔"

آگے چل کر علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی جگہ پر یہ وجہ (یعنی بے حرمتی کا خوف) موجود نہ ہو تو پھر اسلامی لشکر کیلئے قرآن مجید لے جانا جائز ہے مثلاً اسلامی لشکر کو اس قدر غلبہ حاصل ہو کہ دشمنوں کی طرف سے بے حرمتی کا امکان ہی باقی نہ رہے۔

اس بحث کے آخر میں علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال القاضی وکرہ مالک وغیرہ معاملة الکفار بالدراھم والدنانیر التی فیھا اسم اللہ تعالی وذکرہ سبحانہ تعالی۔

(شرح مسلم ص ۱۳۲ ج ۲)

"قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک اور بعض دوسرے حضرات نے کافروں کے ساتھ ان سکوں کے ذریعے معاملہ کرنا مکروہ قرار دیا ہے جن پر اللہ تعالی کا نام یا اس کا ذکر لکھا ہوا ہو"۔

حدیث شریف اور اس کی مختصر تشریح سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ مسلمانوں کے لئے قرآن مجید اور اللہ تعالی کے نام کی بے حرمتی کا ذریعہ بننا بھی جائز نہیں ہے چہ جائیکہ وہ خود بے حرمتی کے مرتکب ہو جائیں۔ وہ اسلامی دستہ جو کافروں سے لڑنے کے لئے جا رہا ہے یقیناً اس کے دل میں قرآن مجید کا بے حد ادب واحترام ہوتا ہے لیکن اگر وہ اپنے ساتھ قرآن مجید لے کر چلا گیا اور لڑائی کے دوران یہ قرآن مجید کافروں کے ہاتھ لگ گیا اور نعوذ باللہ اس کی بے حرمتی کی گئی تو اس گناہ میں وہ

مسلمان بھی شریک ہوں گے جو اپنے ساتھ قرآن مجید لے کر گئے تھے۔ حالانکہ اس بے حرمتی کے ساتھ ان کا براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے۔ آج اگر ہم اس روایت مبارکہ پر غور کریں اور پھر اپنے عمل کو دیکھیں تو سر شرم سے جھک جاتا ہے اور دل خوف سے لبریز ہو جاتا ہے۔ آج گھر گھر میں جس طرح قرآن مجید اور دینی اوراق کی بے حرمتی کی جا رہی ہے وہ بیان سے باہر ہے اور یہ غفلت اور بے حرمتی ہمارے لئے بہت سارے نقصانات کا باعث بنی ہوئی ہے۔ اس موضوع پر گفتگو کو آگے بڑھانے سے پہلے یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ بعض لوگ اپنی کم علمی کی وجہ سے ان علماء اور اداروں کو اس جرم کا قصوروار قرار دیتے ہیں جو کتابوں یا رسالوں میں قرآنی آیات واحادیث شائع کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ درست نہیں ہے کیونکہ دین کی دعوت کو عام کرنے کے لئے اس بات کی اجازت ہے کہ قرآن مجید کی آیات اور دینی علوم کو خوب پھیلایا جائے اور تو اور کافروں کو دین کی دعوت دینے کے لئے خطوط میں قرآنی آیات لکھ کر بھیجنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ چنانچہ یہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ لوگوں کی غفلت کا بہانہ بنا کر دین کی دعوت واشاعت کا کام ہی روک دیا جائے البتہ یہ بات بہت ضروری ہے کہ مسلمانوں میں اس بات کا شعور بیدار کیا جائے کہ وہ قرآنی آیات اور دینی اوراق کا احترام بجا لائیں اور اس سلسلے میں دینی جرائد واخبارات کو مسلسل محنت کرنی چاہئے۔ اس مختصر وضاحت کے بعد عرض یہ ہے کہ آج کل پڑھے لکھے دیندار گھرانوں میں بھی قرآن مجید اور دینی اوراق کا وہ احترام نہیں کیا جاتا جو ان کا حق ہے بلکہ اب تو معاملہ غفلت سے بڑھ کر مجرمانہ کوتاہی تک پہنچ گیا ہے اور حالت یہاں تک جا پہنچی ہے کہ کئی گھرانوں میں دینی اخبارات کو نعوذ باللہ دسترخوان کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے بعض لوگ دینی اوراق کو کتابوں کی جلد بنا کر ان کتابوں کو

جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اہلِ کراچی کی محبوب تنظیم ہے، اس نے کراچی کے دینی طلبہ کو ایک جگہ جمع کرنے کا اہتمام کیا۔ یہ اہتمام الحمد للہ! مفید بھی رہا اور کامیاب بھی، اور اس کی برکت سے کراچی شہر تکبیر، جہاد اور اصلاح کے نعروں سے گونج اٹھا۔ جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانے میں علم و جہاد (صفہ و بدر) کا حسین امتزاج ہے اور اہلِ کراچی کو اپنے دکھوں کے مداوے کے لئے اسی امتزاج کی ضرورت تھی۔ اہلِ کراچی کو چاہئے کہ اس نعمت کی قدر کریں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں عطاء فرمائی ہے۔ طلبہ کا یہ بھرپور اجتماع اہلِ کراچی کیلئے ایک مبارک شگون ہے جو انہیں روشن مستقبل کا اشارہ دے رہا ہے اور یہ اجتماع طلبہ کرام کو بھی یہ بات یاد دلا رہا ہے کہ انہیں قوم کی رہنمائی کیلئے علمی، عملی، فکری اور روحانی طور پر تیار ہونے کی ضرورت ہے اور سر دست یہی ان کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جہاد کا ترقی یافتہ انداز

ان دنوں اسلام کی بہار فلسطین کی سرزمین پر مہربان ہے۔ غلامی کے شکنجے میں جکڑی ہوئی مظلوم فلسطینی قوم کی تیسری نسل میں ''قرونِ اولیٰ کے مجاہدین'' کی جھلک صاف نظر آ رہی ہے۔ بے شک ان دنوں فلسطین میں اسلامی عظمتیں بہت عرصے بعد پھر مسکرا رہی ہیں اور یہودیت کے ہاتھ پاؤں ایک بار پھر پھول رہے ہیں۔ بندوق بردار مجاہدین سے لڑنا یہودیوں نے سیکھ لیا تھا، لیکن جب ایک مسلمان خود بم بن کر پھٹتا ہے تو یہودیت کو اپنا مستقبل تاریک نظر آنے لگتا ہے۔ جہاد کے اس عالی شان طریقے کا علاج نہ تو اسرائیل کے پاس ہے اور نہ اس کے طاقتور سرپرستوں کے پاس۔ سب ششدر ہیں اور اس بات پر حیران ہیں کہ مسلمان مائیں اپنی کوکھ سے کیسے عجیب لوگوں کو جنم دیتی ہیں۔ بیس بائیس سال کا نوجوان، مضبوط جسم، خوبصورت خدوخال اس کے باوجود نہ شادی کی خواہش نہ شراب کی، نہ میوزک پر ناچنے کا شوق اور نہ فلمیں دیکھ کر دل کالا کرنے کا، یہ نوجوان جسم سے بم باندھتا ہے، دو رکعت نماز پڑھ کر کامیابی کی دعا مانگتا ہے۔ جی ہاں! عجیب کامیابی کی پھر عشق و وفا کی مستی میں جھومتا ہوا، اسلام کی عظمت کے خواب آنکھوں میں سجاتا ہوا، زیرلب ذکر کرکے وصال کے شوق میں مسکراتا ہوا، اشداء علی الکفار کی

بجلی بیٹے میں لئے یہودی ریستوران میں گھستا ہے آخری بار اس دنیا میں کلمہ پڑھتا ہے اور بٹن دبا کر اسلامی تاریخ کا چمکتا ستارہ بن جاتا ہے۔ وہ ستارہ جس کے ذریعے مستقبل میں منزل کا پتا لگایا جائے گا۔ کروڑ آفرین ایسی خوبصورت جوانی پر، لاکھوں تحسین ایمان کی اس پختگی پر، مجھے سمجھ نہیں آتا کہ میں ان نوجوانوں کے لئے کتنی دعا کروں، کتنے دامن پھیلاؤں، ان کی تعریف میں کتنے صفحے لکھوں اور ان پروانوں کے لئے کتنی دعائیں مانگوں۔ بے شک اسلام سچا ہے تب ہی تو اس کے ماننے والے اس زمانے میں بھی پروانوں کی طرح اس پر نچھاور ہو رہے ہیں اور ان کے پیچھے ایسے دیوانوں کی ایک لمبی قطار لگی ہوئی ہے۔

مجاہدین کی طرف سے جنگ کا یہ انداز اسلام کے اس عروج کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو آخری زمانے میں اس کا مقدر ہے۔ یہودیوں کا خونخوار لیڈر ایریل شیرون سخت پریشان ہے، اس نے سوچا تھا کہ میں بربریت کے ہاتھوں انتفاضہ کو کچل دوں گا۔ امریکا سے لے کر اسرائیل تک کے یہودی اس خونخوار لیڈر کو بہت نازوں اور ارمانوں سے لائے تھے، لیکن اس کا آنا مسلمانوں میں بیداری کا ذریعہ بنا۔ بے شک کفر کا جب بھی کوئی بڑا فرد میدان میں آتا ہے تو امت محمدیہ بھی اپنے خاص جگر گوشوں کو اس کے مقابلے کے لئے کھڑا کر دیتی ہے۔ اور تو اور جب کفر کا نقطہ عروج بصورت دجال آئے گا تو امت محمدیہ اس کے مقابلے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کو لے آئے گی۔ بے شک ہماری اُمت ایک زندہ و تابندہ اُمت ہے اور جہاد نے ہر حال میں جاری رہنا ہے۔

ایریل شیرون ہو یا دجال، عبداللہ بن ابی ہو یا انور سادات، کمال اتاترک ہو یا یاسر عرفات، کافروں اور منافقوں کے یہ نامور لوگ جہاد کو بند نہیں کرا سکے اور نہ کرا سکیں گے، بلکہ کفر جب بھی نفاق کا نقاب اتار کر اپنے اصلی روپ میں آتا ہے تو

پھر امت محمدیہ کی مائیں خالص مجاہد جنتی ہیں۔

بھارت میں کانگریس کے بعد جب بی جے پی کا کھلا کفر آیا تو اُمت محمدیہ نے ابو حذیفہ، طلحہ، پاملا، بلال اور آفاق پیدا کئے اور جہادِ ہند نے ایک نئی شکل اختیار کی۔ اس طرح فلسطین میں جوں جوں سخت گیر یہودی آتے جا رہے ہیں تحریک انتفاضہ اتنی خالص ہوتی جا رہی ہے اور اب وہ اپنے اس نقطۂ عروج تک پہنچ چکی ہے جہاں کافروں کے لئے میدان میں ڈٹے رہنا ممکن ہی نہیں رہا۔ ضرب مؤمن کے یہ صفحات گواہ رہیں گے کہ اگر اس طرح کے فدائی حملے جاری رہے تو پھر مذاکرات کا مردار دستر خوان سجایا جائے گا اور ساری دنیا کے طاقتور ممالک بات چیت بات چیت کی رٹ لگائیں گے۔ یہ بات اب کسی سے مخفی نہیں رہی کہ اسلام دشمن عناصر کسی بھی مسلمان کو برداشت نہیں کرتے۔ وہ مسلمان خواہ مجاہد ہو، یا سیاستدان، مسلح ہو یا نہتا، جنگ کی بات کرتا ہو یا مذاکرات کی، لیکن جب مجاہدین کی یلغار کافروں کو بے بس کر دیتی ہے تو وہ ان مسلمانوں کو غنیمت سمجھنے لگتے ہیں جو جہاد و جنگ کی بات نہیں کرتے بلکہ سیاست اور مذاکرات کا نعرہ لگاتے ہیں۔ تب کافروں کی طرف سے ان لوگوں کو خوب نوازا جاتا ہے اور انہیں قوم کا ہیرو بنایا جاتا ہے تا کہ قوم مجاہدین کی ہمنوا نہ بن جائے، کافروں کا ان مسلمانوں کو نوازنا اسلام کی محبت میں نہیں ہوتا بلکہ وہ مجاہدین کے خوف سے ایسا کرتے ہیں۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں ہے فلسطین ہی کو لے لیجیے کچھ عرصہ پہلے جب مجاہدین کی تحریک زور پکڑ گئی تو یہودیوں نے یاسر عرفات کو غنیمت جانا اور اسے ایک نام نہاد حکومت بنانے کی اجازت دے دی۔ کچھ دن بعد یہودیوں کو احساس ہوا کہ انہیں یاسر عرفات کی ضرورت نہیں رہی تو انہوں نے اس کے دفاتر اور رفقاء کو نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ اب جب کہ مجاہدین کی کارروائیاں پھر یہودیت کے بت

کولرزا رہی ہیں یا سر عرفات ایک بار پھر آنکھوں کا تارا بننے والا ہے۔اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہدایت عطا فرمائے اور اسے بھی ان نوجوانوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے جنہیں حقیقی معنوں میں القدس کا بیٹا اور اُمت مسلمہ کا قابل فخر سرمایہ کہا جا سکتا ہے...... اللہ کرے جہاد کا یہ نیا انداز اپنا دامن وہاں تک پھیلا لے جہاں سے یہودیت کا ناسور پھوٹ رہا ہے اور ساری دنیا کو گندا کر رہا ہے...... جہاد کا یہ انداز اس وقت اُمت مسلمہ کی اہم ترین ضرورت بن چکا ہے اور ہمیں امید ہے کہ ان شاء اللہ عنقریب دنیا کے بہت سارے ظالم ملکوں کو جہاد کا یہ ترقی یافتہ انداز گھٹنے ٹیکنے اور مسلم مقبوضات خالی کرنے پر مجبور کر دے گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ختمِ نبوّت اور جہاد

ایک بار پھر ایمان والوں کو آزمایا گیا ہے تاکہ کھوٹے اور کھرے کی شناخت ہو جائے، جو سچے اور کھرے ہیں وہ ہر آزمائش کے بعد اور زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں اور ان کے دل کا اطمینان بڑھ جاتا ہے...... بلکہ آزمائش کی ہر آنچ انہیں پختگی دیتی ہے اور کندن بناتی ہے...... لیکن جو ایمان کے کناروں پر کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہیں اور ان کی ہر نیکی اور عبادت کا مقصد دنیا میں کچھ پانا ہوتا ہے...... وہ آزمائش کے وقت بدک جاتے ہیں اور ان کے جذبے حکمرانوں کی پھری ہوئی نگاہیں دیکھ کر سرد پڑ جاتے ہیں ۔ایسے لوگوں کے ہاں دین کا کام اس وقت تک جائز ہوتا ہے جب تک اپنے اوپر کوئی آنچ نہ آئے، وہ امن اور نصرت کے زمانے میں بڑھ چڑھ کر کام کرتے ہیں لیکن جیسے ہی انہیں کسی خوف یا خطرے کا احساس ہوتا ہے تو وہ دین کے کام سے عموماً اور جہاد کے کام سے خصوصاً اس طرح بدک جاتے ہیں جس طرح مومن کفر سے اور کافر ایمان سے بدکتا ہے، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہیں لیکن رسم وفا نہیں نبھاتے۔ یہ لوگ اس نبی کا کلمہ پڑھتے ہیں جن کی ساری زندگی جہد و جہاد میں گزری ہے، یہ لوگ وہ کلمہ پڑھتے ہیں جس کو دل سے پڑھنے والے ضرور آزمائے جاتے ہیں، یہ لوگ اس قرآن کو مانتے ہیں جو جنت کو تکلیفوں اور آزمائشوں کے ساتھ مشروط کرتا

ہے...... اس کے باوجود وہ جلد ڈر جاتے ہیں، تھوڑی سی پریشانی دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں...... اور استقامت کی بجائے فرار کا راستہ اختیار کرتے ہیں...... سمجھ نہیں آتی کہ ان لوگوں کو کیا کہا جائے اور کس طرح سے سمجھایا جائے؟ یہ لوگ کیوں نہیں سوچتے کہ جو ایمان اور جہاد حکمرانوں کی تھوڑی سی بدلتی ہوئی آنکھیں دیکھ کر خطرے میں پڑ جاتا ہے وہ موت کے جھٹکے اور زلزلے کے وقت کیا کام دے گا؟ وہ قبر کے خوفناک عذاب سے کس طرح بچائے گا؟ وہ آخرت کے دہشت ناک دن کس طرح سے تھامے گا؟

ایک نظر اپنے ماضی پر ڈالیے اور پھر تا حد نگاہ پھیلے ہوئے قبرستانوں کو دیکھیے، ماضی میں بھی دونوں طرح کے لوگ موجود تھے، آزمائشیں سہہ کر دین پر قائم رہنے والے بھی اور تھوڑا سا خطرہ دیکھ کر دین سے بھاگنے والے بھی، آج ان میں سے کوئی بھی ہماری دنیا میں زندہ نہیں ہے، قبرستان بتا رہے ہیں کہ وہ سارے اپنے اپنے وقت پر دنیا کو چھوڑ کر قبروں میں جا سوئے، معلوم ہوا کہ دین کا کام چھوڑ کر جان بچانے والے اپنی جان نہیں بچا سکے اور اپنی عمر کا ایک دن تو کیا ایک منٹ بھی نہیں بڑھا سکے، یہ لوگ جان بچاتے بچاتے، کانپتے ہوئے مر گئے، تاریخ انہیں بزدل لکھتی ہے، کوئی ان کے ساتھ اپنا نام ونسب جوڑنے کے لئے تیار نہیں ہے، وہ دنیا جس میں زیادہ جینے اور زیادہ پانے کے لئے انہوں نے دین کو چھوڑا تھا ان کے کسی کام نہ آئی بلکہ اس دنیا سے ان کا نام ونشان ہی مٹ گیا...... اور اگلی دنیا جہاں وہ گئے ہیں وہاں کے لئے انہوں نے نہ کبھی سوچا تھا اور نہ کچھ کیا تھا چنانچہ یہاں خوف اور بزدلی اور وہاں محرومی اور تہی دستی ان کے ہاتھ لگی۔ آج کوئی نہیں کہتا کہ میں میر جعفر کے خاندان سے ہوں، میر صادق صاحب ہمارے بزرگ تھے، عبداللہ بن ابی ہمارے آئیڈیل ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ اپنے دور کے ذہین ترین لوگ اور مصلحتوں اور وقت کی نزاکتوں کو سمجھنے والے افراد تھے۔ انہوں نے اس دنیا کی خاطر دین کو چھوڑا لیکن یہاں بھی ذلیل ہوئے اور وہاں کے لئے بھی

سوائے حسرتوں کے اور کچھ نہ لے جا سکے...... ان کے برعکس جو لوگ نہیں دبے، حالات کے آگے نہیں جھکے، آزمائشوں کی سختی کو دیکھ کر دین کے کام سے نہیں بھاگے...... ظاہری طور پر وہ بھی آج دنیا میں نہیں ہیں لیکن درحقیقت وہ زندہ ہیں ان کے نام اور ان کے کام کو سن کر لوگ ہمت پاتے ہیں اور جرأت کا سبق سیکھتے ہیں......

ان لوگوں نے دنیا میں تھوڑی بہت تکلیفیں جھیلیں، پابندیاں اور سختیاں ضرور دیکھیں لیکن انہیں رب کی خاطر ان سب چیزوں میں راحت محسوس ہوتی رہی وہ اس دنیا کو بھلا کر آخرت کے لئے سب کچھ کرتے تھے اس لیے اس دنیا کے رنج اور تکلیفیں ان پر اثر انداز نہیں ہوتی تھیں...... اپنی نئی نویلی، خوبصورت اور باوفا دلہن کی طرف سفر کرنے والے دولہا کو اگر ریل گاڑی میں گرمی محسوس ہو اور پسینہ آ جائے تب بھی تھوڑی دیر بعد ملنے والے وصال کی لذت اس کے لئے اس گرمی اور پسینے کو محبوب بنا دیتی ہے...... یہی حال مومن کا ہے اسے دین کی خاطر جتنی بھی تکلیفیں اس دنیا میں ملتی ہیں آخرت میں اللہ تعالیٰ کے قرب کی لذت اور اس کی نعمتوں کو پانے کا لطیف احساس اس کے لئے ان تکلیفوں کو مزیدار بنا دیتا ہے...... پھر تھوڑا سا غور کیجئے، بزدلی، خود کتنی بڑی تکلیف ہے، ہر کسی سے ڈرنا، ہر آواز پر خوف کھانا، ہر آن اور ہر گھڑی مرنا اور ساری زندگی امن اور عافیت کی خاطر ایک ایک کی چاپلوسی کرنا خود کتنا دردناک عذاب ہے، لیکن زیادہ جینے کے شوق میں اس عذاب کو خوشی کے ساتھ برداشت کیا جاتا ہے...... جب ایک بزدل شخص زندگی کی چند سانسوں کی خاطر (جو کبھی نہیں بڑھتیں) یہ ساری تکلیفیں سہہ لیتا ہے تو پھر اللہ کے نیک بندے آخرت کی دائمی زندگی کی خاطر دنیا کی تکلیفوں کو کیوں برداشت نہیں کریں گے...... ماضی کے اولوالعزم لوگوں نے دین اور جہاد کی خاطر ہر آزمائش کو برداشت کیا، ہر جابر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور ہر تکلیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا ان لوگوں نے اللہ کے ہاں سے زندگی اور

روزی کو پالیا اور دنیا میں بھی انہوں نے اپنی مقدر کی زندگی اور اپنے مقدر کی روزی کو حاصل کیا ماضی کی یہ سچی داستانیں، وسیع وعریض قبرستانوں کی خاموش زبانیں، اور انسانوں کے عروج وزوال کی انمٹ حکایتیں ہمارے سامنے ہیں۔ آج زمین پہ ہم لوگوں کو امتحان کے لئے اتارا گیا ہے...... ہمارا ہر کام لکھا جاتا ہے، ہماری ہر بات کو سنا جاتا ہے، ہماری تاریخ مرتب ہو رہی ہے، اور ہمارا امتحانی پرچہ بھرا جا رہا ہے، ہمارا حال تیزی سے ماضی بنتا جا رہا ہے اور مستقبل کا غار ہمیں نگل کر دوسروں کو موقع دینے کی تاک میں ہے۔ ہم اگر دین کے ساتھ کھیل کرتے رہے تو پھر ہمیں تماشہ بننے سے کوئی نہیں بچا سکے گا اور ہم مصلحت کا ٹوکرا اپنے سر پہ اٹھا اٹھا کر بالآخر تھک جائیں گے اور قبر کا گڑھا ہمیں اندھیروں میں دھکیل دے گا لیکن اس کے برعکس اگر ہم حکمرانوں، حکومتوں اور حالات کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق سمجھیں اور اس مخلوق کے سامنے سر جھکانے کی بجائے اپنے خالق کے ساتھ اپنی محبت اور وفاداری کو پختہ کریں اور ہر طرح کے حالات میں ہم جہاد جیسے مقدس فریضے سے جڑے رہیں تو پھر ہمارا حال ہمیں ماضی سے جوڑ کر ہمارے مستقبل کو ہمارے لئے راحت گاہ بنا دے گا۔ ایسی راحت گاہ جہاں نہ کوئی دکھ ہوگا نہ رنج نہ کوئی ظالم ہوگا نہ ظلم، نہ بے انصافی ہوگی نہ محرومی...... راستہ ہمارے سامنے ہے اور بالکل واضح ہے، دنیا کی کوشش ہے کہ مجاہدین کو ستا کر باعزت لوگوں کو ڈرا دیا جائے اور وہ مرزا قادیانی کی طرح جہاد سے دور بھاگنے لگیں اور اس سے نفرت کرنے لگیں، تاجروں کو خوفزدہ کر دیا جائے کہ وہ جہاد کے ساتھ تعاون بند کر کے ایک فریضے میں جزوی شرکت سے بھی محروم ہو جائیں۔ دینی اداروں کو پریشان کر دیا جائے تاکہ مسجد، مدرسہ اور خانقاہ کا دروازہ مجاہدین کو اچھوت سمجھنے لگے اور وہ انہیں اپنے دینی کاموں کے لئے بطور خطرہ دیکھنے لگیں، سفید پوش طبقے کو ہراساں کیا جائے تاکہ گلیوں اور بازاروں میں مجاہدین کی بڑھتی ہوئی مقبولیت محدود

ہو جائے۔ یوں جہاد سمٹ جائے گا، تکبیر وقتال کے نعرے ماند پڑ جائیں گے، جہادی فضاء خوف کی بادِ صرصر کا شکار ہو کر دم توڑ بیٹھے گی۔ تب کافر خوش ہوں گے اور اس ملک پہ انعامات کی بارشیں برسا دیں گے۔

یہ سازش کئی لوگوں کے ذہنوں میں ہے لیکن سچ یہ ہے کہ یہ سازشیں ذہنوں میں ہی رہیں گی...... ان شاء اللہ! زمین پہ کامیاب ہوتی نظر نہیں آئیں گی...... وہ مسلمان جو اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مانتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی اور اسلام کو اپنا دین مانتا ہے وہ جہاد سے کس طرح بیگانہ ہو سکتا ہے جہاد کا حکم رب نے دیا نبی نے اسے کر کے دکھایا...... قرآن نے اس کے اصول سمجھائے، حدیث میں اس کے لئے ترغیبی مضامین موجود ہیں...... کیا ان حالات میں مسلمانوں کو جہاد سے کاٹا جا سکتا ہے؟ میں نہیں سمجھتا کہ ایسا ہو سکتا ہے، یہ اُمت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتی ہے، مرزا قادیانی کو نہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درجنوں بار خود جہاد فرمایا ہے اور سینکڑوں بار اس فریضے کی طرف امت مسلمہ کو دعوت دی ہے...... کیا ختم نبوت کا اقرار کرنے والا کوئی بھی مسلمان کسی بھی خوف یا لالچ کی وجہ سے جہاد سے دور ہو سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ ختم نبوت کا عقیدہ جہاد کا اور جہاد کا نظریہ ختم نبوت کا محافظ ہے اور یہ دونوں قیامت تک زندہ و تابندہ رہنے والے نظریات ہیں۔ اسلام نہ تو ختم نبوت کے بغیر مکمل ہے اور نہ جہاد کے بغیر...... ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور جہاد اسلام کا اہم ترین فریضہ ہے اس لیے کافروں کو ہمیشہ ختم نبوت اور جہاد دونوں سے چڑ رہی ہے اور انہوں نے جب بھی کسی جھوٹے نبی کو کھڑا کیا ہے، اس نے سب سے پہلے جہاد ہی کا انکار کیا ہے...... کیونکہ وہ جانتا ہے کہ صرف جہاد ہی کے ذریعے اس کا اور اس کی ناجائز نظریاتی ذریت کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے...... دوسری طرف عقیدہ ختم نبوت جہاد کو اس طرح سے تحفظ فراہم کرتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود جہاد فرماتے،

لشکروں کو روانہ کرتے اور جہاد کے قیامت تک جاری رہنے کا اعلان فرماتے ہوئے اس دنیا سے تشریف لے گئے ...... اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو کون بدل سکتا ہے؟ اگر کسی نبی کے آنے کا امکان ہوتا تو وہ اس حکم کو بدل سکتا تھا لیکن عقیدہ ختم نبوت بتاتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کی حیثیت سے کوئی شخص کسی بھی نام یا کسی بھی تاویل (ظلی و بروزی) سے نہیں آسکتا۔ جب یہ بات پکی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا تو پھر اسلام کے دیگر تمام احکامات سمیت جہاد کا حکم بھی ناقابل تنسیخ، ناقابل تبدیل اور ناقابل تاویل بالکل پکا حکم ہے اور اس حکم کو اس وقت تک باقی رہنا ہے جب تک اسلام باقی رہے گا اور ختم نبوت کا عقیدہ باقی رہے گا...... یوں عقیدہ ختم نبوت جہاد کی حفاظت کرتا ہے، جب کہ جہاد تو ہمیشہ سے عقیدہ ختم نبوت کا محافظ رہا ہے...... مسیلمہ کذاب سے لے کر اس زمانے کے ہر دشمن ختم نبوت کو مجاہدین کی تلوار کا سامنا رہا ہے...... اور جب تک جہاد کا مبارک عمل اپنی آب و تاب سے جاری رہا ہے کسی شخص کو ختم نبوت کے خلاف محاذ کھولنے کے بعد زیادہ عرصہ کی زندگی نہیں ملی۔ البتہ مرزا قادیانی ملعون نے اپنے پیشروؤں کا حشر دیکھتے ہوئے ایک نئی حکمت عملی سے ختم نبوت کے خلاف محاذ کھولا اور وہ حکمت عملی یہ تھی کہ اس نے اپنے نام کو چھپا کر دوسرے ناموں سے مسلمانوں کے اندر جہاد کے خلاف وساوس پھیلائے اور اس نے جہاد کو مسلمانوں کے لئے اجنبی بنادیا...... قادیانی کی اس سازش کو توڑے بغیر قادیانیت کے ناسور کو ختم نہیں کیا جاسکتا اگر ہم مرزا قادیانی کو برا بھلا کہتے رہیں اور خود ہمارے دل میں جہاد جیسے محکم فریضے کے خلاف مرزا کے پھیلائے ہوئے وساوس موجود ہوں تو پھر مرزا قادیانی ملعون کی سازش کامیاب ہو جائے گی۔ ونعوذ باللہ من ذالک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دشتِ لیلٰی کے شُہداء

الحمد للہ! ایک ہفتے میں کئی جلسے ہوگئے اور جہاد کا پیغام ہزاروں افراد تک پہنچ گیا۔ پہلا جلسہ صوبہ سرحد کے شہر صوابی میں تھا۔ جلسہ گاہ پہنچے تو ہجوم کو دیکھ کر تمام رفقاء کی زبان پر ماشاء اللہ کا کلمہ جاری ہوگیا۔ سخت دھوپ کے باوجود ہزاروں افراد سڑک کے دونوں اطراف میں کھڑے استقبال کر رہے تھے۔ جلسہ گاہ بھی کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ اسٹیج پر علماء اور عمائدین موجود تھے۔ صوابی کے مسلمان پڑھے لکھے سمجھدار لوگ ہیں اور انہیں سید احمد شہید رحمہ اللہ کے جہادی قافلے کی گزرگاہ پر رہنے کا شرف حاصل ہے۔ دو صدیاں پہلے اہل صوابی نے اس قافلے کے ساتھ کیا کیا؟ یہ تو آپ حضرات تاریخ کی کتابوں میں پڑھ لیں گے، لیکن جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اس شہر میں بہت والہانہ استقبال ہوا۔ یہاں کے کئی مجاہدین کشمیر میں جام شہادت نوش فرما چکے ہیں۔

صوابی کے غیور مسلمانوں نے محبت، توجہ اور شوق کے ساتھ بیان سنا۔ اسٹیج کے سامنے بیٹھے ہوئے بن بلائے صحافی تیزی سے بیان لکھتے رہے جو اگلے روز اخبارات نے شائع کیا۔ عصر کی اذانوں کے درمیان بیان اور جلسہ ختم ہوا۔ دعا کے وقت مصافحے کے لئے بڑھنے والے ہجوم نے اسٹیج پر دھاوا بول دیا۔ ظاہر ہے

ناتواں اسٹیج جذبات کے اس سیلِ رواں کی تاب نہ لاسکا اور ہمیں اپنے ساتھ لے کر زمین بوس ہو گیا۔ الحمد للہ! کسی کو کوئی قابل ذکر چوٹ نہ لگی۔ شدید دھکم پیل کے درمیان گاڑی تک پہنچنا ایک مشکل مرحلہ تھا جو اللہ تعالیٰ کا نام لیتے اور مصافحے کے لئے بڑھتے ہوئے ہاتھوں کی چوٹیں کھاتے ہوئے طے کر لیا۔ مجاہدین خوش ہیں کہ الحمد للہ! جہاد کی دعوت صوبہ سرحد کے ہزاروں غیور مسلمانوں تک پہنچ گئی۔

دوسرا جلسہ برادر محترم کمانڈر حافظ سجاد شہید رحمہ اللہ کے خوبصورت شہر راولاکوٹ کے صابر اسٹیڈیم میں تھا۔ علاقے کے حساب سے یہ بھی ایک بڑا جلسہ تھا۔ ابتداء میں کچھ کھچاؤ کے آثار نظر آرہے تھے کیونکہ اس شہر پر مسلمانوں کو ان کی محدود قومیتیں یاد دلانے والوں کی یلغار ہے مگر جلسہ شروع ہوا تو اسلام کا مضبوط اور آفاقی رشتہ جگمگانے لگا۔ پونچھ کے غیور مسلمانوں کا جم غفیر جلسہ گاہ میں پہنچ گیا۔ مقررین نے پونچھ کے بہادر شہداء کرام کو دل کھول کر خراج تحسین پیش کیا مگر سب کی زبانوں پر کمانڈر سجاد شہید رحمہ اللہ کا تذکرہ چھایا رہا۔ جلسہ گاہ میں ہزاروں کرسیاں رکھی ہوئی تھیں جو ناکافی ثابت ہوئیں۔ کافی لوگ اسٹیڈیم کی دیواروں پر بیٹھ کر جلسہ سنتے رہے۔ کئی لوگوں نے کھڑے کھڑے اس ایمان افروز مجلس کا لطف اٹھایا۔

حضرت مفتی عبدالخالق صاحب نے بہت خوب بیان فرمایا۔ آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی کے نو منتخب رکن سردار طاہر انور صاحب نے مجاہدین کا اپنی حکومت کی طرف سے بھرپور خیر مقدم کیا۔ اسٹیج پر کمانڈر سجاد شہید رحمہ اللہ کے والد محترم بھی جلوہ افروز تھے اور ان کے رشتہ داروں کی ایک بڑی تعداد جلسہ گاہ میں موجود تھی۔ راولاکوٹ کے غیور مسلمانوں نے کمانڈر سجاد شہید رحمہ اللہ کی یاد میں آہوں اور سسکیوں کے درمیان اس جلسے کو سنا۔ جلسے کے بعد کمانڈر شہید رحمہ اللہ کے گھر جانا

ہوا اور وہاں یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اب سڑک ان کے گھر تک جاتی ہے۔ پہلے کچھ دور تک پیدل چل کر جانا پڑتا تھا۔ ظہر کی نماز ان کے گھر پر ادا کی۔ واپسی پر مفتی عبد الخالق صاحب کی مسجد دیکھی جو لوگوں کے بقول آزاد کشمیر کی سب سے بڑی مسجد ہے۔

تیسرا جلسہ گوجرانوالہ میں تھا جہاں پر کئی دن سے ''اختیارات کا ابہام'' مجاہدین کے لئے دردِ سر بنا ہوا تھا۔ ناظم صاحب کے اختیارات کیا ہیں؟ پولیس کس کے زیر اختیار ہے؟ ڈی سی او صاحب کے ضلع میں بیٹھنے کی کیا نوعیت ہے؟ یہ پہیلیاں ابھی تک کسی کو سمجھ نہیں آرہیں۔ اگر کسی ایک کو راضی کرو تو دوسرا بگڑ جاتا ہے۔ اسے مناؤ تو تیسرا اکڑ جاتا ہے۔ دین کا کام روکنا ہو تو ہر ایک دوسرے کے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلاتا ہے، اگر کہیں مجبوراً اجازت دینی پڑے تو ہر کوئی آگے بڑھ کر ذمہ داری قبول کرتا ہے۔

جہاں ناظموں کی فوج کے ساتھ بن گئی ہے وہاں ان کے ہاتھ میں کچھ کام بھی آگیا ہے، ورنہ اکثر جگہوں پر ناظمین بوڑھی عورتوں کی طرح خالی ہاتھ بیٹھ کر شکوے شکایتیں کرتے رہتے ہیں۔ گوجرانوالہ میں انتظامیہ نے پہلے کسی جلسے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا پھر مذاکرات کے بعد باقاعدہ اجازت نامہ مل گیا لیکن جلسہ سے ایک رات قبل اس اجازت نامے کو کوئی وجہ بتائے بغیر منسوخ کر دیا گیا۔ اسی ادھیڑ بن میں جلسے کا دن آپہنچا۔ مسلمان پریشان تھے کہ ایک فریضے کی دعوت سننے سے آخر ایک اسلامی ملک میں کیوں روکا جارہا ہے؟ کافی تگ و دو کے بعد شیرانوالہ باغ کے ساتھ متصل مسجد میں جلسے کی اجازت مل گئی۔ اسٹیج مسجد میں تھا اور عوام کا ریلہ باغ میں یہ جلسہ سن رہا تھا۔ اردگرد کی دیواریں، چھتیں، درخت اور گلیاں لوگوں سے بھری پڑی تھیں۔ انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ ایک تاریخی

جلسہ تھا۔رات کے دو بجے تک یہ جلسہ پوری شان اورآب وتاب کے ساتھ جاری رہا۔

مرشد مکرم حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب دامت برکاتہم العالیہ جلسے میں شرکت کے لئے اسی دن مکہ مکرمہ سے تشریف لائے تھے۔دعا تک مجمع جما رہا اور توجہ کے ساتھ دعوت جہاد سنتا رہا۔ان مشکل اور مشکوک حالات میں اس قدر بڑا اجتماع اس بات کا واضح ثبوت تھا کہ الحمدللہ مسلمانوں کا رخ اب جہاد کی طرف ہو چکا ہے اور اس رخ کو موڑنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی نصرت اس پورے جلسے پر صاف نظر آرہی تھی۔دعا کے وقت جیش کے ایک ذمہ دار نوجوان کا نکاح بھی پڑھایا گیا، حاضرین نے دلچسپی کے ساتھ اس مجلس میں شرکت کی اور پُرامن طریقے سے تمام شرکاء واپس اپنے گھروں کی طرف روانہ ہو گئے۔

اگلی صبح انتظامیہ نے بعض علماء کرام اور مجاہدین کو گرفتار کر لیا جو ابھی تک حکومت کے مہمان ہیں۔یہ کارروائی حکومت کی دین کے ساتھ محبت کا واضح ثبوت ہے کہ وہ جلسہ جس کے شرکاء اگر چاہتے تو منٹوں میں پورے شہر کا نظام درہم برہم کر سکتے تھے، اسے انتظامیہ کی طرف سے چھاپوں اور گرفتاریوں کی صورت میں پُرامن رہنے کی سزا دی گئی ہے۔ان شاء اللہ یہ تمام ساتھی رہا ہو جائیں گے اور ان شاء اللہ وہ دن بھی آئے گا جب دین اور جہاد کی دعوت دینے والوں کو اس طرح سے نہیں ستایا جا سکے گا۔بات صرف استقامت اور ہمت کی ہے۔اگر مسلمان اسی طرح جہاد کے ساتھ جڑے رہے اور اپنے ایمانی موقف پر ڈٹے رہے تو ان شاء اللہ خصوصی نصرت کا دور اب زیادہ دور نہیں ہے۔

چوتھا جلسہ چناب نگر کے تاریخی اور بدقسمت شہر میں تھا۔بندہ کی بہت عرصہ سے تمنا تھی کہ اس شہر میں حاضر ہو کر جہاد کی صدا کو بلند کر سکے۔کئی بار ترتیب بھی بنی مگر پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکی۔استاذ محترم حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی مدظلہ کی دعوت اور شفقت سے یہ موقع مل گیا اور ماشاء اللہ بہت خوب جلسہ رہا جس میں منکرین جہاد کے شہر میں جہاد کے ترانے اور زمزمے بلند ہوئے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے ساتھ وفاداری ہر مسلمان کے ایمان کا جزو ہے۔ختم نبوت کے سلسلے میں وہاں حاضر ہو کر ایک طرح کا قلبی سکون نصیب ہوا اور دل سے دعا نکلی کہ اللہ تعالیٰ اس بستی کے رہنے والوں کو مرزائیت کی گندگی سے بچا کر ایمان کا نور عطا فرمائے۔

پانچواں جلسہ راولپنڈی راجا بازار میں واقع حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کی علمی یادگار ''دارالعلوم تعلیم القرآن'' میں تھا۔رات کے ساڑھے بارہ بجے جب بندہ اسٹیج پر پہنچا تو راولپنڈی، اسلام آباد کے علماء کرام کی اجتماعیت اور اتحاد دیکھ کر حیران رہ گیا۔ماشاء اللہ! اہل حق کی تمام جماعتوں کا اتحاد جمعیت اہل سنت والجماعت کی صورت میں ایک خوبصورت گلدستے کا منظر پیش کر رہا تھا۔حضرت مولانا علی شیر حیدری علمی بیان فرما رہے تھے۔علماء کرام اس بیان کو سمجھ کر خوب داد دے رہے تھے جب کہ مولانا زور دے کر طلبہ کو سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ان کے بعد وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ، جامعہ خیرالمدارس ملتان کے مہتمم، خوبصورت وخوب سیرت عالم دین، حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری کا پُرمغز بیان ہوا۔آخر میں بندہ کو دعوت دی گئی۔یہ اجتماع علماء کرام اور طلبہ کی بیداری کا واضح ثبوت تھا، مسجد اور اس کے اطراف کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے، جذبات اور صداقت کا ایک نورانی سمندر ہر طرف موجزن نظر آرہا تھا، سوا دو بجے بیان ختم ہوا۔ دعا کے دوران طلبہ مصافحے کے لئے ٹوٹ پڑے، ان سے بچ کر گاڑی تک پہنچنا بھی

مشکل تھا اور ان سب سے ایک دن یا ایک رات میں مصافحہ بھی آسان نہیں تھا۔ بالآخر گاڑی کی طرف رخ کیا اور محبت کے سیلِ رواں سے دھکے کھاتے اور اسے دھکے دیتے ہوئے بمشکل گاڑی تک پہنچ گئے۔ آپ خود سوچئے! جو لوگ آپس میں ملنے اور ایک دوسرے سے مصافحہ کرنے کی یہ تڑپ رکھتے ہوں، کیا انہیں آسانی سے توڑا جا سکتا ہے؟ بالکل نہیں۔ انشاء اللہ ہرگز نہیں۔ پھر معلوم نہیں کیوں بعض لوگ سعی لاحاصل کر رہے ہیں۔ کیا انہوں نے دشت لیلی کے شہداء کی باہمی محبت، وفاداری اور تعلق کو نہیں دیکھا؟ جی ہاں! ان کی اکٹھی قبریں اور ایک ساتھ موت کے لب چوم کر شہادت پا جانے کا انداز بتا رہا ہے کہ دین کے طالب علم اپنے اتحاد اور وفاداری میں اپنی مثال آپ ہیں!!!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آسمانی تنبیہ

آسمانوں اور زمین کا رب کبھی کبھار کچھ تنبیہات نازل فرماتا ہے...... چھوٹا عذاب چکھا کر بڑے سے بچنے کی دعوت دیتا ہے...... عقل مند لوگ اس آسمانی تنبیہ کو سمجھ کر وہ گناہ چھوڑ دیتے ہیں جس کی وجہ سے چھوٹا عذاب نازل ہوا تھا...... تب وہ راہِ راست پر آ جاتے ہیں۔ لیکن سرکش، گھمنڈی، اور بدبخت لوگ چھوٹے عذاب کے بعد اور زیادہ بھڑک جاتے ہیں اور اُن کی ناک انہیں پھر اُسی عذاب اور گناہ پر آمادہ کرتی ہے، تب وہ غصے اور انتقام کی آگ میں جلتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں...... وہ اپنے گمان میں اپنے دشمنوں کو مٹانا چاہتے ہیں...... لیکن درحقیقت وہ مکمل تباہی اور بڑے عذاب کے خونی سمندر میں جا گرتے ہیں...... تب اُن کا نام داستان بن جاتا ہے اور دوسروں کو مٹانے کی کوشش میں وہ خود صفحۂ ہستی سے مٹ جاتے ہیں۔

طاقت، قوت، حفاظت...... اور بلا کی شوکت رکھنے والے دو شہروں نیویارک اور واشنگٹن پر دیکھتے ہی دیکھتے کیا قیامت بیت گئی؟ حادثہ ہوئے آج کئی دن گزر چکے ہیں مگر عالمی تجارتی مرکز...... اور وزارت دفاع کے دفاتر سے ابھی تک دھواں بلند ہو رہا ہے، حملہ کرنے والوں کو نہ پستول اٹھانا پڑا نہ بندوق، نہ کراس

فائرنگ ہوئی نہ بم دھماکہ، نہ توپ چلی نہ کوئی میزائل، خود امریکی جہاز، امریکی سواریوں سمیت امریکی عمارتوں سے ٹکرا گئے، جہاز ٹکرانے والوں کے پاس جس چیز کی ٹریننگ تھی اسے کوئی دہشت گردی نہیں کہتا...... جی ہاں پائلٹ کی ٹریننگ ایک مہذب اور ترقی یافتہ تربیت سمجھی جاتی ہے...... آج تک کہیں سے بھی اس پر پابندی کی آواز نہیں اُٹھی۔ پابندی تو اپنے گھر کے دفاع کے لئے اسلحہ سیکھنے پر لگائی جاتی ہے۔ پائلٹ بننے سے کون روکتا ہے؟ ٹکرانے والے جہاز امریکہ میں بنے تھے اور اندر موجود ایندھن بھی امریکا کی اپنی کمائی تھی...... آناً فاناً امریکا کا بعض حصہ اس کے دوسرے حصے سے ٹکرایا تو انسانوں کی چیخیں اور ان کا شکار کرتی ہوئی آگ کی لپٹیں ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے لگیں...... گزشتہ رات واشنگٹن اور نیویارک میں سوگ منایا گیا...... یہ منظر واقعی دردناک تھا، کئی عورتوں کے خاوند اُن سے چھن گئے، بہت سارے بچے یتیم ہو گئے، کئی خاوند تجارتی مرکز میں کام کے لئے جانے والی اپنی بیویوں سے محروم ہو گئے، الغرض ایک انسانی المیہ ہر دیکھنے والی آنکھ کو صاف نظر آ رہا ہے، جس کے سینے میں دل ہے وہ اس واقعہ کے کئی اثرات پر ضرور غمزدہ ہے۔ ہر ملک بڑھ چڑھ کر ہمدردی اور اظہار افسوس کر رہا ہے، دینی حلقے اپنے وضاحتی بیان اور تعزیتی نوٹس اخبارات میں چھپوا رہے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ نیویارک اور واشنگٹن میں آگ اور ملبے کے درمیان سے اٹھنے والی بے بس چیخوں نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔

لیکن جنہیں اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے وہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ چیخیں قطعاً نئی نہیں ہیں...... یہ تو لاکھوں بے بس اور مظلوم انسانوں کی المناک چیخوں کی بازگشت ہیں جی ہاں......! ناگاساکی اور ہیروشیما میں جو چیخیں بلند ہوئی تھیں وہ بھی سینے میں دل اور پہلو میں جذبات رکھنے والے انسانوں کی چیخیں تھیں، ان کے جسم میں بھی

سرخ لہو تھا اور ان کی بھی آپس میں محبت و الفت بھری رشتہ داریاں تھیں...... مگر وہ کس جرم میں مارے گئے؟ اُن کی چیخیں اُس وقت بظاہر دب گئی تھیں...... مگر آج ان کی خوفناک بازگشت سنائی دے رہی ہے...... بے شک انسان کی جان بہت قیمتی اور انسان کا لہو بہت مہنگا ہے...... یہ خون اُس وقت تک حلال نہیں ہوتا۔ جب تک آسمانی توانین ان کو حلال نہ کر دیں...... ویت نام کے وہ غریب دیہاتی جنہیں پہلے بے عزت و بے آبرو کیا گیا اور پھر انہیں ذبح کر دیا گیا، انہیں بھی ذبح ہونے کا درد ہوا تھا، ان کی بھی چیخیں اور آہیں بلند ہوئی تھیں...... آج وہ چیخیں اپنی بازگشت سنا رہی ہیں تو ساری دنیا غم میں ڈوبی ہوئی ہے تو کیا خود ان چیخوں کے وقت کسی کو صدمہ نہیں پہنچا ہوگا؟

عراق کے بے بس، نہتے اور افلاس زدہ شہری جب اپنے اوپر لوہے اور بارود کی آگ برستے ہوئے دیکھتے ہوں گے اور ان کے لخت جگر ان کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے ہونگے، تو ان کی چیخیں بھی فضاء میں بلند ہوتی ہوں گی، بھوکے معصوم بچے موت سے پہلے ایک آدھ چیخ مارنے کی طاقت تو رکھتے ہونگے۔ ہسپتالوں میں دوائیاں نہ ملنے کی وجہ سے کراہ کراہ کر مرنے والے مریض اپنی گھٹی ہوئی چیخیں کسی اور کو نہیں تو اپنے پیدا کرنے والے رب کو تو ضرور سنا لیتے ہوں گے۔ آج عراق کا اکثر حصہ کھنڈر بن چکا ہے، بڑے مکانات کے باسی قبرستانوں میں جا بسے ہیں، بھوک اور خوف کا عفریت وہاں کے بچوں کو نگل رہا ہے، مگر سزا دینے کا شوق رکھنے والے تھانیدار آج بھی چن چن کر بے گناہ لوگوں کا خون بہا رہے ہیں۔ خون میں ڈوبی ہوئی عراقیوں کی چیخیں آج اپنی بازگشت سنا رہی ہیں تو دنیا کو انسانیت کے المیے کا احساس ہوا ہے...... کاش! اصل چیخوں کو سن لیا گیا ہوتا تو شاید یہ وقت اس طرح سے نہ آتا......

فلسطین کے خوبصورت گلستانوں میں یہ کس کا سرخ خون بکھرا پڑا ہے؟ کیا یہ واقعی انسان ہیں جنہیں چاروں طرف سے گھیر کر مارا جا رہا ہے۔ اور دن رات کاٹ کاٹ کر ختم کیا جا رہا ہے۔ یہ معصوم بچہ جو گولی کھا کر اپنی غمزدہ ماں کی گود میں پڑا ہے، کیا یہ کسی انسان کا لخت جگر نہیں ہے؟ یہ نوجوان جس کی پیشانی خون آلود ہے اور اس عمر میں اس کا جنازہ اٹھایا جا رہا ہے جس عمر میں جوانی کی بہاریں باراتوں کی شکل میں ظاہر ہوتی ہیں، یہ کون ہیں؟ غمزدہ، مصیبت زدہ، پریشان، بے گھر، بے سہارا، مفلوک الحال فلسطینی۔ جنہیں کوئی پناہ نہیں دیتا، جن کے خون کا کوئی حساب نہیں چکاتا جو اپنے گھر میں بے گھر اور اپنے وطن میں اجنبی ہیں؟ جنہیں روزانہ لاشوں کے تحفے ملتے ہیں؟ مگر ان کا قاتل ایک بڑی محفوظ گود میں سکون سے بیٹھا ہے؟ اسے کوئی چھیڑ نہیں سکتا، اور اس کے مظالم پر سلامتی کونسل میں قرارداد مذمت تک منظور نہیں کرائی جا سکتی...... وہ اسلحہ بنانے، اسے سکھانے اور چلانے، مظلوموں کی بستیوں کو ملیا میٹ کرنے، فلسطینیوں کی قبروں پر اسرائیلی آبادیاں تعمیر کرنے...... اور ہر دن معصوم گردنوں کو تن سے جدا کرنے میں آزاد ہے، اسے دہشت گرد کہنا...... خود دہشت گردی ہے اور اسکے مظالم پر چیخنا بہت بڑا گناہ ہے...... ان حالات میں فلسطین کے انسان کیا کریں؟ ان کی آہیں اور چیخیں ان کے گلوں میں دبائی جا رہی ہیں، آج ان چیخوں کی المناک بازگشت بڑے شہروں میں سنائی گئی ہے جو یقیناً غم میں ڈالنے والی ہے...... جب بازگشت کے غم کا عالم یہ ہے تو اصل چیخوں کا درد کتنا ہوگا؟ کاش! اس کا اندازہ پہلے لگا لیا ہوتا یا کم از کم اب لگا لیا جائے کیونکہ...... ابھی کچھ فلسطینی زندہ ہیں۔

افغانستان کے مختلف علاقوں میں گرنے والے کروز میزائیل اور سوڈان میں دوا ساز کمپنی کو زمین بوس کرنے والے میزائلوں سے کچھ نقصان تو ہوا ہوگا......

پہلی دنیا کے نہ سہی تیسری دنیا کے کچھ انسان تو ان میزائلوں کا شکار بنے ہوں گے، ان نوجوانوں کے لاشے جب ان کی ماؤں کے سامنے پہنچے ہوں گے تو ان کے دل میں بھی کسی غمزدہ امریکی ماں کی طرح درد اٹھا ہوگا، بعض بہنیں اپنے بھائیوں کی لاشیں دیکھ کر چیخ بھی پڑی ہوں گی...... کروز میزائیل بھی آگ، لوہے اور بارود سے بنتے ہیں اور جنہیں لگتے ہیں ان کے ٹکڑے بکھیر دیتے ہیں، ان میزائلوں نے لوگوں کی جو چیخیں دبا دی تھیں...... آج ان کی بازگشت صاف سنائی دے رہی ہے پہلی چیخیں چونکہ دہشت گرد کہلانے والے افراد کی تھیں، اس لئے انہیں ذرائع ابلاغ پر کوریج نہیں مل سکی...... مگر ان چیخوں کی بازگشت پُرامن شہریوں کے حلق سے بلند ہو رہی ہے...... چنانچہ دنیا بھر کا میڈیا ان چیخوں کے درد اور غم کو دنیا میں بانٹ رہا ہے......

مختصر یہ کہ یہ چیخیں نئی یا انوکھی نہیں ہیں، آج دنیا نے ان چیخوں کی شدت کو محسوس کیا ہے...... یہ بات انسانیت کے لئے ایک نیک فال ہے...... اللہ کرے آج کے کھلے کانوں کو کشمیر، چیچنیا اور افغانستان کے مظلوم انسانوں کی چیخیں بھی سنائی دینے لگیں...... تب دنیا میں امن قائم کرنا اور پھر اس امن کی حفاظت کرنا آسان ہو جائے گا......

امریکا کو چاہئے کہ وہ اس آسمانی تنبیہ پر بپھرنے کی بجائے ٹھنڈے دل سے غور کرے اور اپنے ہم وطن پیاروں کی لاشیں گننے کے ساتھ ساتھ اپنے ماضی کے ریکارڈ میں دوسروں کے پیاروں کی وہ لاشیں بھی گن لے جن لاشوں کی آہوں نے آج کے روشن دن کو سیاہ کر دیا ہے۔ امریکا کو چاہئے کہ دہشت کی بجائے محبت کے راستے پر چلے اور دوسروں کو بھی باعزت زندہ رہنے کا حق دے۔ وہ اگر اسلامی مقدسات اور اسلامی ممالک میں اپنی من مانی کرتا رہا تو یہ بات کسی کے بھی مفاد میں

نہیں ہے...... اسلامی ممالک میں وہاں کے عوام کی مرضی سے آنے والی اسلامی حکومتیں امریکا کے لئے خطرناک نہیں ہیں مگر یہودیوں کے اشارے پر امریکا ان ممالک میں اسلامی تحریکوں کو کچلتا ہے...... حالانکہ یہ سراسر ظلم ہے اور ہر ظلم اپنا برا انجام ضرور رکھتا ہے۔

ورلڈ ٹریڈ سینٹر اور پینٹا گون میں تباہی مچانے والے افراد خود امریکی تحقیق کے مطابق اب اس دنیا میں نہیں ہیں اور تو اور ان کے جسم بھی اس کارروائی میں کام آ چکے ہیں...... امریکا اب اگر پھر اسلامی ممالک کا رخ کرتا ہے اور بے گناہ مسلمانوں کو نشانہ بناتا ہے تو یہ بات خود اس کے مفاد میں بھی نہیں ہے...... اور یہ چیز دنیا کو وہاں لے جا سکتی ہے جہاں شاید یہ دنیا اپنا وجود تک کھو بیٹھے گی...... مسلمانوں کے لئے دنیا کا ختم ہو جانا کسی پریشانی کا باعث نہیں ہے کیونکہ وہ آخرت کے حساب سے ڈرنے کے باوجود آخرت کو دنیا سے بہتر اور موت کو زندگی سے افضل سمجھتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ آج وسیع پیمانے پر انتقامی کارروائی کی تیاریاں جاری ہیں۔ اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ مکمل صراحت کے ساتھ ان تیاریوں کا تذکرہ کر رہے ہیں، لیکن یہ بات شاید نہیں سوچی جا رہی کہ ہر انتقام کا پھر ایک اور انتقام ہوتا ہے...... تو پھر انتقام کی آگ بھڑکانے سے کونسا امن آ جائے گا؟ بلکہ سچ یہ ہے کہ گھر میں بیٹھے ہوئے لوگ پُرامن ہوتے ہیں لیکن جب انہیں زبردستی بے گھر کر دیا جائے تو پھر وہ بے شمار گھروں کو اجاڑتے ہیں۔ خود سوچئے کہ اگر بالفرض طیاروں کو ٹکرانے والے افراد عرب مسلمان تھے تو انہیں کس چیز نے اس انتہائی حرکت پر مجبور کیا؟ کیا اپنی جان کو جوانی کے عالم میں اس طرح سے ٹکرا کر ختم کر دینا کوئی آسان شغل ہے؟

امریکا اگر یہودیوں کی عینک اتار کر دیکھے تو اسے اپنی یہ بات بے وزن

نظر آئے گی کہ مسلمانوں کے کچھ انتہاء پسند لیڈر مسلمان نوجوانوں کو ہر کافر کے قتل کرنے کا سبق پڑھاتے ہیں؟ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ہندو انڈیا میں بھی رہتے ہیں اور نیپال میں بھی لیکن مجاہدین صرف انڈیا سے لڑتے ہیں کیونکہ اس نے کشمیر میں ظلم کی آگ کو گرم کر رکھا ہے...... اگر لڑائی ہر ہندو سے ہوتی تو پھر نیپال میں بھی ہوتی اور پاکستان میں بھی...... کیونکہ ہندو یہاں بھی بستے ہیں...... نیپال مسلمانوں کا ملک نہیں ہے لیکن وہاں مسلمانوں کی طرف سے کسی طرح کی تخریبی کارروائی کیوں نہیں ہوتی......؟ آسٹریلیا اور کینیڈا بھی عیسائی ممالک ہیں لیکن وہاں آج تک کسی کارروائی کی خبر نہیں پڑھی گئی؟

بات بالکل واضح ہے، یہودی اس وقت امریکا کو استعمال کر رہے ہیں اور ان کا مقصد صرف مسلمانوں کا نہیں بلکہ امریکا کا خاتمہ بھی ہے...... وہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت تبھی بن سکتے ہیں جب دنیا میں نہ مسلمان رہیں اور نہ امریکا...... چنانچہ وہ امریکا کو مسلسل ایسی کارروائیوں پر ابھارتے رہتے ہیں جن کی وجہ سے امریکا کے خلاف ہر طرف نفرت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور پھر امریکا کے شہریوں کو اس نفرت کا شکار رہنا پڑتا ہے...... اب اگر پھر امریکا کچھ لوگوں کو بے گھر کرے گا اور کچھ کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے گا تو اس کے خلاف نفرت کا الاؤ اور زیادہ تیز ہو جائے گا...... اور ایک ایسا ملک جہاں پوری دنیا کی تباہی کا سامان رکھا ہوا ہے، اپنے خلاف انتقام کی آگ بھڑکا کر دنیا کو سلامتی کی ضمانت کس طرح دے سکتا ہے؟

انسانوں کی بنائی ہوئی حفاظتی تدبیریں ہمیشہ مکڑی کا جالا ثابت ہوتی ہیں اور جب کوئی مرنے پر آ جائے تو موت اس کے ساتھ اپنا دامن پھیلا کر رقص کرتی ہے...... تب ہزاروں لاکھوں لوگ موت کے دامن تلے آ جاتے ہیں...... امریکا کو

یہ بات سمجھنی چاہئے کہ اس کے دشمن وہ چند افراد نہیں ہیں جن کا وہ نام لیتا رہتا ہے بلکہ اس کے اصل دشمن اس کے وہ اقدامات ہیں جو وہ یہودیوں کے کہنے پر اٹھاتا ہے...... یہ اقدامات امریکا سمیت ساری دنیا کو تیزی سے تباہی کی طرف لے جا رہے ہیں اب موقع ہے کہ امریکا اپنی آنکھوں کو کھولے، اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے اور ان کارروائیوں سے دریغ کرے جو سوائے وسیع تباہی کے اور کوئی نتیجہ نہیں دے سکتیں......

آج کے اخبارات بتا رہے ہیں کہ امریکی حملہ افغانستان پر ہوگا بلکہ آج کل میں ہوا چاہتا ہے...... افغانستان پر پہلے بھی ایک چھوٹا امریکی حملہ ہو چکا ہے...... اور ماضی میں کئی بڑی طاقتیں وہاں پنجہ آزمائی کر چکی ہیں، اچھا یہ ہوگا کہ اس ملک پر حملہ کرنے سے پہلے...... ماضی کی تاریخ کو...... دل کی آنکھوں سے...... پڑھ لیا جائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چنگاریوں کا پیغام

موجودہ حالات تشویشناک ضرور ہیں مگر خوفناک ہرگز نہیں۔ بعض لوگ حیران ہیں کہ مجاہدین ان دنوں میں کہاں چلے گئے......؟ وہ منظر عام پر کیوں نہیں آرہے......؟ بات صاف ہے، نمازی وہ ہوتا ہے جو نماز پڑھے، حاجی وہ ہوتا ہے جو حج کرے، اسی طرح مجاہد وہ ہوتا ہے جو جہاد کرے، اور جہاد کا شرعی معنیٰ ہے "قتال فی سبیل اللہ" یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑنا...... ابھی لڑائی تو ہے نہیں اس لئے مجاہد واضح طور پر نظر نہیں آرہے۔ اس وقت تو احتجاج ہے تشویش ہے اور غیر یقینی صورت حال ہے...... اور ان تمام چیزوں میں مجاہدین بھی امت مسلمہ کے ساتھ کندھا ملا کر چل رہے ہیں اور جو لوگ مجاہدین کے مزاج، طبیعت اور انداز کو سمجھتے ہیں، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان حالات میں مجاہدین کو کیا کرنا چاہئے۔ کیا اس بات کا کہیں دور دور تک امکان ہے کہ مجاہدین موجودہ حالات سے غافل رہیں گے؟ وہ جو دور بیٹھے دشمن کو ظلم کرتا نہیں دیکھ سکتے، وہ دشمن کو اپنی گردن پر سوار کرنے کی کس طرح سے حمایت کر سکتے ہیں؟ وہ جو جان دینے کے لئے ہر وقت بے قرار رہتے ہیں، کس طرح سے غلامی کا طوق گلے میں ڈال سکتے ہیں؟ وہ جنہوں نے امت مسلمہ کو "سبیلنا سبیلنا الجہاد الجہاد!" کا نعرہ ایک بار پھر سکھایا ہے، خود کس

طرح اس نعرے سے دستبردار ہو سکتے ہیں؟

البتہ مجاہدین کو اس بات کا اطمینان ہے کہ فیصلہ اسلام کے حق میں ہوگا اور وہ ایمان والے ضرور غالب رہیں گے جو اپنے ایمان پر قائم رہیں گے۔اسی طرح مجاہدین کو اس بات کا بھی اطمینان ہے کہ اسلام پر عمل کرنے والے، اسے زمین پر نافذ کرنے والے اور اس کی خاطر قربانیاں دینے والے بے چارہ نہیں ہیں جنہیں کوئی بھی جنگل سے نکل کر کھا جائے۔قرآن کے محافظ کا خود قرآن محافظ بنتا ہے اور شریعت کا دم بھرنے والوں کا دم بہت مضبوط اور طاقتور ہوتا ہے۔کاغذوں کے رجسٹر اور انٹرنیٹ کی اسکرین پر طاقت کے اعداد و شمار کو تولنے والوں کو اس بات کا حق ہے کہ وہ خوب ڈریں اور خوف کی وجہ سے تھر تھر کانپیں...... کیونکہ انہیں بعض فانی طاقتیں لافانی اور ناقابل تسخیر نظر آتی ہیں...... لیکن جو کاغذی رجسٹروں اور انٹرنیٹ کی اسکرین کو نہیں پڑھتے...... بلکہ قرآن مجید سے روشنی حاصل کرتے ہیں......ان کی دنیا ہی کچھ اور ہوتی ہے۔انہیں حالات کا ناقابل تسخیر سمجھا جانے والا طاغوتی لشکر حضرت داؤد علیہ السلام جیسے کم سن بچے......اور تین سو تیرہ نہتے کمزوروں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوتے نظر آتا ہے...... (بعض تفسیری روایات کے مطابق نہر سے پار ہونے کے بعد حضرت طالوت کے لشکر میں تین سو تیرہ مجاہد باقی رہ گئے تھے۔از مرتب) انہیں غزوۂ احزاب کے دن مشرکین کا مشترکہ لشکر ہائے ہائے کرتا ہوا محاذ چھوڑ کر بھاگتا نظر آتا ہے......انہیں صاحب حکمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے میدان میں تین سو تیرہ نہتے اور کمزور مسلمانوں کے ساتھ مل کر ابوجہل کے کیل کانٹے والے لشکر سے فتح مند ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔انہیں نمرود کا طمطراق اللہ تعالیٰ کی ادنیٰ مخلوقوں کے ذریعے مٹتا ہوا نظر آتا ہے......انہیں ہاتھی والا لشکر ابابیل جیسے کمزور پرندے کے سامنے روندا ہوا بھوسہ نظر آتا ہے۔

یہ قرآنی نقشے بالکل سچے اور زندہ ہیں اور یہ خوبصورت نقشے سورۂ فاتحہ سے لے کر سورۃ والناس تک ترتیب کے ساتھ ایک مسلمان کی اس طرح سے ذہن سازی کرتے ہیں کہ اس کے دل سے اللہ تعالیٰ کے سوا ہر کسی کا خوف نکل جاتا ہے......قرآن مجید کے یہ نقشے مسلمانوں کو یہ بات بھی سکھاتے اور سمجھاتے ہیں کہ وہ اس طرح کے حالات میں دو کام ضرور کریں۔

پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا یقین اور شوق دل میں بھر لیں تب وہ خود ایک بہت بڑی طاقت بن جائیں گے۔دیکھئے! قرآن مجید ہمیں بتا رہا ہے کہ جب حضرت طالوت کا لشکر جالوت کے طوفانی اور طاغوتی لشکر کے سامنے پہنچا تو کمزور لوگ کہہ اٹھے:

"لا طاقة لنا اليوم بجالوت وجنوده"

ترجمہ: ''آج ہمارے اندر جالوت اور اس کی فوجوں سے ٹکرانے کی طاقت وقوت موجود ہی نہیں ہے''۔

یہ لوگ جھوٹے نہیں تھے، وہ اپنی آنکھوں سے یہی دیکھ رہے تھے اور واپس بھاگ جانے کو حکمت سمجھ رہے تھے مگر قرآن مجید انہیں ظاہری طور پر سچا ہونے کے باوجود حق پر نہیں مانتا، کیونکہ ان لوگوں نے دنیا کی ایک بڑی طاقت کو دیکھ کر دنیا کی سب سے بڑی حقیقت کو بھلا دیا تھا......اور انسان اکثر یہ غلطی کرتا رہتا ہے......دنیا کی سب سے بڑی حقیقت اللہ تعالیٰ کا وجود اور اس کی طاقت وقدرت ہے......یہی حقیقت لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر سے لے کر ہر ذکر اور عبادت میں دہرائی جاتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ جالوت کا لشکر بہت بڑا تھا، یہ بھی درست کہ حضرت طالوت کا لشکر اس کے مقابلے میں آٹے میں نمک کی طرح تھا اور یہ بھی صحیح کہ

دونوں لشکروں میں مقابلے کا ظاہری نتیجہ حضرت طالوت کے لشکر کا مکمل خاتمہ تھا...... لیکن اس موقع پر مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہ سوچنا بھی ضروری تھا کہ جالوت کا لشکر بہت طاقتور سہی...... مگر وہ اللہ تعالیٰ کی طاقت سے بڑھ کر نہیں ہے...... اور یہ سوچنا بھی ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ کی قوت اور طاقت ایمان والوں کے ساتھ ہوتی ہے...... مگر عام لوگ یہ باتیں نہ سوچ سکے اور انہوں نے پسپائی کو حکمت جانا اور ''لا طاقۃ لنا'' (ہمارے پاس طاقت نہیں) کا شور مچا دیا کہ ہم طفل ناتواں، یا نوزائیدہ بچے کی طرح ہیں۔ اس وقت ہمیں جالوت جیسے ناقابل شکست پہلوان کے ساتھ ٹکر نہیں لینی چاہیے۔

قرآن مجید بتاتا ہے کہ ان لوگوں کے اس واویلے کے درمیان چند لوگ اٹھے اور انہوں نے قوم کو سہارا دیا اور طاقت کے خوف سے تھر تھر کانپنے والے مایوس لوگوں کو وہ حقیقت یاد دلائی جو ہر مرض کا علاج اور ہر غم کا مداوا ہے...... انہوں نے یاد دلایا کہ اللہ بھی موجود ہے...... جالوت جالوت اور صرف جالوت...... کا شور مچانے والو......! اللہ تعالیٰ بھی موجود ہے اور وہ ماضی میں کئی بار کمزور لوگوں کو طاقتور افراد پر فتح دے چکا ہے...... جالوت کا رعب، اسکی طاقت اور اس کا غصہ اپنی جگہ، لیکن وہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر تو نہیں ہے...... قوم نے جب اپنی توجہ ان دیوانوں کے یاد دلانے پر جالوت کی طاقت سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کی طرف کی تو ان کے دلوں سے بزدلی کی چربی پگھل گئی...... قوم کو یہ بھولا ہوا سبق یاد دلانے والے کون تھے؟ قرآن مجید بتاتا ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جنہیں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا یقین تھا اور وہ اس ملاقات کا شوق رکھتے تھے۔ جب ہر کسی نے جانا ہی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے تو پھر کیوں کسی سے ڈریں؟ کیوں کسی سے گھبرائیں؟ ہم اللہ تعالیٰ کے ہیں...... یہاں بھی اور وہاں بھی...... اور وہ بھی ہمارا ہے۔

یہ تو تھا پہلا کام کہ موجودہ حالات میں کامیابی سے سرخرو ہونے کیلئے ضروری ہے کہ حکمرانوں سمیت ساری قوم اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا یقین اور شوق دل میں بھر لے اور موت سے بھاگنے کی بجائے موت کے پیچھے بھاگے، کیونکہ موت ہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوگی اور اس کا دیدار بھی ان شاء اللہ نصیب ہوگا...... دل میں موت کی امنگ کا پیدا ہو جانا ہمارے رعب کو وہاں تک پہنچا دے گا جہاں پر ہماری تباہی کے لئے سازشیں ہو رہی ہوں گی...... کاش! قوم کو صلح حدیبیہ یاد دلانے والے اس بات کو بھی یاد رکھتے کہ صلح حدیبیہ تب ہوئی تھی جب چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ پر موت کی بیعت کر لی تھی۔ موت کے اس والہانہ شوق نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے رعب کو اس مکہ تک پہنچا دیا تھا جہاں انہیں گھیرنے، مارنے اور دبانے کی سازشیں ہو رہی تھیں...... تب اہل مکہ خود سر کے بل چل کر آئے اور صلح کے لئے جھک گئے...... بے شک صلح کے لئے جھکے ہوئے کافروں سے صلح کرنا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے، لیکن گردن کاٹنے کی دھمکیاں دینے اور برباد کر دینے کا اعلان کرنے والوں کے سامنے جھکنا کسی مسلمان کا شیوہ نہیں ہو سکتا...... اور اس جھکنے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بتانا اپنے دل کو دھوکا دینا ہے۔ اللہ کرے حکمرانوں کو اور قوم کو یہ بات سمجھ آجائے۔ وہ موت کی بیعت کریں پھر ان شاء اللہ صلح حدیبیہ جیسے حالات ضرور پیدا ہو جائیں گے...... لیکن اگر دور سے بیٹھ کر ڈرانے اور دھمکانے والوں سے ڈر کر انہیں اپنی گردن پر سوار کر لیا گیا تو پھر کیا خیال ہے؟ گردن پر بیٹھ کر وہ ڈرانے دھمکانے سے باز آجائیں گے؟ یا ہم انہیں اپنی گردن پر بٹھا کر اتنے طاقتور ہو جائیں گے کہ انہیں گردن سے اتار سکیں؟

ان حالات میں دوسرا کام یہ ہے کہ اپنی آزادی، غیرت، مفادات اور قومی تشخص کو مقدم رکھا جائے اور ان چھوٹے چھوٹے مفادات کی طرف توجہ نہ دی جائے جو آزادی کی نعمت کو برباد کرنے والے ہوں۔ حضرت طالوت کا لشکر جب آزادی حاصل کرنے کے لئے جالوت کی طاغوتی طاقت سے لڑنے جا رہا تھا تو راستے میں پانی کا ایک میٹھا دریا آ گیا۔ قوم کے کئی افراد اس کی طرف دوڑنے لگے کیونکہ جنگل و بیابان میں سفر کے دوران پانی کا ملنا پوری قوم کے لئے طاقت و توانائی کا ذریعہ تھا، مگر امیر کی طرف سے اس پانی کے استعمال پر پابندی لگ گئی، کیونکہ یہ پانی نہیں، ایک امتحان تھا جو سچے اور جھوٹے جذبوں کے درمیان فرق کرنے کے لئے مسلط کیا گیا تھا۔ پیٹ کے پجاری اس پانی پر ٹوٹ پڑے اور وہیں گر کر رہ گئے جب کہ صبر کرنے والے لوگوں نے سوچا کہ پہلے آزادی ملنی چاہئے پھر زمین کے سارے دریا اپنے ہوں گے۔ وہ پانی کو چھوڑ کر چلے گئے ...... تب زمین کا پانی ان کی سلطنت کا حصہ بن گیا ...... آج ایک طرف اسلامی تشخص اور آزادی ہے اور دوسری طرف آئی ایم ایف، ورلڈ بینک کے قرضوں کی معافی اور پابندیوں کے ہٹائے جانے کا پانی ہے۔ ۱۹۴۷ء میں قوم نے آزادی کا جو سفر شروع کیا تھا، اب وہ سفر خطرات سے دوچار ہے اور ملک دوسری بار ایک شدید بحران کی طرف دوڑ پڑا ہے۔ ان حالات میں قرضوں کا پانی پیا جائے یا آزادی کا تحفظ کیا جائے؟ ہر شخص یہ بات اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔

قرآن مجید کے سمجھائے ہوئے ان دونوں کاموں پر عمل کرتے ہوئے جب حضرت طالوت کا لشکر جالوت کے طاغوتی لشکر کے سامنے پہنچا تو ان کی زبانوں پر دعائیں جاری تھیں اور پھر تھوڑی ہی دیر میں اس وقت کی دنیا کا نقشہ یکسر تبدیل ہو گیا ...... یعنی طالوت کے لشکر کے ایک کمسن بچے حضرت داؤد نے جالوت جیسے سرکش طاقتور کو مار گرایا ...... اور اس کا پورا لشکر شکست سے دوچار ہو گیا۔ اس

موقع پر قرآن مجید فرماتا ہے:

"وقتل داؤد جالوت وآتاه الله الملك والحكمة"۔

ترجمہ: ''حضرت داؤد نے جالوت کو قتل کیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بادشاہت اور حکمت عطاء فرمائی''۔

بات بالکل واضح ہو گئی کہ کمزوروں کے لئے آزادی کا نسخہ جھکنا نہیں، ڈٹ جانا اور لڑنا ہے ...... اور اسی سے حکمت نصیب ہوتی ہے، ورنہ ڈر سے تھر تھر کانپنے والا آدمی تو صحیح طرح سے سوچ بھی نہیں سکتا اور نہ درست فیصلہ کر سکتا ہے۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے ہمیں یقین ہے کہ ان شاء اللہ امارت اسلامیہ افغانستان محفوظ رہے گی اور مزید ترقی کرے گی۔ وہ ملک جس پر قرآن و شریعت کا سایہ ہو، کس طرح سے منٹوں میں مٹایا جا سکتا ہے؟ افغانستان میں مسلمانوں کی منظم جماعت طالبان موجود ہے اور حدیث شریف کے مطابق جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے ...... کیا دنیا میں کوئی ایسی طاقت بھی موجود ہے جو اللہ تعالیٰ کی تائید اور اس کے ہاتھ سے زیادہ طاقتور ہو؟ ...... ہرگز نہیں! ...... جب ایسا ہے تو پھر خوف کیسا؟ لیکن تشویش بہر حال موجود ہے اور وہ اس بات کی ہے کہ ہماری مسلمان قوم مجموعی طور پر غلط فیصلہ نہ کر بیٹھے اور آپس کی کسی لڑائی کا شکار نہ ہو جائے۔ ہم اب بھی پاکستان کے حکمران طبقے سے اس بات کی توقع رکھتے ہیں کہ وہ عزم اور ہمت کا ثبوت دے۔ امریکہ پر ہونے والے حالیہ حملوں میں پاکستان کی حکومت یا اس کا کوئی فرد ملوث نہیں ہے؟ جب آپ کا دامن اس حملے سے صاف ہے تو پھر گھبرانے، جھکنے یا ڈرنے کی کیا بات ہے؟

جہاں تک معاملہ ہے انڈیا کا، تو اگر وہ امریکا کو اڈے دیتا ہے تو یقین کیجئے! یہ بات خود اس کے لئے تباہی و بربادی کا باعث بن جائے گی اور اسے اس ظلم میں اعانت کی سخت سزا بھگتنی پڑے گی۔ ہم جانتے ہیں کہ ہماری حکومت اس وقت سخت الجھن کا شکار ہے لیکن یہ معاملہ جھکنے سے نہیں، سیدھا کھڑا رہنے سے حل ہوگا۔ زندگی موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور مسلمان کافروں کے ہاتھ سے مر کر شہید ہی ہوتا ہے...... امید ہے کہ حکومت ٹھنڈے دل کے ساتھ اس معاملے پر غور کرے گی...... اور طالبان انتظامیہ کے ساتھ مل کر اس معاملے کا کوئی بہتر حل ڈھونڈے گی...... اب تک اس معاملے پر جو احتجاج ہوا ہے یہ وہ چھوٹی چنگاریاں ہیں جن کے پیچھے بے تاب منتظر شعلے بھڑک رہے ہیں...... اس وقت احتجاج کرنے والوں کا فیصد گننے کی بجائے قومی اتفاق پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

یا اللہ! پاکستان، افغانستان اور پوری اُمت مسلمہ کی حفاظت فرما...... اور ہم سب کی بہترین رہنمائی فرما...... اور ہمارے معزز حکمرانوں کو توفیق عطا فرما کہ وہ احتجاجی چنگاریوں کے پیغام کو سمجھیں...... اور خانہ جنگی کی اس منحوس آگ سے قوم کو بچالیں جسے یہودی بھڑکانا چاہتے ہیں...... ۔

یا اللہ! اپنی رحمت سے اس آگ کو انہیں کی طرف منتقل فرما دے۔ آمین

> اس مضمون میں جس خدشے کا اظہار کیا گیا وہ درست نکلا اور ہماری حکومت نے اپنا کندھا امریکا کو فراہم کیا اور طالبان کی حکومت کو ختم کرنے میں اس کی اس قدر معاونت کی کہ خود امریکی صدر کو اعتراف کرنا پڑا کہ ہم پاکستانی حکومت کی مدد کے بغیر یہ کام نہیں کر سکتے تھے۔
>
> والی اللہ المشتکی ۔ ۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقالاتِ رحمانی: ایک اور صدقۂ جاریہ

ایک مسلمان کے لئے انتہائی خوش نصیبی کی بات ہے کہ اسے نیک اور صالح والدین، باکمال اور مشفق اساتذہ، جانباز و وفادار رفقاء اور دین کے کام کے لئے موزوں میدان مل جائے۔

بچپن میں پاکیزہ دینی ماحول، جوانی میں اچھی صحبت اور دین کے کاموں کی توفیق اور کہولت میں اپنے دینی کاموں کے ثمرات کا نظر آنا بھی بہت بڑی سعادت ہے...... جرأت مند دل، نہ تھکنے والا جسم، اللہ تعالیٰ کے سامنے رونے والی آنکھیں اور معاملات کو سمجھنے والا دماغ...... یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں۔ مزاج میں استغناء اور غیرت، دل میں دین کی کڑھن اور عزائم میں بلندی اور دنیا سے بے رغبتی کا ہونا بھی خوش بختی کی دلیلیں ہیں۔ راستے میں آنے والی رکاوٹوں کا ہٹ جانا، دینی کاموں کے لئے مناسب افراد اور وافر اسباب کا مہیا ہو جانا...... اور پھر انہیں کامرانیوں کے بیچ انسان کا دنیا کے قید خانے کو باعزت چھوڑ جانا...... یہ وہ نعمتیں ہیں جو کسی کسی کو ہی نصیب ہوتی ہیں۔

اس معیار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس وقت میری آنکھوں کے سامنے خوبصورت، خوب سیرت، باوقار، پُر اعتماد، کامیاب و کامران...... اور ہر میدان

میں سرفراز ایک نورانی شخصیت کا سراپا ہے۔

جی ہاں! حضرت مولانا عبدالرحمٰن کیمل پوری رحمہ اللہ کے فرزند، حضرت محدث العصر مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے داماد و جانشین، حضرت مولانا فقیر محمد پشاوری رحمہ اللہ کے خلیفۂ ارشد، حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ، حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمہ اللہ، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کے نیاز مند رفیق سفر، جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے مہتمم، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور سواد اعظم اہل سنت کے نائب امیر، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ، متحدہ سنی محاذ کے سربراہ، بنوری ٹرسٹ اور دیگر کئی اداروں کے بانی، ہزاروں علماء اور درجنوں مفتیوں کے استاذ، مجاہدین کے بے باک و بے لوث سرپرست، امام اہل سنت، مجاہد اسلام، حضرت اقدس مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب نور اللہ مرقدہ کا پُرنور چہرہ میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ آپ آج اس دنیائے فانی میں نہیں ہیں لیکن آپ کے علمی نقوش کی اشاعت کے اس موقع پر آپ کی یاد اور آپ کے کارنامے دلِ غمگین کو یاد آرہے ہیں اور آپ کے جانے کے بعد پیدا ہونے والا خلاء آنکھوں کے ساتھ ساتھ دلوں کو رُلا رہا ہے۔

آپ کے صاحبزادے برادر محترم مولانا عزیز الرحمٰن حفظہ اللہ تعالیٰ نے ''مقالات رحمانی'' کے نام سے آپ کے بعض مقالات و خطبات کو جمع کرنے کی سعی مشکور کی ہے۔ ان مقالات پر ایک عقیدت و احترام بھری نگاہ ڈالنے سے پہلے آپ کی مبارک و معطر زندگی کے بعض گوشوں پر ایک رشک بھری نظر ڈالنے کو جی چاہتا ہے۔

خوش بختی کی بہاریں:

آپ پر خلاق کائنات کی فیاضیاں دیکھئے کہ آپ کو حضرت حکیم الامت

تھانوی رحمہ اللہ کے صحبت یافتہ والد ...... اور اپنے دور کی رابعہ بصری کہلانے والی والدہ ملیں اور جب آپ نے آنکھ کھولی تو مظاہر العلوم سہارنپور کی کیمیا اثر فضاء و ماحول آپ کے استقبال کے لئے موجود تھا۔ سہارنپور کے اس علمی، عملی اور روحانی مرکز کا نور آج جس طرح چمک رہا ہے اس سے اس کے تابناک ماضی کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ کسی نے اس ماحول کی نورانی جھلک کو دیکھنا ہو تو برکۃ العصر حضرت مولانا محمد زکریا محدث کاندھلوی ثم المدنی رحمہ اللہ کی آپ بیتی پڑھ کر دیکھے۔ حضرت اقدس مفتی ولی حسن صاحب نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ اس ''آپ بیتی'' کو عمل کے لئے پڑھنے والے آدھے ولی بن جاتے ہیں اور باقی آدھی ولایت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی ''تربیت السالک'' پڑھ کر حاصل کی جاسکتی ہے۔

حضرت مفتی صاحب کی یہ بات کچھ شرائط اور اصولوں کے ساتھ سو فیصد حقیقت پر مبنی ہے کیونکہ یہ دونوں کتابیں قرآن وسنت میں بیان کردہ طریق اصلاح کا خلاصہ ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث کی آپ بیتی انسان کی انگلی پکڑ کر اسے چلنا سکھاتی ہے، اصلاح اور کامیابی کی راہیں بتاتی ہے، عقیدے اور عمل کا رخ متعین کرتی ہے، صحبت صالحین کی افادیت سمجھاتی ہے اور موجودہ دور کی مادیت پرستی سے خوبصورتی کے ساتھ بچ نکلنے کے طریقے بتاتی ہے۔ پھر راستے میں جو مشکلات، کھائیاں، گڑھے اور گھاٹیاں آتی ہیں ان کے بارے میں تربیت السالک کے مضبوط حصار بہت کام آتے ہیں اور قدم قدم پر ٹھوکریں کھانے سے بچاتے ہیں۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ آپ بیتی تصوف کے دارالعلوم کا دورۂ حدیث اور تربیت السالک اس کا تخصص ہے۔ پھر یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے کہ اہل اللہ کا اثر ارض اللہ (زمین) پر پڑتا ہے۔ سہارنپور اور کاندھلہ اہل اللہ کا مسکن رہے اور یوں یہ زمین نور اور برکت سے بھر گئی۔

حضرت مفتی احمد الرحمٰن نے اسی پاکیزہ ماحول میں آنکھیں کھولیں اور پھر ان کے دل ودماغ پر یہاں کے فیوض وانوارات نقش ہوتے چلے گئے...... آپ کو جس نے بھی دیکھا ہے وہ یہی کہتا ہے کہ آپ قولاً فعلاً، مسلکاً، مشرباً...... اور مزاجاً اپنے اکابر اہل حق کا چلتا پھرتا نمونہ تھے...... شیخوپورہ کے ایک مکان کی وہ مجلس ہرگز نہیں بھلائی جاسکتی جس میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ نے حضرت مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی رحمہ اللہ کی موجودگی میں ارشاد فرمایا تھا کہ: حضرت مفتی احمد الرحمٰن میدان تصوف کے بھی بادشاہ ہیں، مگر انہوں نے خود کو پردوں میں چھپا رکھا ہے۔ حضرت مفتی احمد الرحمٰن کے بارے میں یہ انکشاف سننے والوں کے لئے بالکل نیا تھا، کیونکہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نہ تو پیری مریدی کرتے تھے اور نہ اس وقت تک کوئی باقاعدہ مجلس اصلاح کراتے تھے، وہ اپنے ان کاموں میں مگن تھے جن کاموں کی مصروفیات، الجھنیں اور مجبوریاں انسان کو اتنی فرصت ہی نہیں دیتیں کہ وہ سر اٹھائے اور لوگ ظاہری نظر سے اس کی شان اور مرتبے کو پہچان سکیں۔ پھر ہمارے ہاں بزرگ اس کو سمجھا جاتا ہے جس کے گرد مریدوں کا جمگھٹا رہے، جس کی کرامات کا ہر سو چرچا ہو، جو تعویذات کا ماہر ہو اور جس کی بزرگی خود اس کی اپنی زبان بیان کرتی ہو...... اس عوامی پیمانے سے ہٹ کر بھی دیکھا جائے تو ہمارے معاشرے میں ان لوگوں کو بزرگ نہیں سمجھا جاتا جن کا فیض پیری مریدی کے مبارک طریقے سے ہٹ کر پھیل رہا ہو۔ علم پڑھانے والے، میدان جہاد میں رب کی خوشنودی کے مزے لوٹنے والے، دین کی خاطر ماریں اور مشقتیں برداشت کرنے والے...... اور اسلامی تحریکوں کو زندگی اور گرمی فراہم کرنے والے...... عام طور سے ہمارے ہاں بزرگ یا ولی نہیں سمجھے جاتے۔

حضرت حکیم العصر مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کے ان جملوں

نے مجلس میں موجود ہم چند طالب علموں کو سوچنے اور سمجھنے کا ایک نیا راستہ دکھایا جو یقیناً ہمارے لئے مفید رہا اور اس کے بعد جب بھی ہم نے ان جملوں کی روشنی میں حضرت مفتی احمد الرحمٰن رحمہ اللہ کو دیکھا تو ان جملوں کی صداقت بے ساختہ دل میں اترتی گئی، ورنہ اس سے پہلے معاشرے کے عام رجحان کے مطابق ہم حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو مشفق استاد، موثر خطیب، پُر اعتماد منتظم، اور بہادر رہنما ضرور مانتے تھے لیکن ہم نے انہیں اس نظر سے کبھی دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی کہ وہ معرفت کے کس اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ یہ ہماری کوتاہ بینی، کم اندیشی اور غفلت تھی۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ نے ہماری آنکھوں کو کھول دیا...... سچ ہے کہ اکابر کے بعض جملے بڑے بڑے امراض کا علاج کر دیتے ہیں۔ علاج کے اس مرحلے سے گزر کر جب ہم نے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو دیکھا تو واقعی وہ بہت بڑے عارف باللہ اور شیخ طریقت نظر آئے۔ وہ سبق میں طلبہ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے جوڑنے کی انتھک کوشش فرماتے تھے۔ وہ خود عمل کا پیکر تھے اور ان کی خواہش تھی کہ ہر طالب علم اخلاص وعمل کے نور سے منور ہو جائے۔ بعد میں ہمیں اس کا بھی اندازہ ہوا کہ آپ تعلیم سے زیادہ تربیت پر زور دیتے تھے۔ چنانچہ آپ کے ہاں تعلیمی کوتاہی قابل برداشت تھی، لیکن عقیدے وعمل کی کوتاہی کو آپ ناقابل معافی جرم سمجھتے تھے۔

بات دور نکل گئی۔ تذکرہ سہارنپور کی روحانی فضاء کا ہو رہا تھا۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے اس ماحول میں ابتدائی پرورش پائی اور اسی ماحول میں قرآن مجید حفظ کیا۔ گویا کہ آپ کو سہارنپور کے علمی وروحانی ماحول سے دو تحفے ملے: تعلق مع اللہ اور کلام اللہ...... پھر آپ کی زندگی ان دونوں تحفوں کی حفاظت، اشاعت اور ترویج میں گزری۔ تعلق مع اللہ کا کچھ تذکرہ گزر چکا ہے جب کہ قرآن

مجید کے ساتھ آپ کے والہانہ تعلق کو دیکھنے والی ہزاروں آنکھیں بطور گواہ آج بھی کھلی ہیں۔ آپ رمضان المبارک کی راتوں میں طویل قیام فرمایا کرتے تھے، پہلے خود سنانے کا معمول تھا، پھر سکھر کے ایک بزرگ قاری محمد علی صاحب کو بطور خاص بلوایا کرتے تھے اور بنوری ٹاؤن کے دارالحدیث میں رات کا ایک معتد بہ حصہ قرآن مجید کے ساتھ گزارا کرتے تھے۔

یہ عجیب بات ہے کہ قرآن مجید کی برکت سے بعض لوگوں کو جب دین کے کاموں کی توفیق مل جاتی ہے تو وہ مصروفیت کا بہانہ بنا کر خود قرآن مجید سے غافل ہو جاتے ہیں لیکن حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے آخری دم تک قرآن مجید کے ساتھ اپنے والہانہ تعلق کو قائم رکھا، بلکہ جوں جوں آپ کی دینی مصروفیات بڑھتی گئیں، آپ کا شغف بالقرآن بھی بڑھتا گیا۔ غالباً آپ اس بات کے قائل تھے (اللہ کرے ہر دین کا خادم اس بات کا قائل ہو جائے) کہ تلاوت کلامِ پاک سے انسان کو وہ قلبی اور روحانی طاقت ملتی ہے جس کی بدولت دین کے تمام کام آسانی کے ساتھ کیے جا سکتے ہیں اور انسان غفلت، تکبر، عجب اور ان دوسری بیماریوں سے بھی محفوظ رہتا ہے جو دین کا کام کرنے والوں کو بسا اوقات لاحق ہو جاتی ہیں۔

آپ سن شعور کو پہنچے تو پاکستان تشریف لائے۔ آپ کا آبائی وطن چھچھ خود ایک بڑا علمی مرکز تھا۔ آج بھی یہ علاقہ پاکستان بھر میں دینی وعلمی خدمات کے حوالے سے ایک منفرد مقام اور شان رکھتا ہے، بلکہ تعجب اور خوشی کی بات یہ ہے کہ امریکا اور برطانیہ میں پاکستان کے جو مسلمان اپنے دین پر قائم ہیں ان میں بڑی تعداد اسی علاقے کے لوگوں کی ہے۔ قارئین جانتے ہیں کہ روزی کمانے کے لئے بیرون ملک جانے والے اکثر مسلمان اپنے دین سے غافل ہو چکے ہیں اور ان میں سے ایک بڑی تعداد نے تو یورپ اور امریکا کی غلاظت کو اپنے نامہ اعمال پر مَل لیا

ہے، لیکن ہندوستان میں سے صوبہ گجرات (خصوصاً ضلع سورت اور ضلع بھروچ) کے مسلمانوں نے اپنی دینی اور ایمانی شناخت اور اپنے سرمایہ ایمان کو کافی حد تک بچایا ہوا ہے، جب کہ پاکستان میں سے بیرون ممالک میں چھچھ کے علاقے کے لوگ کافی حد تک دین پر قائم ہیں...... اللہ تعالیٰ انہیں مزید استقامت عطاء فرمائے۔ یہ لوگ اپنا شاندار تاریخی پس منظر رکھتے ہیں اور اصل میں افغانی النسل ہیں۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے عمل ومزاج پر افغانستان کی اسلامی غیرت کی چھاپ صاف نظر آتی تھی۔

آپ نے ملک کے کئی دینی اداروں اور کئی نامور اہلِ علم سے استفادہ کیا اور بالآخر وہاں پہنچ گئے جہاں سعادتوں کا عروج آپ کا منتظر تھا۔ جی ہاں! آپ کو محدث العصر حضرت بنوری رحمہ اللہ کی شاگردی، صحبت، قربت، شفقت اور تربیت نصیب ہوگئی۔ گوہر جوہری کے ہاتھ آیا تو اس کے جوہر کھلنے لگے اور یوں آپ کو بہترین والدین، بہترین استاذ اور جامعۃ العلوم الاسلامیۃ جیسا بہترین میدان نصیب ہوگیا۔ یہ ادارہ بلاشبہ پاکستان کا دارالعلوم دیوبند بن کر ابھرا اور اس نے اُمت مسلمہ کی محرومیوں پر جس طرح سے مرہم رکھا وہ مستقل ایک تاریخ ہے۔ یہ ادارہ کردار ساز اور افراد ساز کارخانہ بن کر اہلِ اسلام کے دلوں کی دھڑکن بنا اور اس نے ہر میدان کے ایسے شہسوار پیدا کیے جن کی نظیر قریب کے دور میں ڈھونڈنا کافی مشکل کام ہے۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ اس ادارے کی جان تھے تو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ اس کے قالب، حضرت بنوری رحمہ اللہ اس کی بنیاد تھے تو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ اس کی ترقی، حضرت بنوری رحمہ اللہ اس کا آغاز تھے تو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ اس کا عروج، حضرت بنوری رحمہ اللہ اس کے بانی تھے تو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ اس کے محافظ ومالی...... بلاشبہ جب بھی اس عظیم

ادارے کی تاریخ لکھی جائے گی تو اس کے عروج کی داستان حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے تذکرے کے بغیر مکمل نہیں ہو سکے گی۔ بعد میں آنے والا ہر شخص اپنے پہلے والے کے کام کو جتنا بھی سنبھال لے، کہنے والے کہتے ہیں کہ پہلے جیسی بات نہیں ہے، لیکن حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے حضرت بنوری رحمہ اللہ کے اس گلشن کو یوں سنبھالا کہ کہنے والوں کو ماننا پڑا کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے حضرت بنوری رحمہ اللہ کے رنگ کو پھیکا نہیں پڑنے دیا، بلکہ اسے اور زیادہ مضبوط اور پختہ کر دیا ہے۔

ایک اعتراف:

ہمیں اس بات کا مکمل اعتراف ہے کہ حضرت بنوری رحمہ اللہ کو جو علمی رسوخ اور کمال حاصل تھا حضرت مفتی صاحب اس مقام تک نہیں پہنچے تھے، لیکن آپ نے اس کمی کو اپنی للہیت، آہ وزاری، شب خیزی اور انتھک محنت کے ذریعے پورا کر لیا۔ آپ بہت چھوٹی عمر میں وقت کے عظیم ترین محدث کی خالی جگہ پر مسند نشین ہوئے، یہ چیز انسان کے لئے اکثر خجالت کا باعث بنتی ہے لیکن آپ کے ساتھ ایسا نہیں ہوا، بلکہ آپ نے اپنے سے عمر، مرتبہ، علم اور مقام میں بڑھے ہوئے پیش رو کی جگہ کو ایسا پُر کیا کہ دیکھنے والے ششدر رہ گئے اور بدخواہ مایوس ہو کر بغلیں جھانکنے لگے۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا یہ نابغۃ العصر کارنامہ رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا اور بڑے لوگوں کی جگہ پر ان کا جانشین بننے والوں کے لئے ایک روشن مثال کے طور پر دیکھا جائے گا۔ کاش! حضرت مفتی صاحب کو قریب سے جاننے والے حضرات اور آپ کے جانشین آپ کے اس کارنامے کو مکمل تفصیل کے ساتھ بیان کریں تاکہ وہ اندھیرا ختم ہو جو پست ہمت جانشینوں کی غفلت اور سستی کی وجہ

سے کئی عظیم مسندوں کے نور کو چاٹ چکا ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے بنوری گلشن کی بہار کو قائم رکھنے اور بڑھانے کے لئے جس طرح سے خود کو شمع کی طرح جلایا اس کی نظیر ڈھونڈنا کافی مشکل ہے۔ بعد کے لوگ پہلوں کی محنت کا ثمرہ کھاتے تو نظر آتے ہیں لیکن پہلوں کی محنت کو بچانے کے لئے خود کو کھلانے، مٹانے اور جلانے والے افراد بہت کم دکھائی دیتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ اس طبقے کے سرخیل تھے۔ کاش! ان جیسے باہمت جانشین، ہر بڑے شخص کو نصیب ہوتے رہیں۔

یہ مفصل مضمون ''مقالات رحمانی'' نامی کتاب کے آغاز میں موجود ہے پورا مضمون دیکھنے کے لئے مقالات رحمانی کی طرف رجوع فرمائیں۔ مذکورہ بالا تحریر اس مضمون کا ابتدائی حصہ ہے یاد رہے کہ ''مقالات رحمانی'' امام اہلسنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن نور اللہ مرقدہ کے مقالات وتقاریر کا مجموعہ ہے یہ کتاب مکتبہ بنوریہ کراچی نے شائع کی ہے۔ (مرتب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کوئی کہہ دے یہ ذرا وقت کے فرعونوں سے

افغانستان میں اللہ تعالیٰ کا نور، آب وتاب کے ساتھ چمک رہا ہے۔ خوب ٹھاٹھ سے دمک رہا ہے۔ اللہ کے دشمن اس نور کو...... میزائلوں، لیزر بموں اور راکٹوں کی پھونکوں سے بجھانے کی کوشش میں...... خود بجھے جا رہے ہیں اور اپنی ناکامی پر پیچ وتاب کھا رہے ہیں۔ جس طرح ساڑھے چودہ سو سال پہلے ظالم امیہ کو اپنی ہر ضرب کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبان سے اَحد اَحد کا نعرہ سننے کو ملتا تھا اور وہ اس نعرے کی مار اور درد سے بلبلا اُٹھتا تھا، اسی طرح آج امریکا کو اپنے ہر تازہ اور شدید حملے کے بعد حضرت امیر المومنین کی زبان سے وہ کچھ سننے کو ملتا ہے جو اس کے لئے موت کے درد کی طرح کڑوا اور ناقابل برداشت ہوتا ہے۔

”ہم صرف ایک اللہ کو مانتے ہیں۔ ہمیں امریکا کے حملوں سے کوئی خوف نہیں ہے۔ ہم شیخ اسامہ کو ہرگز امریکا کے حوالے نہیں کریں گے۔ امریکا طاقتور ضرور ہے، مگر ناقابل تسخیر نہیں ہے۔ امریکا کو اپنی رسوائی کا اندازہ اس دن ہوگا جس دن وہ اپنی زمینی فوج افغانستان میں اتارے گا۔

ہم امریکا کے سامنے ہرگز نہیں جھکیں گے۔ ہم نے شیخ اسامہ پر سے ساری پابندیاں ہٹا دی ہیں اب انہیں امریکا کو للکارنے کی کھلی اجازت ہے۔ دنیا کے تمام مسلمان ممالک امریکا کے خلاف جہاد کے لئے کھڑے ہو جائیں گے۔ دنیا میں یا کفر طاقتور رہے گا یا اسلام۔ مسلمان اسلام کی خاطر اٹھ کھڑے ہوں“۔

امیر المومنین کے یہ بیانات امریکا کے لئے ”ٹام ہاک“ کروز میزائلوں سے زیادہ تکلیف دہ ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ اگر امریکا کو افغانستان کے اندر اور اردگرد موجود نام کے مسلمانوں کی مدد اور مستقبل میں ان کے بھرپور تعاون کی امید نہ ہوتی، تو وہ اپنے پانچ دن کے ناکام حملوں کے بعد اپنی انگلیاں غم و غصے سے کاٹتا ہوا واپس چلا جاتا اور اپنی قوم کو یہ کہہ کر مطمئن کر لیتا کہ میں نے لاکھوں ٹن بارود برسا کر شیخ اسامہ اور طالبان کو کمزور کر دیا ہے اور اب وہ دوبارہ ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملہ نہیں کریں گے اور یہ سچی بات ہوتی، کیونکہ دنیا میں اب ورلڈ ٹریڈ سینٹر موجود ہی نہیں ہے تو پھر اس پر حملے کا سوال کس طرح پیدا ہو سکتا ہے؟ لیکن امریکا کو یقین ہے کہ افغانستان کا شمالی اتحاد، حکومت پاکستان اور بہت سارے اسلامی ممالک کی حکومتیں اس کی بھرپور مدد کریں گی اور ان کی مدد یہ ہوگی کہ وہ سارے مل کر اپنے افغان بھائیوں کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انہیں امریکا کے سامنے ڈال دیں گے اور وہ آسانی کے ساتھ انہیں ذبح کر کے فتح کا جشن منائے گا۔ شمالی اتحاد نے اس بارے میں اپنی رضامندی اور وفاداری کا کھلم کھلا اعلان کر دیا ہے۔ حکومت پاکستان نے فضاء کے بعد اپنی زمین بھی مسلمانوں کے قتل عام کے لئے کھول دی ہے۔ قطر میں چھپس (نام کے

اسلامی ممالک کے وزراءخارجہ کی میٹنگ جھاگ، ذلت، رسوائی اور بزدلی کے چھینٹے اُڑا کر بیٹھ گئی ہے۔

ایران سمیت کئی ممالک نے یہ دھائیاں دینا شروع کردی ہیں کہ امریکا ہمارے اوپر حملہ نہ کرے، اس کے علاوہ جو کچھ کرنا چاہتا ہے دل کھول کر کرتا رہے......

ان حالات میں جو نتیجہ واضح طور پر اُبھر کر سامنے آرہا ہے وہ یہ ہے کہ امریکا افغانستان کے مقابلے میں اپنی جنگ ہار چکا ہے اور اب اس نے مسلمان ملکوں کے ذمہ افغانستان کی تباہی کا کام لگا دیا ہے۔ یہاں برسبیل تذکرہ ایک واقعہ یاد آگیا۔ چند دن پہلے ''روہی'' کے علاقے کے بعض لوگوں نے بتایا کہ عرب ممالک کا ایک بوڑھا اور معذور حکمران اس علاقے میں ہرن کے شکار کے لئے آتا ہے۔ اس شیخ کے جرأتمندانہ شکار کا دلچسپ منظر کچھ یوں ہوتا ہے کہ ایک موٹے تازے ہرن کو باندھ کر کچھ فاصلے پر لٹا دیا جاتا ہے، ایک میز پر شکنجہ لگا کر اس میں آٹومیٹک رائفل فٹ کردی جاتی ہے، اس میز کے پیچھے ایک کرسی رکھی جاتی ہے، شیخ صاحب اس کرسی پر براجمان ہوتے ہیں، ایک خادم رائفل کا نشانہ مظلوم ہرن کے برابر کرتا ہے، شیخ صاحب فاتحانہ انداز میں گستاخ ہرن کو دیکھتے ہیں اور پھر کانپتے ہاتھوں سے ٹریگر دبا دیتے ہیں۔ ایک زوردار دھماکے کی آواز آتی ہے اور ہرن گولیاں کھا کر تڑپنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسے تڑپتا دیکھ کر شیخ صاحب خوشی سے چیختے ہیں، فخر سے سینہ پھلاتے ہیں اور ناز سے تالیاں پیٹتے ہیں اور ان کے اردگرد کھڑے ہوئے ان کے حواری ان کی جرأت، ہمت، شجاعت، نشانہ بازی اور مہارت پر داد دیتے ہیں۔ یہ داد سن کر شیخ صاحب کی کانپتی گردن تھوڑی دیر کے لئے باندازِ رعونت اکڑ جاتی ہے۔ آیئے! اسی طرح کا ایک دوسرا منظر دیکھتے ہیں۔

انٹیلی جنس کی تمام معلومات پاکستان کے وفادار حکمران دیں گے۔ فوجی اڈے ازبکستان اور تاجکستان مہیا کریں گے۔ ہنگامی طبی امداد کے اڈے پاکستان کے طاقتور غیور فوجی حکمران امریکا کو مہیا فرمائیں گے۔ طیاروں کے لئے تیل اور بحری بیڑوں کے لئے ایندھن مسلمان عرب ممالک فراہم کریں گے۔ زمینی طور پر طالبان کو شمالی اتحاد کے مسلمان اپنے ساتھ الجھا کر رکھیں گے۔ سفارتی اور اخلاقی مدد دنیا کے چھپن اسلامی ممالک مہیا کریں گے۔ امریکا کے خلاف جلوس نکالنے والوں، مجاہدین بھرتی کرنے اور تقریریں کرنے والوں کو مسلمان فوج اور پولیس ڈنڈوں اور گولیوں کا نشانہ بنائے گی۔ افغانستان کے تمام زمینی نقشے مہیا کرنا پاکستان کے ذمہ ہوگا، بلکہ اس کے بعض آفیسر امریکیوں کے ساتھ رہیں گے۔ طالبان اور القاعدہ کے حامیوں پر شکنجہ کسنے کا کام اسلامی ممالک کی فوجوں اور خفیہ اداروں کے ذمہ ہوگا۔ یورپی ممالک، اسرائیل اور بھارت کے ذمے امریکا کو ہر طرح کی مدد بہم پہنچانا ہوگا...... یہ سب کچھ کرنے کے بعد امریکی طیارے بہادری کے ساتھ نہایت بلندی سے بم برسا کر واپس جائیں گے اور ان طیاروں کو چلانے والے پائلٹ زندہ واپس پہنچنے کی خوشی میں شراب کے جام ٹکرائیں گے...... کیا اس منظر اور بوڑھے معذور شیخ کے شکار کے منظر میں کوئی فرق نظر آتا ہے؟

جی ہاں! بعض جگہوں پر فرق نظر آتا ہے مثلاً ہرن کو باندھنے والے لوگ ہرن کی نسل اور قبیلے سے نہیں ہیں، لیکن یہاں امارت اسلامیہ افغانستان کو باندھنے کی کوشش کرنے والے خود کو فخر سے مسلمان کہلواتے ہیں، بلکہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ پختہ ایمان والے مسلمان ہیں، اسی لئے وہ مسلمانوں کے خلاف کافروں کی کھلم کھلا مدد کر رہے ہیں اور اس بات کو بھول رہے ہیں کہ انہوں نے ایک دن مر کر اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہونا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر شیخ صاحب کے شکار میں ہرنوں

کے ذمے یہ کام لگایا جاتا کہ وہ اپنے ایک ساتھی کو باندھ کر شیخ صاحب کے سامنے رکھ دیں تو وہ اس بات کو نفرت کے ساتھ مسترد کر دیتے، حالانکہ ہرن ایک حیوان ہے، مگر انسان کہلانے والے اور خود کو مسلمان کہنے والے بعض ظالموں نے سود کے چند نوالوں کی خاطر اپنی قوم کو باندھ کر کافروں کے سامنے پیش کرنے کا جرم نہایت آسانی کے ساتھ کر لیا ہے۔ کاش! ان میں تھوڑی سی قومی غیرت ہوتی تو وہ ایسا کرنے کی بجائے موت کو گلے سے لگانا گوارا کر لیتے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ شیخ صاحب نے ٹریگر دبا کر بندھے ہوئے ہرن کو شکار کر لیا اور اطمینان سے واپس آ گئے، لیکن یہاں بم برسانے والے شکاری کو پل بھر اطمینان نصیب نہیں ہو رہا۔ وہ بم برسا رہا ہے اور بم کھانے والوں سے زیادہ گھبرا رہا ہے اور یہ مقولہ بالکل درست ہے کہ گھبرایا ہوا آدمی دوسروں کو بھی لے ڈوبتا ہے۔ امریکا افغانستان پر حملے کر کے جس گھبراہٹ کا شکار ہے اس کا اندازہ امریکا کے شب و روز پر غور کرنے سے لگایا جا سکتا ہے۔ وہاں ہر طرف خوف و ہراس کا عالم ہے اور امریکا کے وہ وزیر جن کا نام سن کر ہمارے طاقتور حکمران خوف کھاتے ہیں، ڈر کے مارے ایک ایک دن میں کئی کئی جگہیں بدل رہے ہیں۔ کاش! ہمارے حکمرانوں نے امریکا کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کر دیا ہوتا تو آج اس گھبرائے ہوئے دہشت گرد کے نئے نئے نخرے برداشت کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ امریکا کے کہنے پر حکومت نے اپنے مخلص عوام کا دل دکھایا۔ وہ عوام جس نے جنرل پرویز مشرف کے آنے پر مٹھائیاں بانٹی تھیں اور جس نے دو سال سے انہیں حکومت کرنے کا کھلے دل سے موقع دیا ہے۔ پھر امریکا بہادر کے کہنے پر صدر صاحب اپنے دو انتہائی قریبی مخلص اور بہادر ساتھیوں سے محروم ہوئے، اب اگلے مرحلے کے طور پر گھبرائے ہوئے امریکا کو خوش کرنے کے لئے حکومت نے احتجاجی

تحریک کو دبانے اور کچلنے کی بات شروع کر دی ہے۔ اس کے بعد امریکا کے کہنے پر جہادی تنظیموں پر پابندی اور اپنے ملک کے لخت جگر اٹھا کر امریکا کے حوالے کرنے کا مرحلہ شروع ہو گا۔ اس ناگوار مرحلے کے بعد امریکا چاہے گا کہ پاکستان بھارت کے ساتھ ہاتھ ملائے اور کشمیر کو یکسر فراموش کر دے۔ یہ مرحلہ چونکہ مشکل ہو گا اس لئے اس کو بخیر و خوبی انجام تک پہنچانے کے لئے امریکی مبصر اور نمائندے مقرر کئے جائیں گے جن کی حیثیت برٹش دور کے وائسرائے کی ہو گی اور بالآخر پاکستان امریکا کی گود میں غلامی کا طوق پہن کر جا گرے گا۔ یہ وہ ترتیب ہے جو بن چکی ہے۔ اب اگر کسی بھی مرحلے میں حکومت پاکستان نے امریکا کی کوئی بات ماننے سے انکار کیا تو پھر امریکی طیاروں اور میزائلوں کا رخ خود بخود پاکستان کی طرف مڑ جائے گا اور گزشتہ چون سال سے پاکستان کو تباہ کرنے کا اسرائیلی، بھارتی اور امریکی خواب (اللہ نہ کرے) پورا ہو جائے گا۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ شیخ صاحب کے شکار میں ہرن کو باندھ دیا جاتا ہے اور وہ بے چارہ بے بس ہو جاتا ہے، لیکن یہاں ابھی تک باوجود کوشش کے افغانستان کی اسلامی حکومت کو نہیں باندھا جا سکا۔ برطانیہ کے وزیر اعظم ٹونی بلیئر نے دورہ پاکستان کے دوران یہ دعویٰ کیا تھا کہ ہم نے افغانستان کے گرد پھندا سخت کر دیا ہے۔ ان کا یہ دعویٰ اپنے مسلمان مددگاروں کے تعاون کو دیکھ کر تھا۔ انہوں نے سمجھا تھا کہ جب پاکستان افغانستان سے منہ موڑ لے گا، سعودی عرب اور امارات والے اپنا تعلق توڑ لیں گے، شمالی اتحاد والے جب اپنے حملے تیز کر دیں گے، تاجکستان اور ازبکستان جب سرحدوں پر سختی کر دیں گے تو افغانستان کا ہرن باندھا جائے گا، لیکن انہیں شاید اب معلوم ہو جائے گا کہ جسے انہوں نے ہرن سمجھا تھا وہ شیر نکلا ہے اور جن کو انہوں نے اس شیر کے باندھنے پر مامور کیا تھا وہ بے کار

خط کشیدہ تمام حالات آج قوم کے سامنے ہیں۔ ۹۔۱۲

نکلے ہیں۔ افغانستان کا شیر آزاد ہے اور وہ دور سے بم برسانے والے ظالم کو قریب آنے کا چیلنج کر رہا ہے، لیکن امریکا بہادر قریب آنا تو درکنار اپنے جہازوں کو نیچی اڑان پر بھیجنا بھی گوارا نہیں کر رہا۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر مسلمانوں کو اطمینان ہو رہا ہے کہ زمین کی حکومت ایسے بزدلوں کو نہیں ملا کرتی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عرب کے معذور شیخ اور امریکا کے شکار میں بہت سارے فرق موجود ہیں، لیکن اس کے باوجود یہ شکار دیکھنے میں بالکل ایک جیسا لگتا ہے لیکن اس شکار کے آخر میں جس طرح ہرن تڑپ رہا تھا اور شیخ صاحب خوشی منا رہے تھے، اس شکار کے آخر میں ان شاء اللہ شیر گرج رہا ہوگا اور شکاری حسرت، ندامت اور شکست کا داغ لے کر واپس جا رہا ہوگا۔

موجودہ حالات کی اس مختصر سی منظر کشی کے بعد ہم امریکا، پاکستان، طالبان اور مسلمانان عالم کے نام کچھ باتیں عرض کرنا چاہتے ہیں......

امریکا کے نام:

دنیا کی حکومتوں میں ایک طاقتور حکومت ہونے کے ناطے آپ کی جو ذمہ داریاں بنتی ہیں ان سے صرف نظر کی وجہ سے اب ہر طرف سے جنگ اور آگ نے آپ کو گھیر لیا ہے۔ یہ صورت حال اگر اسی طرح چلتی رہی تو یقیناً امریکا سمٹ جائے گا اور اس کا کمزور وجود ساری دنیا کی دشمنی کو برداشت نہیں کر سکے گا۔ اس وقت عالمی صیہونی سازش کا رخ اس طرف ہے کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کو لڑا کر دنیا میں صیہونیت کے اقتدار اعلیٰ کا اعلان کیا جائے۔ اسی سازش کے تحت امریکا کو افغانستان پر حملے کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ لیکن اگر امریکا چاہے تو اب بھی سازش کے اس پھندے کو اپنی گردن سے اتار سکتا ہے اور اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ

دھونس، دھمکی اور حملوں کا سلسلہ بند کر کے مسلمان عوام سے بات کی جائے اور امریکا کے جن اقدامات کی وجہ سے مسلمانوں کے دل میں اس کے لئے نفرت کی آگ سلگ رہی ہے ان اقدامات کو فوری طور پر بند کیا جائے۔ یوں دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے، اور امریکا بھی اپنا وجود اور طاقت بچا سکتا ہے، لیکن اگر دھونس، دھمکی اور حملوں کا سلسلہ برقرار رہا تو پھر جہاں مسلمانوں کا کافی نقصان ہوگا، وہاں امریکا بھی سخت تباہی کی دلدل میں جا گرے گا۔ گیارہ ستمبر کے حملے اگر واقعی مسلمان مجاہدین نے کئے اور ان کی تعداد انیس تھی تو پھر امت مسلمہ میں ایسے انیس نوجوان لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ آج اگر امریکی حملوں سے امیر المومنین یا شیخ اسامہ پر خدانخواستہ کوئی آنچ آتی ہے تو پھر انتقام کی آگ کہاں کہاں تک پہنچے گی؟ اس کا کسی کو بھی اندازہ نہیں ہے۔ آج اگر انڈیا کے کہنے پر امریکا دیگر جہادی تنظیموں کے بعد جیش محمد ﷺ پر بھی پابندی لگا دیتا ہے اور اس کی قیادت کو تنگ کرتا ہے تو پھر جیش محمد ﷺ جیسی بڑی تنظیم سے تو معلوم نہیں کتنی تنظیمیں نکلیں گی جن کا خود جیش کی قیادت کو بھی اندازہ نہیں ہو سکے گا۔ امریکا نے پانچ دن تک افغانستان پر بمباری کر کے دیکھ لیا ہے کہ سچے دل سے کلمہ پڑھنے والے مسلمان نہ تو کسی سے ڈرتے ہیں اور نہ موت سے گھبرا کر اپنے مشن یا موقف سے دستبردار ہوتے ہیں۔ اس سوچ کے مسلمان آج تیزی سے بڑھ رہے ہیں اور دنیا کے ہر خطے میں ان کا اپنا ایک وجود اور تشخص ہے۔ ان میں سے کوئی شخص اگر کسی بھی وقت اپنی جان پر کھیل گیا تو دنیا ایک بار پھر اندھیرے میں جا گرے گی اور گھر میں بیٹھ کر راکٹ کھانے سے یہی زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ آگے بڑھ کر جان دی جائے۔ امریکا نے اگر بہت بڑا تیر مار لیا اور مسلمانوں کی موجودہ معروف جہادی ہستیوں کو پکڑ لیا یا ختم

کردیا تو اس سے بھی بات نہیں بنے گی۔ اُمت مسلمہ ایک سدا بہار اُمت ہے اور اس کے ہر فرد کے پیچھے کارآمد افراد کا تانتا بندھا ہوا ہے اور اس اُمت کے گمنام افراد اس کے معروف افراد سے زیادہ حوصلہ مند اور بہادر ہوتے ہیں۔ اگر ہو سکے تو دنیا بھر میں ہونے والی بڑی کارروائیوں کا بغور مشاہدہ کرلیا جائے، ان میں وہی افراد پیش پیش تھے جنہیں کوئی نہیں جانتا تھا۔ اُمت مسلمہ میں ایسے افراد بے شمار ہیں اور جب تک اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو قائم رکھنا ہے ایسے افراد پیدا ہوتے رہیں گے۔

جہاں تک معروف افراد کا تعلق ہے تو وہ مرنے کے بعد سوا لاکھ کے ہو جاتے ہیں اور ان کا خون اور ان کی محبت نوجوانوں میں ایک نیا حوصلہ پیدا کرتی ہے۔ ان میں سے کوئی گرفتار ہوتا ہے تو پیچھے گمنام نوجوانوں کو جہاد کے نت نئے طریقے سوجھتے ہیں اور جب ان میں سے کوئی شہید ہو جاتا ہے تو سالہا سال تک اس کے انتقام کی بازگشت دلوں کو گرمائے رکھتی ہے یہاں تک کہ نئی مضبوط اور منظم متبادل قیادت سامنے آجاتی ہے۔ جس طرح سورج ڈوبنے کے بعد ایک نئی آب وتاب کے ساتھ طلوع ہوتا ہے اسی طرح جہاد کی معروف شخصیتیں جب ڈوب جاتی ہیں تو ان کی جگہ بہترین افراد آگے بڑھ کر کام کو سنبھال لیتے ہیں۔ مثال بالکل واضح ہے کہ افغانستان کے بڑے عظیم کمانڈروں اور شہیدوں کا جذبۂ جہاد ایک گمنام شخص حضرت امیر المومنین کی صورت میں ظاہر ہوا اور عرب شہداء اور مجاہدین کی طاقت، دنیاداری کے ماحول میں پلے ہوئے ایک شخص شیخ اسامہ کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ یہ دونوں حضرات (اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے) اگر نہیں رہیں گے تو بھی جذبۂ جہاد زندہ رہے گا اور ان دونوں کی طاقت جس فرد کی طرف منتقل ہوگی وہ بھی ان کی

طرح دشمنوں کے گلے کا کانٹا بن کر رہے گا۔

کامیاب انقلاب اس طاقت سے آیا کرتا ہے جس کے آگے اور پیچھے کوئی مفید اور مضبوط نظریہ موجود ہو۔ امریکا کے پاس اس وقت طاقت تو ہے مگر کوئی ایسا نظریہ نہیں ہے جو لوگوں کے ذہنوں کو مکمل طور پر بدل سکے، چنانچہ جب وہ بغیر نظریے کے طاقت کا استعمال کرے گا تو مضبوط نظریہ رکھنے والے مسلمان اس کے وجود کو ختم کرنے کے درپے ہوں گے اور بالآخر وہ اس کوشش میں کامیاب ہو جائیں گے، کیونکہ امریکا کے اندر اس کی تباہی کا سارا سامان موجود ہے اور جو شخص بھی جان پر کھیل کر اس سامان تک پہنچ گیا تو وہ اکیلا کروڑوں لوگوں کو موت کی وادی میں دھکیل دے گا۔ ان حالات میں امریکا کو خود اپنی بقا اور اپنے عوام کے تحفظ کے لئے افغانستان پر بم برسانے کی نہیں، اپنی پالیسیوں اور طریقہ کار پر نظر کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر وہ ایسا کرلے گا تو ایک باوقار مقام اس کا منتظر رہے گا، لیکن اگر وہ ہٹ دھرمی پر قائم رہا تو پھر فرعون بعد میں پیدا ہوتے ہیں جب کہ انہیں ڈبونے والے دریا بہت پہلے سے اپنا وجود رکھتے ہیں۔

پاکستان کے نام:

یہ ملک اسلام کے نام پر بنا، دوقومی نظریہ اس کی بنیاد تھی، لاکھوں قربانیاں اسلام ہی کی خاطر اس ملک کی جڑوں کا پانی بنیں، یہاں کی فوج کو اسلام کا محافظ سمجھا جاتا تھا اور جہاد فی سبیل اللہ آج بھی اس کا ماٹو ہے، مگر اس وقت حکومت کہاں کھڑی ہے؟ کیا وہ چاہتی ہے کہ قیامت کے دن اس کا حشر امریکا کے ساتھ ہو اور اسے مسلمانوں کے قاتلوں کی صفوں میں کھڑا کیا جائے؟ بات بالکل واضح ہے اس وقت ایک طرف کفر کا لشکر اور دوسری طرف ایک اسلامی حکومت ہے۔ کیا ان

حالات میں کلمہ پڑھنے والا کوئی بھی مسلمان کفر کے لشکر کا ساتھ دے سکتا ہے؟ کیا کوئی ایسا فوجی جس کی وردی پر ''ایمان، تقویٰ، جہاد فی سبیل اللہ'' لکھا ہوا ہو، امریکی فوجیوں کا (جو مسلمانوں کے قتل کے لئے آئے ہیں) باڈی گارڈ بن سکتا ہے؟ کیا کوئی ایسا عسکری اہلکار جس کے کندھے پر قرآنی آیت ''جاھدوا فی اللہ'' یا ''خذوا حذرکم'' لکھی ہوتی ہے، مسلمانوں پر اس لئے گولی چلا سکتا ہے کہ وہ طالبان پر امریکی حملے کے خلاف احتجاج کیوں کرتے ہیں؟ اے پاکستان کے حکمرانو! آپ کی طاقت کس کے لئے ہے؟ کافر کے لئے یا اپنی مسلمان قوم کے لئے؟ آپ کا اسلحہ کس کے خلاف ہے؟ اپنوں کے یا غیروں کے؟ کیا آپ کا ضمیر اس بات کو گوارا کرتا ہے کہ آپ کافروں کو ناقابل تسخیر طاقت سمجھ کر ان کے سامنے جی سر جی سر کریں اور اپنے مسلمان بھائیوں کو حقیر سمجھ کر ان کے خلاف ڈنڈے اور گولی کا استعمال کریں؟ کیا آپ نے یہ وردی مسلمانوں کو اور پاکستانیوں کو مارنے اور دبانے کے لئے زیب تن فرمائی ہے؟ آپ اپنے آپ کو اس طرح کیوں بنا رہے ہیں کہ آپ کو دیکھ کر مسلمانوں کے دل خوف اور نفرت سے دھڑکنے لگیں اور کافر آپ کو اپنا ملازم سمجھتے رہیں؟ ماضی میں جن لوگوں نے اپنوں کے خلاف کفر کا ساتھ دیا ان میں سے کتنے آج زندہ ہیں اور کتنوں نے کوئی کامیابی یا مقام حاصل کیا ہے؟

اللہ کے لئے اپنا نہیں تو اپنے بزرگوں کے اسلام و ایمان کا خیال کر لیں یا قیامت کے دن کی پیشی کو مدنظر رکھ لیں؟ تھوڑی دیر کے لئے دنیا کی چمک، کافروں کی واہ واہ اور ان کے انعامات سے توجہ ہٹا کر خون میں لتھڑے ہوئے اس معصوم افغانی بچے کو یاد کر لیجئے جو آپ کے تعاون سے شہید کیا گیا ہے۔ کیا آپ کی گود میں کوئی بچہ کبھی کلکاریاں بھرتا رہا ہے؟ تھوڑی دیر کے لئے امریکیوں کا رعب دل سے نکال کر اس وقت کو یاد کر لیجئے جب آپ اکیلے قبر میں پڑے ہوں گے، اس وقت

آپ کو کون سا عمل کام دے گا اور کون آپ کی مدد کے لئے آئے گا؟ اے کافروں سے مرعوب ہونے والے مسلمانو! اللہ نے آپ کو اسلام کی نعمت دی ہے اس نعمت کو اس قدر تو رسوا نہ کرو!!

حکومت پاکستان اس وقت تاریخ کے جس موڑ پر کھڑی ہے اس میں اس کا رخ ہلاکت اور بربادی کی طرف ہے۔ آج جو بھی ظلم کا ساتھ دے گا کل ظلم اسی پر مسلط ہو جائے گا۔ اس حکومت کے اہلکاروں کی دینی اور دنیاوی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ اپنی موجودہ غلط پالیسی کو ترک کر کے اس راستے کو اختیار کریں جو مسلمانوں کا راستہ ہے اور اسی میں تمام اہل پاکستان کی فلاح مضمر ہے۔

طالبان کے نام:

اے میری جان اور دل کے پیارو! میں تمہیں اپنے خون جگر سے خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔ آپ حضرات نے جو راستہ اور طریقہ اختیار کیا ہے اللہ کی قسم! اسے دیکھ کر آپ مجھے اس قدر بلند نظر آ رہے ہیں کہ آپ کو کوئی مشورہ دیتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ بے شک آپ لوگ مسلمان ہیں۔ بے شک! آپ لوگ مؤمن ہیں۔ بے شک! آپ نے اس زمانے میں اسلام اور مسلمانوں کی لاج رکھ لی ہے۔ آج جب کہ ہر کوئی خود کو بچانے کی فکر میں ہے، آپ نے اسلامی اقدار کو بچانے کے لئے خود کو فرعونی طاقت کے سامنے پیش کیا ہے۔

اللہ کی قسم! آپ لوگ عظیم ہیں، آپ قابل رشک ہیں، آپ کے قدموں کی خاک ہماری آنکھوں کا سرمہ ہے اور ہم آپ کی خدمت کو اپنے لئے سعادت سمجھتے ہیں۔ آپ بے فکر رہیں، آپ نے کوئی غلطی نہیں کی، اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے اور ایمان والے بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ لوگ اگر اپنے رب اور اپنے

امیر کے ساتھ مخلص رہے تو پھر آپ کو وہ غلبہ نصیب ہوگا جس کا اس وقت اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ حضرت امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد بے شک اس زمانے میں مسلمانوں کے امام برحق ہیں اور آپ کا وجود مسلمانوں کے لئے ایک بڑی نعمت ہے۔ یا اللہ! اس نعمت کی حفاظت فرما اور مسلمانوں کو اس کی قدر کی توفیق عطاء فرما۔

مسلمانانِ عالم کے نام:

اے امت مسلمہ کے فرزندو! اور غیرت مند ماؤں اور بہنو! آج امتحان کا وقت ہے۔ جو اس امتحان میں سرخرو نکلے گا وہی مؤمن ہوگا۔ آج پھر ایک معرکہ سرگرم ہے اور مسلمانوں کا منہ صلیب کے ذریعے چڑایا جا رہا ہے۔ آج آفتوں کا گھیراؤ ہے، یہ آفتیں کافروں کی شکل میں کم اور منافقوں کی شکل میں زیادہ ہیں۔ اس وقت حالات پر اندھکار کا سایہ پڑا ہے اور کچھ سجھائی نہیں دیتا کہ کیا کیا جائے؟ مگر کچھ نہ مٹنے والے اصول آج بھی زندہ ہیں۔ آیئے! میں اور آپ فضول کاموں کو چھوڑ کر ان اصولوں کو گلے لگائیں، تب ہمیں بھی زندگی اور کامیابی نصیب ہو جائے گی۔ وہ اصول یہ ہیں:

۱۔ ''اللہ اکبر'' اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ اس کو کہے، سمجھے اور مانے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا اور نہ اس کی نماز قبول ہوتی ہے۔

۲۔ ''اللہ موجود'' اللہ تعالیٰ موجود ہے۔ کافروں کی طاقت کے شور میں اگر کوئی اس بات کو بھول جائے تو وہ برباد ہو جائے گا۔

۳۔ ہر شخص نے مرنا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے۔ موت کا وقت ایک گھڑی آگے یا پیچھے نہیں ہو سکتا۔

۴۔ اسلام کی حفاظت، مسلمانوں کا تحفظ، اور دین کے غلبے کے لئے

محنت کرنا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے جو شخص اس ذمہ داری کو ادا نہیں کرتا وہ خود کو جتنا دیندار سمجھ لے دین کی خوشبو تک کو نہیں پا سکتا۔

۵۔ مسلمانوں کے مقابلے میں کافروں کا ساتھ دینا مسلمانوں کا نہیں، منافقوں کا شیوہ ہے اور ایسے منافق پہلے پہل مسلمانوں کو کافروں کے ہاتھوں سے مرواتے ہیں اور پھر خود بھی انہیں کافروں کی مار کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایسے منافقوں کی موت پر نہ زمین روتی ہے اور نہ آسمان۔ ان پر مسلمان اعتبار نہیں کرتے اور کافر یہ کہہ کر انہیں دھتکارتے ہیں کہ جب تم اپنوں کے نہیں بنے تو ہمارے کہاں ہو گے؟

۶۔ اگر کافر مسلمانوں کے کسی ملک پر حملہ کر دیں تو اس ملک کے مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ وہ اگر کافی نہ ہوں تو ان کے پڑوس والوں پر فرض ہو جاتا ہے اور یوں فرضیت کا دائرہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ جہاد فرض عین ہونے کے بعد کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ اسلامی زمین کو کافروں سے بچانا سب سے بڑا فرض بن جاتا ہے۔

۷۔ جب مسلمان عورتوں، بچوں اور مردوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جا رہا ہو تو ان مظلوموں کی آہیں آسمان تک پہنچتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان آہوں کا واسطہ دے کر مسلمانوں کو کافروں سے لڑنے کا حکم دیتا ہے۔ پھر جو لوگ آخرت میں کامیاب ہونے والے ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو سن کر میدانوں کی طرف دوڑتے ہیں اور جو بدنصیب دنیا پرست ہوتے ہیں ان پر نہ مظلوموں کی آہوں کا اثر ہوتا ہے اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر کان دھرتے ہیں۔

۸۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ جو ان کو دوست بنائے گا (یا مسلمانوں کے مقابلے میں ان کی مدد کرے گا) وہ انہی میں سے

ہوگا۔وہ (نام کے) مسلمان جن کے دلوں میں منافقت ہوتی ہے وہ دوڑ دوڑ کر یہود ونصاریٰ سے جا ملتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اگر ایسا نہیں کریں گے تو ہم پر بڑی مصیبت آن پڑے گی۔

۹۔ جہاد کا اعلان سن کر میدانوں میں نکلنا اور شہید ہونا وہ سعادت ہے جو حضور اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بکثرت اللہ تعالیٰ سے مانگا کرتے تھے، بلکہ ایک مسلمان کے لئے ایمان کے بعد اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی جان اور مال کو خرید لے...... پھر یہ بھی حق ہے کہ موت وقت سے پہلے نہیں آسکتی۔

۱۰۔ جو شخص جس قوم سے محبت کرتا ہے اور اس کی تعداد بڑھاتا ہے، قیامت کے دن اس کا حشر اسی قوم کے ساتھ ہوگا۔

یہ چند پختہ اور خوبصورت زندہ اصول ہیں۔ہم ان اصولوں کی روشنی میں اپنے لئے راہِ عمل منتخب کر سکتے ہیں اور اب سوچنے کا وقت نہیں، عمل کا وقت ہے۔ گھبرانے یا پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی خود نصرت فرماتا ہے اور ہم اپنی کمزوریوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید پر بھروسہ کرتے ہوئے للکار کر یہ اعلان کرتے ہیں ۔

کوئی کہہ دے یہ ذرا وقت کے فرعونوں سے
خاک ہوجاتے ہیں سورج کو بجھانے والے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا یہی قومی مفاد ہے؟

مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنا ......مظلوموں کے خلاف ظالم کا ساتھ دینا ایک بہت بڑا جرم ......اور خطرناک گناہ ہے......اور ہر گناہ اپنی نحوست اور برا انجام رکھتا ہے۔۱۹۷۱ء میں ہمارے ملک کے طاقتور لوگوں نے مشرقی پاکستان میں جو مظالم ڈھائے ان کی نحوست کے طور پر ملک آدھا رہ گیا اور فوج کی وردی پر ایک نہ دھلنے والا شکست کا داغ ثبت ہوگیا......

مگر طاقتور لوگ اپنی غلطی اور عیب دھونس اور دھمکی کے ذریعہ چھپا لیتے ہیں اور بندوق کے زور پر یہ بات بھی منوا لیتے ہیں کہ وہ ملک کے سب سے عقلمند لوگ ہیں۔قوم بے چاری کیا کرے؟ ایک زمانے تک معذور ومفلوج گورنر جنرل غلام محمد فوج اور پولیس کی طاقت کے ذریعے یہ بات منواتا رہا کہ وہی سب سے عقلمند شخص ہے اور اس کی مفلوج زبان سے نکلا ہوا ہر حرف ''نقش کالحجر'' ہے۔قوم بے چاری سر جھکا کر اس شخص کی بے وقوفی اور نفس پرستی کو سہتی رہی۔ پھر اچانک طاقت کے زور پر غلام محمد ''غلط'' اور سکندر مرزا ''عقلمند'' قرار دے دیا گیا۔تب قوم کو اس بات پر مجبور کیا گیا کہ وہ بے حیا، گستاخ اور عیاش سکندر مرزا کی ہر بات پر سر دھنے۔سکندر مرزا پر زوال فوج نے لایا اور فوج نے اپنی وردی، اسلحے اور طاقت

کے زور پر قوم کو مجبور کیا کہ وہ ایوب خان کو سب سے بڑا عقلمند، مصلحت پسند اور سپریم طاقت سمجھے۔ قوم بے چاری مجبور تھی۔ ملک کی تمام وردیاں ایک شخص کو ''عقل کل'' ثابت کرنے کے لئے اسلحہ اور ڈنڈا تھام کر قوم کے سر پر سوار تھیں، مگر اچانک طاقت نے یہ اعلان کر دیا کہ ایوب خان ایک جانور ہے، جب کہ شرابی کبابی، یحییٰ خان سب سے بڑا عقلمند ہے اور اس کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ ''قومی مفاد'' ہوتا ہے اور اس کے شرابی دماغ میں جو کچھ آتا ہے اس سے اختلاف کرنا فوج اور ملک کے آئین کی توہین ہے۔

یحییٰ خان کے زمانے میں ملک دو ٹکڑے ہو گیا اور پاکستان میں کرسی پر طاقت کا ننگا ناچ جاری رہا اور حالت یہاں تک آ پہنچی کہ گیارہ اکتوبر ۱۹۹۹ء تک ملک کی ساری وردیوں کا یہی اصرار تھا کہ پاکستان میں سب سے عقلمند شخصیت نواز شریف صاحب کی ہے۔ ان کے منہ مبارک سے نکلی ہوئی ہر بات قومی مفاد ہے۔ حکمت و مصلحت کے تمام ٹوکرے ان کے بال پاک سر پر رکھے ہوئے ہیں۔ ان کے ساتھ اختلاف کرنے والے ملک دشمن، غدار اور باغی ہیں۔ ایک دن بعد بارہ اکتوبر ۱۹۹۹ء کے دن قوم کو بتایا گیا کہ آج سے نواز شریف صاحب غدار، باغی، بیوقوف، کرپٹ اور ملک دشمن ہیں، جب کہ آسمان و زمین کی تمام عقلمندیاں، مصلحتیں اور ملکی وفاداریاں جناب جنرل مشرف صاحب کو سونپ دی گئی ہیں۔ واہ میرے مالک واہ! گیارہ اکتوبر کے دن تک ملک کے تمام ڈنڈے اور بندوقیں عوام کو مجبور کر رہے تھے کہ نواز شریف صاحب کو سب کچھ مانو اور انہیں ''عقل کل'' تسلیم کرو ورنہ......!! مگر ایک دن بعد یہی اندھے ڈنڈے اور بہری بندوقیں قوم کو اس بات پر مار رہی تھیں کہ نواز شریف صاحب کو غدار مانو...... بیوقوف تسلیم کرو...... ورنہ......!!

قوم کہاں جائے اور کب تک بندوق اور ڈنڈے کا حکم تسلیم کرے؟ ایک

کرسی پر ایک جنرل صاحب بیٹھ کر اپنی بات ماننے کے لئے قوم کو دھمکی دیتے ہیں، اگلے دن وہی معزول کر دیئے جاتے ہیں اور ایک دوسرے جنرل صاحب اسی کرسی پر بیٹھ کر قوم کو پہلے والے کے خلاف چلنے اور اپنی اطاعت کرنے کا حکم دیتے ہیں اور ڈنڈے کے زور پر منواتے ہیں کہ میں اور صرف میں دنیا کا سب سے عقلمند شخص ہوں۔ خیر چھوڑیئے اس دلخراش داستانِ غم کو۔ کون سنتا ہے اور کون مانتا ہے۔ ہر کوئی اپنی ناک، اپنی نوکری اور اپنی جان بچانے کی فکر میں ذلیل ہوتا ہے اور اللہ کے دین اور ملک کے لئے سوچنے والا کوئی بھی نظر نہیں آتا۔ ۱۹۷۱ء کی نحوستیں اور پریشانیاں ابھی جاری تھیں کہ ہم نے ایک اور بہت بڑا ظلم کر ڈالا اور یہ ظلم پہلے تمام مظالم سے بڑھ کر ہے۔ جی ہاں! ہم نے دنیا کی واحد خالص اسلامی حکومت کو برباد کرنے کے لئے ظالم امریکا کو ہر طرح کی امداد دینا شروع کر دی۔ یقیناً ظلم کا تعاون خود ظلم ہے اور قتل میں شرکت قتل ہی کے مترادف ہے۔ جب ہم نے اپنے معصوم مسلمان افغانی بچوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے اور ہم نے قرآن مجید اور اس کے نافذ احکامات کے اوپر ہونے والی بمباری کا ساتھ دیا تو ہر طرح کی ذلت اور نحوست نے ہمیں گھیر لیا۔ آج ہمارا ملک تباہی کے اس دہانے پر کھڑا ہے جہاں سے اسے واپس لانا بظاہر بہت مشکل نظر آ رہا ہے۔ ملک کے تمام محکموں میں شدید باہمی اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ ملک کے عوام شدید بے چینی کا شکار ہیں۔ ملک کی سرحد کے ڈھائی ہزار کلومیٹر کا حصہ غیر محفوظ ہو چکا ہے۔ امریکا کے مطالبات اور اس کی خواہشات اس قدر بڑھتی جا رہی ہیں کہ اب ہمارے امریکا نواز طبقے کو بھی چکر آ رہے ہیں۔ اسلامی دنیا میں ہمارا وقار ختم ہو چکا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قوم کے درمیان اتفاق و اتحاد کی بجائے طرح طرح کے رخنے پیدا ہو چکے ہیں۔ ان تمام حالات کو دیکھتے ہوئے انڈیا کے مردہ عزائم میں دوبارہ جان پیدا ہو رہی ہے

اور اس نے ہم پر کھلم کھلا آوازے کسنا...... اور ہمارے گرد گھیرا تنگ کرنا شروع کردیا ہے، چنانچہ ہم یہ بات کہنے میں حق بجانب ہیں کہ افغانستان پر ہونے والے مظالم میں تعاون کرنے کی نحوست شروع ہوچکی ہے اور اس کا آغاز انڈیا کی طرف سے آنے والی حالیہ دھمکیاں ہیں۔

اس بات کی مزید وضاحت کے لئے ماضی کے چند سالوں پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالئے! آپ کو نظر آئے گا کہ اکھنڈ بھارت کا خواب دیکھنے والا بھارت افغانستان میں طالبان کے اقتدار سنبھالنے کے بعد اپنا حوصلہ ہار بیٹھا تھا، چنانچہ اس نے افغانستان کے شمالی اتحاد کی دل کھول کر مدد کی تا کہ طالبان کی حکومت ختم ہوجائے اور وہ مناسب وقت پر پاکستان سے دو دو ہاتھ کرکے پورے برصغیر پر بھارت ماتا کا ترنگا لہرا سکے۔ آپ گزشتہ چھ سال کے انڈین اخبارات اٹھا کر دیکھئے! آپ کو یہ حقیقت واضح طور پر نظر آئے گی کہ انڈیا نے طالبان کو ہمیشہ پاکستان کی دفاعی لائن سمجھا ہے اور چونکہ ہندو مشرک فطری طور پر افغانوں سے ڈرتے ہیں، اس لئے انہوں نے طالبان کے ہوتے ہوئے پاکستان پر حملہ کرنے کا ارادہ کبھی خواب میں بھی نہیں کیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ کرگل کے موقع پر جب بعض متشدد ہندوؤں نے اپنی حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ پاکستان پر حملہ کردے تو انڈیا کے کئی تجزیہ نگاروں نے اس مطالبے کی شدید مخالفت کی اور انہوں نے اپنے تجزیوں میں لکھا کہ اب ہم پاکستان کو اکیلا سمجھ کر اس پر حملہ نہیں کر سکتے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ پاکستان کے ساتھ طالبان کی طاقت موجود ہے اور ہندوستان کو ماضی میں افغانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے تلخ تجربات ابھی تک یاد ہیں۔ ان تجزیہ نگاروں نے کھل کر لکھا کہ اب اکھنڈ بھارت کا خیال ہمیں اپنے دل سے نکال کر موجودہ بھارت کو بچانا چاہئے، اس لئے کہ اگر ہم نے پاکستان پر حملہ کیا تو طالبان بڑے

شوق کے ساتھ اس لڑائی میں کود پڑیں گے اور یہ بات بھارت کے لئے سوائے تباہی کے اور کوئی سوغات نہیں لائے گی۔

افغانستان میں طالبان کی حکومت کے قیام کے دنوں میں 'معرکہ کارگل' پیش آیا۔ انڈیا نے اس معرکے میں پاکستانی فوج کے ملوث ہونے کے واضح ثبوت دنیا کے سامنے پیش کئے، مگر پاکستان پر حملے کا نام تک نہیں لیا، پھر طالبان کے زمانے ہی میں انڈین ائرلائنز کا طیارہ اغوا ہوا، اس پر انڈیا کو بہت خفت اٹھانا پڑی مگر اس نے پاکستان پر حملے کی بات نہیں کی۔ ان دو واقعات کے علاوہ اور بھی کئی واقعات پیش آئے، مثلاً: لال قلعہ پر حملہ ہوا، مجاہدین نے بابری مسجد کی جگہ بنے ہوئے مندر کو گرانے کی کوشش کی، سری نگر کے فوجی ہیڈکوارٹر میں فدائی دھماکہ ہوا، مگر کسی بھی واقعے کے بعد پاکستان پر حملے کی بات نہیں سنی گئی، لیکن اب جب کہ پاکستان اپنے دوست طالبان کو کھو چکا ہے، انڈیا نے سری نگر اسمبلی پر حملے کے فوراً بعد پاکستان پر حملہ کرنے اور اسے سبق سکھانے کی باتیں شروع کردی ہیں۔

یہ ہے وہ قومی مفاد جس کی خاطر اپنے افغان بھائیوں کا خون گرایا گیا۔ یہ ہے وہ قومی مفاد جس کی خاطر اپنی قومی غیرت کا جنازہ نکال کر غیروں کو اپنی سرزمین مسلمانوں کے قتل کے لئے پٹے پر دی گئی۔ آج کل امریکا ہمارے گرد گھیرا تنگ کر رہا ہے۔ طالبان ہم سے روٹھ چکے ہیں اور انڈیا ہماری طرف اپنی فوجیں بڑھا رہا ہے۔ کیا اب بھی ہماری حکومت اپنی پالیسی پر نظرثانی کرنے کے لئے تیار نہیں ہے؟

اے اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامو! دل سے کفر کا خوف نکالو اور اپنی دنیا و آخرت کو تباہ ہونے سے بچالو۔ ابھی توبہ اور رجوع کا وقت باقی ہے۔ مگر معلوم نہیں کہ کتنا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تین سبق آموز مناظر

آیئے آج...... کچھ مناظر کا...... کھلے دل اور کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ یہ مناظر عبرتناک بھی ہیں، سبق آموز بھی...... اور ممکن ہے کہ ان مناظر کا واقعاتی ''مشاہدہ'' ہمارے منظرنامے کی کچھ اصلاح کر سکے۔

۱۔ دل تھامیئے! پہلا ''دردناک'' منظر شروع ہو رہا ہے...... افغانستان پر دنیا کے بقول ایک ان پڑھ، غیر منظم اور اُجڈ حکومت برسر اقتدار ہے، جس کو عرف عام میں طالبان کی حکومت کہا جاتا ہے، جب کہ پاکستان پر ایک پڑھی لکھی، سمجھدار، عاقبت اندیش اور ماڈریٹ حکومت نے اقتدار کی کرسی کو تھاما ہوا ہے۔ عام لوگ اسے فوجی حکومت کہتے ہیں۔ ٹوٹے پھوٹے افغانستان کے سربراہ کا نام امیر المومنین ''ملا محمد عمر مجاہد'' ہے۔ یہ کل وقتی سربراہ حکومت ہیں اور ان کے پاس اس کے سوا کوئی عہدہ یا مشغولیت نہیں ہے جب کہ پاکستان کے سربراہ ایک محترم فوجی جرنیل ہیں جو کل وقتی سربراہ حکومت نہیں ہیں کیونکہ ان کے پاس اور بھی بہت ساری ذمہ داریاں اور مصروفیات ہیں۔

افغانستان کے وزیر دفاع کا نام ملا عبید اللہ اخوند ہے۔ یہ کل وقتی وزیر

دفاع ہیں اور ان کا پورا وقت افغانستان کے دفاع کی کوششوں میں گزرتا ہے جب کہ پاکستان کے وزیر دفاع وہی محترم جرنیل ہیں جو ملک کے سربراہ ہیں۔ یوں وطن عزیز جو ہر طرف سے دشمن کے گھیرے میں ہے کل وقتی وزیر دفاع کے قابل بھی نہیں سمجھا گیا۔

افغانستان کے چیف آف آرمی اسٹاف ملا فضل اخوند ہیں۔ ان کا پورا جسم جہادی زخموں سے منور و مزین ہے اور یہ افغانستان کے کل وقتی آرمی چیف ہیں اور ان کا تمام وقت اگلے مورچوں پر اپنے مجاہدین کی صف بندی، کمان گیری، دشمنوں پر حملہ آور ہونے اور حملہ آور دشمنوں سے ملک کا دفاع کرنے میں گزرتا ہے۔ وہ اپنی آرمی کے درمیان موجود رہتے ہیں اور اپنی ولولہ انگیز قیادت کے ذریعے ان کا حوصلہ بڑھاتے رہتے ہیں۔ انہیں نہ غیر ملکی سربراہوں سے ملاقات کرنی ہوتی ہے اور نہ خواتین کے ثقافتی میلوں میں جہادی لباس پہن کر تالیاں بجانی ہوتی ہیں، جب کہ پاکستان کے چیف آف آرمی اسٹاف بھی، خود سربراہ مملکت ہیں اور یوں پاکستان کی لاکھوں مسلح افواج ایک کل وقتی کمانڈر کے قابل نہیں سمجھی گئیں، بلکہ جس طرح پاکستان کے بیس کروڑ عوام اور لاکھوں مربع میل کا رقبہ کل وقتی سربراہ مملکت اور کل وقتی وزیر دفاع سے محروم ہے اسی طرح پاکستان کی افواج بھی بھارت جیسے دشمن کے مقابلے میں کل وقتی کمانڈر سے محروم ہیں۔

افغانستان میں انتظامی امور کے لئے ایک وزراء کونسل ہے اور کونسل کے سربراہ ملا محمد حسن اخوند ہیں جو اس کونسل کے کل وقتی سربراہ ہیں اور ان کا پورا وقت اپنے وزراء کی رہنمائی اور نگرانی کرنے میں گزرتا ہے جب کہ پاکستان کی وزراء کونسل کے سربراہ بھی سربراہ مملکت خود ہیں اور یوں پاکستان کے وزراء حضرات بھی قوم کی طرح ایک کل وقتی رہنما سے محروم ہیں۔

افغانستان میں علماء کرام کی ایک مجلس شوریٰ ہے جو حکومت کو اس راستے پر چلاتی ہے جو راستہ قرآن وسنت نے متعین کیا ہے اور بلاشبہ یہ عزت، فلاح اور ترقی والا راستہ ہے اور اس ترقی کا عروج یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے اور اس کی بندگی کے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہوتا ہے۔ علماء کی اس شوریٰ کے سربراہ مفتی محمد معصوم افغانی ہیں جن کے پاس اس ذمہ داری کے علاوہ اور کوئی عہدہ نہیں ہے، چنانچہ وہ قوم کی فلاح کیلئے قائم ہونے والے اس طاقتور ترین ادارے کے ''کل وقتی سربراہ'' ہیں، جب کہ پاکستان میں دین کا علم رکھنے والے حضرات کی شوریٰ تو درکنار کوئی مجلس بھی نہیں ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے نام سے جو مجلس کام کررہی ہے اس کی حکومت تک پہنچ اسی طرح ناممکن ہے جس طرح کسی کلرک کی سربراہ مملکت سے ملاقات، البتہ حکومت کے خفیہ ادارے اکثر وبیشتر علماء کرام کی نگرانی پر مامور رہتے ہیں کہ کہیں کوئی عالم قرآن وسنت کے حکم جہاد پر عمل نہ کر بیٹھے۔ اسی طرح علماء کرام کو ایک فیصد کی گالی دینا، ان کی نظر بندی کے احکامات جاری کرنا، ان پر غداری کے مقدمات بنانا اور اگر توفیق ملے تو انہیں ٹھکانے لگا کر ملکی مفاد کو بیش بہا فوائد پہنچانا بھی ان کے فرائض منصبی میں شامل ہے۔ یقیناً یہ راستہ بھی ترقی والا راستہ ہے مگر یہ ترقی اللہ تعالیٰ تک نہیں، بش اور بلیئر تک پہنچاتی ہے۔

یہ ہے ایک مختصر سا خاکہ۔ مگر اس کے باوجود افغانستان میں وسیع البنیاد حکومت لانے کے لئے ساری دنیا فکرمند ہے جب کہ پاکستان کی یک نکاتی حکومت کو دنیا کی سب سے بڑی جمہوری حکومت قرار دیا جارہا ہے۔ ہمارے خیال میں تو افغانستان کی موجودہ حکومت دنیا کی سب سے مضبوط اور وسیع البنیاد حکومت ہے کیونکہ وہاں کا اقتدار اعلیٰ اس رب کریم کو حاصل ہے جس کے قوانین انسانوں کیلئے رحمت ہی رحمت ہیں، لیکن اگر بالفرض والمحال یہ مان بھی لیا جائے کہ

افغانستان میں وسیع البنیاد حکومت کی ضرورت موجود ہے تو پھر اس سوال کو کیوں نظر انداز کیا جارہا ہے کہ پاکستان میں بھی ایک وسیع البنیاد حکومت قوم اور ملک کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ کیونکہ پاکستان اس قدر لاوارث ویتیم اور گراپڑا ملک نہیں ہے کہ اسے ایک کل وقتی سربراہ مملکت بھی مہیا نہ ہو۔ کیا پاکستان میں باصلاحیت افراد کی کمی ہے؟ کیا پاکستان میں دفاعی امور کا کوئی اور ماہر موجود نہیں ہے؟ کیا پاکستان کو دشمنوں سے نمٹنے کے لئے ایک کل وقتی فوج کی ضرورت نہیں ہے؟ کیا پاکستان کے عوام وہ بھیڑیں ہیں جنہیں کوئی بھی ایک شخص طاقت کے بل بوتے پر جہاں چاہے گھسیٹتا پھرے؟

معلوم نہیں اس سوال کو کیوں نہیں اٹھایا جاتا؟ کیا ملک کے لئے ایک مستقل سربراہ مانگنا، فوج کے لئے ایک مستقل کمانڈر کا مطالبہ کرنا، ملکی سرحدات کیلئے ایک مستقل وزیر دفاع مانگنا بھی غداری ہے؟ اگر یہ غداری ہے تو پھر ملکی وفاداری کے معنیٰ کیا ہیں؟ کیا ایک شخص کے ہر حکم پر سر دھننا ہی ملکی وفاداری ہے؟ آج وہ لوگ جو باوجود قوت، طاقت اور منصب کے، اس سوال کو نہیں اٹھاتے، ان لوگوں نے ملک کی کیا خدمت کی ہے؟ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے جب ان سے افغانستان کے مظلوموں کے خون، گری ہوئی مساجد اور جلے ہوئے قرآنی اوراق کا جواب مانگا جائے گا؟ یہ کونسا ڈسپلن ہے کہ ایک سیدھا سادا سا سوال بھی نہیں پوچھا جاسکتا؟ کیا ہمارا ملک بھی کشمیر کے ڈوگروں کی طرح کسی نے سترلاکھ نانک شاہی سکوں میں خرید لیا ہے اور اب امریکا اور برطانیہ کو بیچ دیا ہے؟ کہاں گئے غیرت والے؟ کہاں ہیں ایمان وحمیت والے؟ پوری قوم احتجاج کررہی ہے مگر حکومت کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ کیا یہ صرف عوام کی ذمہ داری ہے؟ کیا حکومت میں کام کرنے والے افراد نے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور نہیں

کھڑے ہونا؟

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ انڈیا سے رہائی کے بعد جب امریکا کے دباؤ پر مجھے پہلی بار پاکستان میں گرفتار کرنے کے لئے اسلام آباد بلایا گیا تو ایک جنرل صاحب نے مجھے گرفتاری کا پروانہ سنایا۔ وہ سخت لہجے میں بول رہے تھے اور مجھے کہہ رہے تھے کہ آپ ملکی مفاد کا خیال نہیں رکھتے۔ میں نے بھی گستاخانہ لہجے میں کہا: ملکی مفاد کس چیز کا نام ہے؟ کیا یہ ملک صرف آپ کا ہے، میرا نہیں ہے؟ کیا ملکی مفاد صرف اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے امریکا کو خوش کرنے کا نام ہے؟ جرنیل صاحب نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔ میں نے ان سے کہا: جرنیل صاحب! آج آپ جرنیل کی وردی میں اور میں ایک مجاہد کے لباس میں ہوں مگر کچھ دن بعد ہم دونوں نے کفن پہننا ہے...... وہ بھی معلوم نہیں کہ ملے گا یا نہیں؟ اس لئے ہمیں اس کو خوش کرنا چاہئے جو یہاں اور وہاں کا مالک ہے جب کہ امریکا کی تو صرف یہاں چلتی ہے اور وہ بھی انہی لوگوں پر چلتی ہے جو اس سے ڈرتے ہیں۔ میری یہ باتیں سن کر جنرل صاحب پر فکرِ آخرت طاری ہو گئی اور انہوں نے معذرت کر کے گرفتاری کا پروانہ واپس لے لیا۔ آج وہ جنرل صاحب اس دنیا میں نہیں ہیں اور ایک سڑک حادثے کے بعد کفن پہن کر وہاں پہنچ چکے ہیں جہاں سپاہی اور جنرل کے رینک میں کوئی فرق نہیں ہوتا...... اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، وہ دینی اور قومی درد رکھنے والے شخص تھے۔ امید ہے کہ ان کے نیک اعمال آج ان کو انشاء اللہ ضرور فائدہ دے رہے ہوں گے۔ اس وقت ہمارے ملک کے موجودہ سربراہ مملکت صاحب نے غالباً آخرت اور کفن کو بھلایا ہوا ہے۔ وہ اس بات پر مطمئن ہیں کہ دنیا کے کافر سربراہان مملکت ان سے خوش ہیں اور ان کو قرضوں پر قرضے دے رہے ہیں۔ لیکن کاش! جنرل صاحب یہ بھی سوچ لیں کہ کیا اللہ تعالیٰ بھی ان سے خوش ہے؟ کیا وہ جو کچھ

کر رہے ہیں کل آنکھیں بند ہونے کے بعد اس کا انہیں کچھ فائدہ ملے گا؟

کاش! وہ سوچتے کہ ایک طرف مسکین صفت ملا محمد عمر مجاہد ہیں جو اپنے ملک اور قوم سے تعلق نہ رکھنے والے ایک سچے مسلمان کی خاطر سینہ تان کر کفر کا مقابلہ کر رہے ہیں جب کہ ایک طرف آپ ہیں، جو اپنے ملک کے مسلمانوں کو بھی خاطر میں نہیں لا رہے! اگر آپ کو شبہ ہے کہ قوم کی اکثریت آپ کے ساتھ ہے تو پھر آپ منصفانہ انتخابات کیوں نہیں کروا لیتے؟ آپ نے اگر تصویروں کی اشاعت کو مقبولیت سمجھ رکھا ہے تو یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ مجاہدین میں سے اگر کوئی شخص آج امریکا یا برطانیہ سے ہاتھ ملا لے تو اسے یہ "مردود مقبولیت" آپ سے زیادہ مل جائے گی لیکن یہ مقبولیت صرف اس وقت تک ہے جب تک کافروں کو ضرورت ہے۔ جس دن ان کا کام نکل گیا وہ استعمال شدہ چیزوں کو پھینکنا بہت خوب جانتے ہیں۔ آج اُمت مسلمہ کی لاکھوں مائیں بہنیں ملا محمد عمر مجاہد کیلئے جھولیاں پھیلا کر دعائیں مانگ رہی ہیں اور ان ماؤں بہنوں کی مظلوم آہیں پاکستان کے اس تخت کو ہلا رہی ہیں جسے غیروں کے بیانات کی وجہ سے مضبوط سمجھا جا رہا ہے حالانکہ وہ کھوکھلا ہو رہا ہے اور تخت ہچکولے کھا رہا ہے۔

خونِ مسلم اتنا سستا نہیں ہے کہ اس کی خاطر اُٹھنے والی احتجاجی آوازیں ہمیشہ پُرامن ہی رہیں گی۔ آج پوری قوم رو رہی ہے اور رونے کا یہ عمل بتدریج رلانے کے عمل کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اچھا نہیں لگتا کہ قوم کو اس قدر زخم دے کر ان غیر ملکی حکمرانوں کے ساتھ مسکرا مسکرا کر فوٹو کھنچوائے جائیں جو کل تک ہم پر پابندیاں لگا رہے تھے اور بات بات پر ہمارا منہ چڑا رہے تھے۔ یہ کل بھی ظالم تھے اور آج بھی ظالم ہیں اور یہ بات تاریخ کے اوراق میں تقدیر کی انمٹ سیاہی سے لکھی جا چکی ہے کہ جو بھی ظالم کی مدد کرتا ہے اسی ظالم کو کسی دن اس پر مسلط کر دیا

جاتا ہے۔قوم کو چاہئے کہ وہ حکمرانوں کو لاکھوں کی تعداد میں خطوط لکھ کر اپنے غم ودکھ کا اظہار کرے اور اس بات کا مطالبہ کرے کہ مسلمانوں کا خون بہانے میں پاکستان کو شریک نہ کیا جائے اور خود پاکستان کو دین کی گوشمن اور اس کا علم رکھنے والے حکمرانوں کے حوالے کیا جائے اور یہ کہ قوم کو کل وقتی سربراہ، وزیر دفاع، فوجی کمانڈر اور رئیس منتظم کی ضرورت ہے۔ یہ آواز ہر شخص اٹھائے خواہ وہ کسی بھی جگہ کام کر رہا ہو، خصوصاً خطباء کرام اور قانونی ماہرین کو چاہئے کہ وہ اس نکتے پر خصوصی محنت کریں اور اس آواز کو بھرپور طریقے سے بلند کریں۔ یہ آواز ملکی مفاد اور پاکستان کے آئین کے عین مطابق ہے۔

اسی طرح قوم کو اس بات کا ببانگ دہل اعلان کر دینا چاہئے کہ ہمیں اس خوشحالی کی ضرورت نہیں ہے جو مسلمانوں کے خلاف کافروں کا آلہ کار بن کر حاصل کی جائے، ایسی خوشحالی تو انڈیا کے ساتھ رہ کر اور کفر اختیار کر کے بھی حاصل کی جاسکتی تھی پھر لاکھوں انسانوں کو کٹوا کر پاکستان بنانے کی کیا ضرورت تھی؟

۲۔ آیئے! اس پہلے منظر سے قدرے مختلف ایک دوسرا منظر دیکھتے ہیں۔

گوجرانوالہ کے ایک ستر سالہ بزرگ نے مجاہدین سے ملاقات کر کے جہاد میں جانے کی تمنا کی۔ تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ ان کے دو صاحبزادے پہلے ہی جہاد پر جا چکے ہیں اور عملی طور پر کفر کے خلاف برسر پیکار ہیں۔ اس غیرت مند بزرگ سے کہا گیا کہ آپ بہت بوڑھے ہیں، پھر آپ کے جوان بچے پہلے سے جہاد میں سرگرم ہیں، اس لئے آپ آرام سے گھر بیٹھ کر دعائیں کریں۔ یہ سن کر ان کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے اور انہوں نے کہا: کیا بوڑھا ہونا کوئی جرم ہے؟ کیا بچوں کو جہاد میں بھیجنا کوئی گناہ ہے کہ آپ مجھے جہاد سے محروم کر رہے ہیں؟ میں الحمدللہ مسلمان ہوں مجھے کسی مورچے میں بٹھا دو پھر دیکھو کہ کونسا امریکی کمانڈو آگے

بڑھ سکتا ہے؟

یہ بالکل تازہ اور سچا واقعہ ہے اور اس طرح کے مناظر وواقعات اس وقت میرے چاروں طرف خوشنما پھولوں کی طرح بکھرے پڑے ہیں۔ میں نے خود اسّی سالہ بزرگوں کو پہاڑوں پر گھسٹ گھسٹ کر شوقِ شہادت میں چلتے ہوئے دیکھا ہے۔ میرے پاس اس وقت کئی بہنوں کے خطوط ہیں جنہوں نے خود کو فدائی حملے کے لئے تیار کر لیا ہے اور اب وہ اجازت کی منتظر ہیں۔

مجھے آج ہی سونے کے زیورات کا بھرا ہوا ایک بھاری لفافہ ملا ہے۔ ان زیورات کو عطیہ کرنے والی خواتین اس بات کیلئے تڑپ رہی ہیں کہ یہ زیور جلد از جلد اسلام کی حفاظت اور کفر کی بربادی کیلئے خرچ ہو جائے۔ کئی خواتین جن کے خاوند جہاد پر گئے ہوئے ہیں انہوں نے اپنی آخری انگوٹھی اور اپنا آخری ہار تک دے دیا ہے اور اب ان کی ملکیت میں سونا نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہی اور یہ سارے قابل رشک لوگ امیر المؤمنین، شیخ اسامہ اور امارت اسلامیہ افغانستان کی حفاظت کیلئے دامن پھیلا کر دعائیں کر رہے ہیں اور اسلامی غیرت کی بدولت حالات یہاں تک آپہنچے ہیں کہ اگر اس وقت آسمان سے اعلان ہو جائے کہ ملا محمد عمر مجاہد کی جان کے صدقے دس لاکھ افراد کو ذبح کرنا پڑے گا تو گردنیں کاٹنے والی تلواریں کم اور سر زیادہ ہو جائیں گے اور مجھ جیسا نااہل شخص اس بات کی کوشش کرے گا کہ کٹنے والا پہلا سر اسی کا ہو۔ میں نے آج تک اپنے محبت کرنے والوں سے اپنے لئے کچھ نہیں مانگا لیکن اس دن میں منت کروں گا کہ آج مجھے آگے رہنے دیا جائے۔

یہ مناظر کوئی جذباتی لفاظی نہیں ہیں۔ کسی نے تصدیق کرنی ہو تو وہ آئے اور شہادت کیلئے بچوں کی طرح بلکتے ہوئے بوڑھوں، عورتوں اور جوانوں کو دیکھے۔

امریکا کے خلاف جہاد کرنا ایک ایسی سعادت اور فضیلت ہے جس کیلئے مسلمان سالہا سال سے دعائیں کر رہے تھے۔ آج یہ فضیلت خود گھر چل کر آ گئی ہے تو وہ لوگ اس سے محروم ہو رہے ہیں جن کے جسم اور ذہن جنگی صلاحیتوں سے مالا مال ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ ایک غیر عسکری کمزور بوڑھا امریکا سے ٹکرانے کیلئے اور شہادت پانے کے لئے بے تاب ہے جب کہ جنگی صلاحیتیں رکھنے والے افراد امریکا کی اس بات میں مدد کر رہے ہیں کہ وہ جلد از جلد مسلمانوں کا خاتمہ کر دے۔

موت سب پر آتی ہے...... مگر قسمت اپنی اپنی ہے۔ کوئی شہادت کا تاج لے کر جائے گا تو کوئی اپنے سر پر مسلمانوں کے خون اور کافروں کی مدد کے گناہ کا بوجھ اٹھا کر جائے گا۔

؎ زندہ رہنا ہے تو پھر خود کو مٹانا سیکھو
گھٹ کے مرتے ہیں سدا جان بچانے والے

ایک شہر میں کچھ تاجر حضرات ملاقات کیلئے تشریف لائے مجھے خدشہ تھا کہ وہ بھی مظاہرے نہ کرنے کے جرم میں مجاہدین کی قیادت سے ناراض ہوں گے اور پہلا سوال یہی داغیں گے کہ آپ لوگ ان دنوں کہاں مرگئے ہیں؟ لیکن عجیب اتفاق ہے کہ وہ سارے جیش محمد ﷺ سے بہت مطمئن تھے اور تازہ حالات جاننے کے لئے بے چین تھے۔ ملاقات کا دورانیہ میری بھاگم دوڑی کی وجہ سے مختصر تھا مگر حالات سن کر ان کے چہروں کی رونق دوبالا ہو گئی، اور مجلس پر یہ جملہ چھا گیا کہ بمباری سہنے والے طالبان الحمد للہ متحد اور مطمئن ہیں جب کہ بم برسانے والے اور ان کی مدد کرنے والے منتشر اور پریشان ہیں۔ تاجر حضرات کی طرف سے گفتگو کرنے والے صاحب دیکھنے میں جدید ترقی پسند لگتے تھے مگر ان کی باتیں قدامت

پسندوں والی تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ ساری قوم اس وقت طالبان کے ساتھ ہے اور امریکا کی جارحیت اور طالبان کی غیرت نے قوم کو ''اصلی اسلام'' سے متعارف کرایا ہے۔ اب الحمد للہ! ماڈریٹ نوجوان تیزی سے اسلام کی طرف آ رہے ہیں اور گھروں میں اسلامی اقدار کو بے انتہا احترام حاصل ہو رہا ہے۔ انہوں نے اور بھی باتیں کیں جن سب کا خلاصہ یہ تھا کہ اس جنگ نے مسلمانوں کو مسلمان بنا دیا ہے جو یقیناً اہلِ اسلام کی بڑی کامیابی ہے۔ اس وفد میں کئی چہرے تھے جو اب اسلام کی طرف محبت کے ساتھ بڑھتے نظر آ رہے تھے۔ یہ منظر بہت خوبصورت تھا اور مجھے ملک بھر میں پھیلے ہوئے وہ ڈاکٹر، انجینئر، تاجر، وکیل اور آفیسرز یاد آنے لگے جو دیوانہ وار اسلام اور جہاد کی طرف بڑھ رہے ہیں اور موجودہ لڑائی نے ان کے جذبوں کو ناقابل شکست مضبوطی عطاء کر دی ہے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر...... یہ بات سمجھنا اور آسان ہو جاتا ہے کہ ملا محمد عمر مجاہد کا اس موقع پر ''عجیب فیصلہ'' اور استقامت کس قدر مفید ثابت ہوئی اور امت مسلمہ کو اس کا کس قدر فائدہ حاصل ہوا؟ کیا کوئی مسلمان حکمران وقت کے اس غیور زندہ دل کی فراست سے روشنی حاصل کرنے کی سعادت حاصل کرے گا؟؟؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کی کھُلی نشانیاں

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اپنی قدرت کی عجیب نشانیاں دکھا رہا ہے۔ بہت ہی عجیب اور ایمان افروز نشانیاں۔ ایک ایک کو دیکھتے جایئے اور اپنے پیارے رب کی شان پر جھومتے جایئے۔

حضرت امیر المومنین کا ایک مسلمان مہمان کی خاطر پوری دنیائے کفر کے مقابلے میں ڈٹ جانا۔ یہ اسلام کے زندہ ہونے کی سب سے بڑی آسمانی نشانی ہے، ورنہ مفاد پرستی، قوم پرستی، علاقہ پرستی، کفر پرستی اور ڈالر پرستی میں مبتلا مسلمان نے اپنا تشخص اور اپنی غیرت کو کھو دیا تھا۔ اور اب دنیا نے انہیں ڈرپوک اور بکاؤ جانور سمجھ لیا تھا۔ ہر دوسرے دن حکم ملتا تھا کہ فلاں کو ہمارے حوالے کر دو، فلاں کو پکڑ لو، فلاں کی زبان بند کرواؤ وغیرہ وغیرہ۔ یوں لگتا تھا کہ دنیا کے سارے مسلمان حکمران امریکا کے نوکر ہیں اور ان کا کام امریکا کی خاطر اپنے مسلمان بھائیوں کو پکڑنا، مارنا، فروخت کرنا اور کافروں کے حوالے کرنا ہے۔ ماضی کے کچھ مناظر دیکھیے! دل غم سے پھٹنے لگتا ہے۔ پشاور میں دو سو عرب مجاہدین کی ظالمانہ پکڑ دھکڑ اور پھر ملک بدری، مصر کے زندانوں میں امریکی حکم پر قرآن کے حافظوں کی سولی پر لٹکتی لاشیں، الجزائر میں علماء کرام کا قتل عام، سعودیہ میں حق پرست خطباء کرام کی گرفتاری، زبان بندی اور عزت دری، لیبیا

کے دو مسلمانوں کی عالمی عدالت کے ہاتھوں سپردگی، ایمل کانسی اور یوسف رمزی کی گرفتاری اور امریکا کے حضور ان کی حوالگی وغیرہ وغیرہ۔ یہ دردناک مناظر اس قدر زیادہ ہیں کہ ضمیر فروشی اور قوم کشی کی اس داستان کو اگر کوئی مؤرخ لکھنے بیٹھے تو ہزاروں صفحات کالے ہو جائیں گے اور ہماری آئندہ نسل ہم پر اس طرح تف بھیجے گی جس طرح ہم اپنے اکابر کو آفرین بھیجتے ہیں۔

اس پورے ماحول کو دیکھتے ہوئے گورے کافر کا حوصلہ اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اس نے ڈالروں کی ہلکی سی جھلک دکھا کر ملا محمد عمر مجاہد کو حکم دیا کہ شیخ اسامہ بن لادن کو اٹھا کر ہمارے حوالے کر دو۔ اس کا اندازہ یہ تھا کہ یہ حکمران بھی دوسرے مسلمان حکمرانوں کی طرح اس حکم پر عمل کو اپنی سب سے بڑی سعادت سمجھے گا اور فوراً اپنے مسلمان بھائی کو ہمارے سپرد کر کے اپنے کسی گورے چٹے وزیر کو بھیک کا پیالہ دیکر ہمارے پاس بھیج دے گا تب ہم چند ٹکے اس پیالے میں ڈال کر پوری افغان قوم کو قرضے میں جکڑ لیں گے اور ملا محمد عمر مجاہد کو نئے مطالبات کی فہرست جاری کر دیں گے...... لیکن ایسا نہیں ہوا

ملا محمد عمر نے وہ جواب دیا جسے سننے کے لئے مسلمانوں کے کان سالہا سال سے بے تاب تھے۔

"میں شیخ اسامہ کو تمہارے حوالے کیوں کروں؟ ہمیں اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ ہم تمہارے زرخرید نوکر نہیں ہیں کہ تمہارے حکم پر اپنے جگر کے ٹکڑے تمہارے حوالے کرتے رہیں"۔

اس جواب نے زمین و آسمان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا اور یوں لگنے لگا کہ اب دنیا کی نبضیں رک جائیں گی اور معلوم نہیں کیا سے کیا ہو جائے گا۔ تب

امریکا کو علم ہوا کہ زمین پر ایک خطہ ایسا بھی ہے جہاں میری نہیں بلکہ اسلام کی چلتی ہے اور یہ کہ اسلام کا حکم میرے حکم سے زیادہ طاقتور ہے۔

تب امریکا نے طالبان کو تباہ کرنے کی ٹھانی، دستاویزات گواہ ہیں کہ امریکا افغانستان پر حملے کی تیاری مکمل کر چکا تھا اور یہ حملہ ہونے ہی والا تھا کہ خود امریکا ایک خوفناک حملے سے لرز کر رہ گیا۔ امریکا پر یہ حملہ بھی ایمان والوں کے لئے آسمانی نشانی ہے۔ یہ نشانی مسلمانوں کو شرک سے بچاتی ہے کیونکہ اکثر مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا کر غیر محسوس طریقے سے امریکا کی پوجا شروع کر دی تھی مگر یہ نقلی معبود، ورلڈ ٹریڈ سینٹر اور پینٹا گون کے دھویں میں بامیان کا ''بت'' ثابت ہوا۔

اب ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ امریکا آگے بڑھ کر افغانستان کو کچا چبا ڈالتا اور اس گستاخ ملک کو ناقابل فراموش سزا دیتا مگر ایسا نہیں ہوا بلکہ ایمان والوں نے ایک اور بڑی آسمانی نشانی دیکھی اور وہ یہ کہ دنیا کی سب سے بڑی پاور کہلانے والا امریکا ساری دنیا میں کاسۂ گدائی لے کر گھومتا نظر آیا اور تو اور اپنے دیرینہ دشمنوں تک سے مدد مانگی گئی، امریکا کی طرف سے برطانیہ کے وزیراعظم ٹونی بلیئر نے پوری دنیا کا دورہ کر کے افغانستان کے خلاف امریکا کے لئے ہر چھوٹے بڑے ملک سے مدد مانگی۔ روس والو! ہماری مدد کرو، ہم نے افغانستان سے لڑنا ہے۔ ازبکستان والو! تم بھی ہمارا تعاون کرو۔ پاکستان والو! تم بھی ساتھ دو۔ بھارت والو! تم بھی پوری امداد دو۔ قطر اور کویت والو! تم بھی ہمارا ساتھ دو۔ چین والو! تم بھی اس موقع پر ہاتھ بٹاؤ۔ جاپان والو! تم بھی ہمارے ساتھ کھڑے رہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ اللہ اکبر! افغانستان آخر وہ کونسی بلا ہے جس کے خلاف لڑنے کے لئے امریکا، یورپی یونین، جی ایٹ، اور ناٹو تک کافی نہیں ہو رہے بلکہ عمان و بحرین جیسے کالونی نما ملکوں سے بھی مدد مانگی جا رہی تھی۔ البتہ فرق صرف اتنا تھا کہ سب کے آگے منت سماجت کے

ساتھ ہاتھ پھیلائے جا رہے تھے جب کہ وطن عزیز پاکستان کو گریبان سے پکڑ کر دھمکیاں دے کر اپنے ساتھ کھڑا کیا جا رہا تھا کیونکہ امریکا کو اکیلے یہاں آتے ہوئے ڈر لگ رہا تھا۔ خود سوچئے! ایک افغانستان کے خلاف ساری دنیا سے مدد کی بھیک مانگنے پر مجبور ہونا کیا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے نہیں ہے؟ آخر افغانستان کے پاس سوائے ایمان اور استقامت کے اور کونسی طاقت تھی؟ معلوم ہوا کہ ایمان اور استقامت ہی سب سے بڑی طاقت ہے اور اس طاقت سے ٹکرانا آسان کام نہیں ہے۔

پھر اندازہ یہ تھا کہ ساری دنیا کے تعاون سے ہونے والا یہ حملہ ایک دو روز میں اپنا کام پورا کر لے گا چنانچہ طالبان کی تباہی کا تماشہ دیکھنے کے لئے ایک ہزار کے قریب صحافی پاکستان آ دھمکے...... قریب المرگ...... ظاہر شاہ کی بوسیدہ ہڈیوں میں اقتدار کی ہوس کا کودا پھر کلبلانے لگ گیا۔ شمالی اتحاد کے گماشتوں میں یہ بحث چھڑ گئی کہ دو روز کے بعد عہدوں کی تقسیم کس طرح سے ہو گی۔ پیر گیلانی جیسے مسترد افغان رہنما پشاور میں آ کر بیٹھ گئے کہ اندھے کی ریوڑیوں میں انہیں بھی کچھ حصہ مل جائے گا۔ کمانڈر عبدالحق نے دبئی کو خیر باد کہا اور خراماں خراماں پاکستان میں چلے آئے اور روز اپنے فوٹو اخبارات میں چھپوانے لگے۔ اور تو اور افغانستان کی نئی حکومت میں حصہ نہ ملنے پر بعض لوگ روٹھ بھی گئے۔ سب کا اندازہ یہ تھا کہ کروز میزائل کی گائیڈڈ پکڑ سے کون بچ سکتا ہے؟ ایف سولہ اور ایف اٹھارہ جیسے طیارے اپنے ہدف سے کہاں چوک سکتے ہیں؟ بی باون کی کارپٹ بمباری تو طالبان کے جسموں کے ساتھ ساتھ ان کے نام کو بھی مٹا دے گی پھر جو تھوڑی بہت کسر رہ جائے گی وہ امریکا کے جانباز کمانڈوز زمین پر اتر کر پوری کر لیں گے۔ ہر تجزیہ نگار بس یہی سوچ رہا تھا اور ہر کوئی طالبان پر آخری فاتحہ پڑھ رہا تھا۔ ان دنوں کئی مضحکہ خیز

اقدامات بھی کئے گئے۔ ایسا لگتا تھا کہ شیخ چلی کا کردار ہر طرف دوبارہ زندہ ہو چکا ہے چنانچہ روس نے نئی افغان حکومت کے لئے شرطیں لگانا شروع کر دیں اور جنرل فہیم اور پروفیسر ربانی کو ماسکو طلب کر کے نیا سبق پڑھایا۔ ہندوستان نے اپنے کچھ جرنیل افغانستان کے اڈوں کا سودا کرنے کے لئے شمالی اتحاد کے پاس بھیج دیئے۔ رشید دوستم کے گرد امریکی منصوبہ سازوں کا ایک پورا جتھہ سرگرم ہو گیا جس نے آئندہ کے ''امریکی افغانستان'' کی تعمیر نو کرنی تھی۔ پاکستان کے حکمرانوں نے دو چار دن کا کھیل سمجھ کر اپنے اڈوں کے دروازے آنکھیں بند کر کے امریکا کے لئے کھول دیئے مگر اچانک سب کی آنکھوں میں کنکریاں اور دھول پڑ گئی۔ ایک دو روز نہیں بلکہ تین چار ہفتوں کی بمباری نے افغانستان کا کچھ بھی نہیں بگاڑا جب کہ امریکا خود انتھراکس کی وباء سے لرز کر رہ گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نشانی ہے؟ کاش! اس نشانی پر غور کر کے اپنے دل کے قبلے کو سیدھا کیا جائے۔ کہاں گئے سیٹلائٹ سیارچے؟ کہاں گئے جی پی ایس کے گائیڈڈ سسٹم، کہاں گئے جاسوس طیارے؟ کہاں گئے امریکی کمانڈوز؟ ہر بمباری کے بعد طالبان کے وزراء کابل اور قندھار سے بیانات جاری کرتے ہیں اور ساری دنیا مزے لے لے کر ان کی پرکشش آواز کو سنتی ہے۔ ہر دوسرے تیسرے روز حضرت امیر المومنین کے ایمان افروز بیانات نشر ہوتے ہیں اور ان کی آواز کو عالمی ذرائع ابلاغ وہ اہمیت دیتے ہیں جو بش کی سات نسلوں کو بھی نصیب نہیں ہو سکتی۔ ہر چوتھے دن ''القاعدہ'' کا شیر الجزیرہ کے ذریعے دھاڑتا ہے تو امریکیوں کے دل دہل جاتے ہیں۔

مجھے تو اب اس بات کا خطرہ محسوس ہونے لگا ہے کہ کچھ دنوں بعد مادہ پرست قلم کار اور تجزیہ نگار تنگ آ کر یہ لکھنا شروع کر دیں گے کہ امریکا اور طالبان کی ملی بھگت سے یہ جنگ لڑی جا رہی ہے اور امریکا جان بوجھ کر اپنے بم ضائع کر رہا

ہے۔ واقعی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت، طاقت اور حکمت کو نہیں سمجھتے ان کے دماغ سوچ سوچ کر ماؤف ہو رہے ہیں کہ آخر یہ سب کچھ کیا ہے؟ پاکستان جیسی ایٹمی طاقت کا حامل جس کے پاس تیرہ لاکھ افواج موجود ہیں جس امریکا کے ایک حملے سے ڈرا بیٹھا تھا، طالبان نے اس امریکا کے ایک ہزار سے زائد حملوں کو پانی کے گھونٹ کی طرح آسانی سے ہضم کر لیا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ مستقبل میں کیا ہو گا؟ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح دے کر آزمائے گا یا انہیں کچھ نقصانات کے ذریعے امتحان میں ڈالے گا؟ مگر اب تک جو کچھ ہوا ہے اس میں ہر ملحد و زندیق کے لئے اس بات کے لاکھوں دلائل موجود ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ موجود ہے اور وہی سب سے بڑی طاقت ہے۔ دیکھئے! ایک طرف امریکا ساری دنیا کی مدد اور حمایت لے کر حملہ آور ہے جب کہ دوسری طرف اکیلے طالبان ہیں جن کی آخری کشتی بھی طورخم سرحد پر جل چکی ہے۔ جی ہاں! پاکستان جو طالبان کی آخری کشتی تھی اس سے جدا ہو چکا ہے۔ اب طالبان کے ساتھ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ تو سب کچھ ہے اور اب ایمان والوں کو "حسبنا اللہ" کا ترجمہ سمجھ آ رہا ہے۔ کاش! کافروں کے خوف اور موت کے ڈر سے تھر تھر کانپنے والے لوگ بھی "حسبنا اللہ" کے مفہوم کو سمجھ لیں اور اسے اوڑھنا بچھونا بنائیں۔

پھر دیکھئے کہ امریکا نے گیارہ ستمبر کے حملوں کے بعد یہ اعلان کیا تھا کہ اب ہم ہر محاذ سے لڑیں گے۔ وہ اپنے اس اعلان پر ۷ اکتوبر سے عمل شروع کر چکا ہے مگر اسے اب تک کسی بھی محاذ پر ایک انچ کی بھی کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ کروڑوں ڈالر کے اخراجات کر کے کمانڈر عبدالحق کو افغانستان پہنچانا پینٹاگون کا وہ کارنامہ تھا جو وہ اپنی رہی سہی ناک بچانے کے لئے اپنی قوم کو دکھا رہا تھا مگر آج وہ کارنامہ جلال آباد کے ایک گاؤں میں دفن ہو چکا ہے۔ شدید جنگ زدہ افغانستان

میں طالبان کی یہ کامیابی کیا اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نشانی نہیں ہے؟ یقیناً یہ بہت بڑی نشانی ہے جو مسلمانوں کو منافقوں کا مستقبل بتا رہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ آج طالبان کے مخالف بظاہر ہر طرح سے معزز و مالدار اور صاحب اختیار ہیں جب کہ طالبان کے حامی بے بس، کمزور اور مغلوب نظر آ رہے ہیں مگر کمانڈر عبدالحق کا عبرتناک انجام ہر کفر پرست کے لئے خطرے کی گھنٹی اور ہر مؤمن کے لئے بشارت کا شادیانہ ہے۔ امریکا کا ساتھ دینے والوں کو چاہئے کہ وہ اس سے پوچھیں! آخر تم سپر پاور کہلوانے کے باوجود اپنے جانثار دوست کو کیوں نہیں بچا سکے؟ معلوم ہوا کہ ملا محمد عمر تم سے زیادہ طاقتور ہیں۔ انہوں نے چھ سال سے اسامہ کو امریکی حملوں سے اللہ تعالیٰ کی توفیق، نصرت اور تائید کی بدولت بچایا ہے جب کہ امریکا کمانڈر عبدالحق کو تین دن بھی طالبان سے نہیں بچا سکا۔

پھر امریکا کا گزشتہ کل یہ اعلان کرنا کہ طالبان نے ہم سے میڈیا کی جنگ جیت لی ہے، اس لئے اب ہم واشنگٹن، لندن اور اسلام آباد میں کروڑوں ڈالر خرچ کر کے طالبان کے خلاف ایک مربوط میڈیا سیل قائم کر رہے ہیں، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نشانی ہے جو ایمان والوں کو سمجھا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہواؤں کو اہل ایمان کے لئے مسخر کر دیا ہے، ورنہ کہاں امریکا کا میڈیا اور کہاں طالبان کا ریڈیائی نظام؟ ان دونوں کا کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے بلکہ اب تو طالبان کا ٹوٹا پھوٹا ریڈیو صدائے شریعت بھی اکثر و بیشتر بند رہتا ہے اور ذرائع ابلاغ کے بقول طالبان کے مواصلاتی نظام کو بھی کافی نقصان پہنچایا جا چکا ہے مگر اس کے باوجود ہر طرف ''واہ طالبان، واہ طالبان'' کا غلغلہ اور ''ہائے امریکا، ہائے امریکا'' کا ماتم ہے۔ اپنے ہوں یا پرائے سب یہی لکھ رہے ہیں کہ طالبان جنگ جیت چکے ہیں، اور تو اور ہندوستان کے مشرک فوجی جرنیل بھی امریکا کا مذاق اڑا رہے ہیں کہ اس

نے اب تک طالبان سے سوائے شکست کے اور کچھ حاصل نہیں کیا؟ خود سوچئے! وہ کون سی طاقت ہے جس نے طالبان کی آواز کو اس قدر مؤثر بنا دیا ہے کہ امریکا خود ان کی نشریاتی برتری کا اعتراف کر رہا ہے؟ آج اسلام آباد میں امریکی سفیر لاکھوں روپے کے کھانے بسکٹ، چائے اور اپنی نسوانیت کے باوجود صرف چند صحافیوں کو جمع کر سکی ہے جب کہ ملا عبدالسلام ضعیف صاحب کے گرد صحافی یوں منڈلاتے رہتے ہیں جس طرح میٹھے کے گرد مکھیاں، حالانکہ وہ سادگی، صاف گوئی اور تواضع کا چلتا پھرتا پیکر ہیں۔ اس پوری صورت حال میں پورے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ آج اگر صدر بش کی کوئی خاص تصویر کسی صحافی کے ہاتھ لگ جائے تو وہ چند ڈالروں سے زیادہ قیمت حاصل نہیں کر سکے گی لیکن اگر خدانخواستہ کسی صحافی کے ہاتھ ملا محمد عمر مجاہد کی کوئی تازہ تصویر لگ جائے تو اس صحافی کی آئندہ سات نسلیں ٹھاٹھ کے ساتھ نوابی کریں گی۔ آخر پتھروں میں رہنے والوں کو یہ عزت، اہمیت اور ظاہری مقام کس نے دیا ہے! یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نشانی اور اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ

"ان العزة لله جميعا"

ترجمہ: ''بیشک عزت کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں''۔

چنانچہ کافروں کے نوٹوں سے چلنے والے ذرائع ابلاغ امیر المؤمنین کے کسی ادنیٰ سے خادم کی آواز نشر کرنے کو اپنے لئے فخر سمجھ رہے ہیں جب کہ خود طالبان کو اس بات کی بالکل پرواہ تک نہیں ہے۔ اللہ کرے وہ ان چیزوں سے ہمیشہ بے پرواہ رہیں۔ آمین

پھر تقریباً ایک ماہ کی خوفناک بمباری اور میزائل باری کے باوجود شمالی اتحاد کا ایک انچ آگے نہ بڑھنا بلکہ ہر روز امریکی حملوں میں ان کے فوجیوں کا ہلاک

ہونا، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نشانیوں میں سے ہے جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اوپر اور نیچے دونوں طرف سے حملوں کی زد میں ہونے کے باوجود طالبان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت ہر دم موجود ہے۔

پھر لاکھوں افراد کا طالبان کے شانہ بشانہ جا کر لڑنے کے لئے بے قرار ہونا اور اس کی خاطر اپنے گھر بار چھوڑ کر سرحد پر جا بیٹھنا، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نشانیوں میں سے ہے جو ہمیں یہ بات سمجھا رہی ہے کہ ان شاء اللہ مستقبل مسلمانوں کا ہے، ورنہ عام طور سے جس شہر میں کبھی کبھار بھی فائرنگ ہوتی ہو لوگ وہاں جانا گوارا نہیں کرتے اور نہ اپنے بچوں کو اس شہر میں جانے کی اجازت دیتے ہیں لیکن آج افغانستان میں خوفناک بمباری ہو رہی ہے، زمین پر شمالی اتحاد کے حملے جاری ہیں، خود امریکا ایٹمی حملے کی دھمکی دے رہا ہے مگر اس کے باوجود مسلمان بوڑھے، جوان اور بچے جوق در جوق افغانستان کی طرف لپک رہے ہیں اور وہاں جا کر جہاد میں شریک ہونا اپنی سب سے بڑی سعادت سمجھ رہے ہیں جب کہ دوسری طرف امریکا کی منت وسماجت کے باوجود اس کے کئی قریبی حلیف اپنی زمینی فوج اس کے ساتھ افغانستان بھیجنے کے لئے تیار نہیں ہو رہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آہ! اِمارتِ اِسْلامیہ
واہ! اَمیرُ المؤمنین

بات کا آغاز اس گرم آہ سے کیا جائے جو امارت اسلامیہ افغانستان کے سقوط پر ہر ایمان والے کے دل سے نکلی یا اس گرم جوش واہ سے جو حضرت امیر المؤمنین کی مثالی استقامت اور عزیمت پر ہر مؤمن کی زبان سے ادا ہوئی...... آہ اور واہ کا یہ امتزاج آج ہر غیرت مند سینے میں موجزن ہے۔ جس کو دیکھیں وہ اس آہ و واہ کے درمیان مایوسی اور امید میں سے کسی ایک کے انتخاب کی کوشش کر رہا ہے۔ اکثر لوگ دوسروں کو تسلی دیتے ہیں مگر خود تنہائی میں کبھی دل اور کبھی سر پکڑ کر روتے ہیں۔ افغانستان سے جب ظلم، تشدد اور لوٹ مار کی خبریں آتی ہیں تو شہداء افغانستان کے ورثاء ڈبڈباتی آنکھوں سے آسمان کی طرف بار بار دیکھتے ہیں پھر ایک سرد آہ کھینچ کر...... خیالات کی کھائیوں میں لڑھکتے چلے جاتے ہیں...... مگر جب ان کی توجہ حضرت امیر المؤمنین کے مضبوط ایمان...... اور طاقتور نظریے کی طرف مبذول ہوتی ہے تو پھر...... امیدوں کی سحر انگیزی ان کے زخموں پر مرہم کی طرح سکون نچھاور کرتی ہے...... اب کیا ہوگا؟ آج کل کا وہ سوال ہے جو ہر شخص ہر کسی

سے پوچھ رہا ہے۔قرآن مجید کی آیات اور تاریخ کے صحیفوں میں اس سوال کا جواب بالکل واضح ہے۔آسمانی دین نے کبھی بھی کسی کو دھوکے میں نہیں رکھا اور اللہ تعالیٰ کے کلمات تبدیل نہیں ہوتے۔مگر قوم کا شعور ابھی ''نابالغ'' ہے۔

کچھ عرصہ پہلے تک ''جہاد'' ہماری قوم کے لئے اجنبی تھا...... اکثر لوگ اسے فرض تسلیم ہی نہیں کرتے تھے۔کچھ لوگ اسے پرانے زمانے کی وقتی حکمت عملی مانتے تھے جب کہ بعض لوگوں نے اسے عرب معاشرے کا خاصہ قرار دیا ہوا تھا...... ہمارے آباؤ اجداد کو اب تک انگریز کا کالا دور یاد تھا...... اس دور کی یادیں...... نحوستیں...... اور کچھ باقیات کا اثر اب تک محسوس ہوتا تھا۔پھر اچانک پردۂ غیب سے...... افغانستان کا جہاد ''ہنستا، مسکراتا اور لہلہاتا ہوا ظاہر ہوا۔اس جہاد کا اندرونی حصہ مظلوموں کی آہوں سے اور اس کا بیرونی حصہ فتح کی ''واہوں'' سے لبریز تھا۔ تب ہماری قوم نے جہاد کا نام بھی سنا اور پیغام بھی۔مگر اس دعوت کو ماننے والے بہت تھوڑے تھے۔جی ہاں! تھوڑے، انوکھے اور اجنبی۔یہ لوگ افغانستان میں لڑتے تھے۔لڑائی کے بعد شہداء کو دفن کر کے زخمیوں کو اسپتال میں داخل کرا کے پاکستان میں نفرت اور بے توجہی کے دھکوں کے درمیان لوگوں تک جہاد کی دعوت پہنچاتے تھے۔کوئی سنتا تھا اور کوئی دھتکارتا تھا۔ان کے پاس نہ اخبارات تھے نہ رسائل۔نہ گاڑیاں تھیں نہ دیگر وسائل۔مگر وہ اپنی دھن کے پکے تھے۔آہستہ آہستہ ان پر...... آسمانی فتوحات کے دروازے کھلنے لگے۔اب یہ لوگ گاڑیوں پر آتے تھے جہاد کی دعوت دیتے تھے اور چلے جاتے تھے۔افغانستان میں ان کا ہر قدم آگے بڑھ رہا تھا تب ان کی فتوحات نے ان کی دعوت میں وزن ڈال دیا...... اور آخرت کو بھولی ہوئی، دنیا کے نتائج کو سب کچھ سمجھنے والی ہماری قوم نے انہیں فاتح کے روپ میں دیکھنا شروع کر دیا۔دعوت جہاد کے اس دور میں کئی نشیب و فراز آئے،

قوم کا مورال کبھی اوج ثریا پر اور کبھی پاتال تک پہنچ جاتا تھا مگر قوم میں سے جسے جہاد کے فریضے کا چسکا لگ جاتا تھا وہ حالات و نتائج سے بے پرواہ جنت اور خلافت کے راستے پر دوڑتا چلا جاتا...... مجھے وہ دور بھی یاد ہے جب مجاہدین سائیکلوں پر تھے اور میں نے وہ دور بھی دیکھا ہے جب ان کے لئے قیمتی گاڑیوں کے دروازے کھولے جاتے تھے۔مجھے وہ وقت بھی یاد ہے جب مجاہدین کے جلسوں میں موسم خزاں کا سماں ہوتا تھا اور مجھے تا حد نگاہ دماغوں میں شہادت کا سودا سمائے سروں کے ہجوم بھی یاد ہیں۔

وہ دور بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے جب مجاہدین کا کوئی ترجمان رسالہ نہیں ہوتا تھا اور میں نے وہ زمانہ بھی دیکھا ہے جب مجاہدین کے رسائل نے دیگر رسالوں کو اپنی پیش قدمی کی دھول میں گم کر دیا تھا...... وہ زمانہ بھی ہماری آنکھوں کے سامنے ہے جب جان دینے والوں کو ڈھونڈنا پڑتا تھا اور ہم نے وہ زمانہ بھی دیکھا کہ جان دینے والے پروانوں کی طرح بڑھ چڑھ کر خود کو پیش کر رہے تھے...... وہ وقت بہت سارے لوگوں کو یاد ہوگا جب ہمارا اردو کا دینی کتب خانہ جہادی تحریروں سے محروم تھا مگر پھر وہ دور بھی آیا جب گونجتی للکارتی تحریروں نے اردو کتب خانے کی ساخت تک بدل دی...... وہ زمانہ کس طرح سے بھلایا جا سکتا ہے جب جہاد کے معروف مسائل سن کر بڑے بڑے لوگ چونک جاتے تھے اور انہیں اس بات پر اشکال ہوتا تھا کہ جہاد نماز کی طرح کیونکر فرض ہے؟ مگر پھر وہ زمانہ بھی آیا جب افتاء کے مراکز میں فدائی جہاد کے حق میں دلائل جمع کئے جانے لگے......

اس پورے دور میں جہاد بھی آگے بڑھا...... اور مجاہدین بھی۔پھر اللہ تعالیٰ نے شہداء کے خون کی برکت سے امارت اسلامیہ کا تحفہ دے کر جہادیوں کے

حوصلے آسمانوں سے زیادہ بلند فرما دیئے......مگر آزمائش رب کا قانون ہے اور جہاد اپنے اندر خوشگواری سے زیادہ ناگواری رکھتا ہے......

کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم......

اب چونکہ......پھر آزمائش کا دور شروع ہو چکا ہے اور جہادی نتائج خلافت سے شہادت کی طرف منتقل ہو گئے ہیں......غالباً ہم اور ہماری قوم اس کی توقع نہیں رکھتے تھے بلکہ فتح ہماری عادت اور پسندیدہ نتائج ہمارا مزاج بن چکے تھے۔ اس لئے......غم اور صدمے کی فضا ہر طرف جلے ہوئے گوشت کی بو کی طرح پھیل گئی اور تو اور خود مجاہدین کے دماغ تناؤ کی آندھی میں تھپیڑے کھانے لگے......حالانکہ افغانستان میں جو کچھ ہوا اس کا خلاصہ ان دو لفظوں میں ہے......"فتح اور آزمائش......اس جنگ میں بلاشبہ اسلام کی فتح ہوئی ہے جب کہ مسلمانوں کو آزمائش کا تحفہ ملا ہے......جی ہاں! ماضی میں بارہا ایسا ہو چکا ہے کہ اسلام جیت جاتا ہے اور مسلمان آزمائش کے نفع بخش کڑوے گھونٹ کو پینے پر مجبور ہوتے ہیں۔ یہ صورت حال ہمیشہ مفید رہی ہے۔ لیکن ماضی میں اس کے برعکس بھی ہوتا رہا ہے اور وہ اس طرح کہ مسلمان جیت گئے مگر انہوں نے اسلام کو فتح سے ہمکنار نہیں کیا بلکہ خود کو بچا کر اسلام کو ذبح کرواتے رہے۔ ایسے مسلمانوں کا نام تاریخ میں سیاہ حروف کے ساتھ لکھا گیا اور وہ جس جان کو بچانا چاہتے تھے......اسے بھی نہ بچا سکے۔ آج وہ مٹی میں گل چکے ہیں اور زمین کے کیڑوں نے ان کے گوشت اور ہڈیوں کو اس طرح کھا لیا ہے جس طرح انہوں نے اسلام کو بیچ کر مرغن غذائیں شوق کے ساتھ کھائیں تھیں......

یاد کیجئے! ماضی میں تشریف لانے والے ان انبیاء علیہم السلام کو جنہیں آروں سے چیر دیا گیا، جن کے جسم کو لوہے کی کنگھیوں سے نوچا گیا، جنہیں آگ

کے دھکتے شعلوں میں ڈال دیا گیا......کیا یہ لوگ (نعوذ باللہ) ناکام تھے......؟ کہاں ہیں! نتائج کی روشنی میں حق و باطل کے معیار کو جانچنے والے صحافی؟ بتایئے! یہ انبیاء علیہم السلام کامیاب ہوئے یا ناکام اگر یہ کامیاب تھے تو بتایئے کہ انہوں نے کیا پایا؟ انہیں کون سی حکومت ملی؟ انہوں نے کتنے دن اپنی جان بچائی؟ یقیناً یہ انبیاء علیہم السلام کامیاب تھے انہوں نے دین کا کلمہ سربلند رکھا اور کافروں کے سامنے گردن نہیں جھکائی......ہاں! وہ خود کٹ گئے مگر ایسا کٹ جانا لاکھوں سال زندگی پانے سے افضل ہے......نتائج پر حق و باطل کو جانچنے والے کبھی حق تک نہیں پہنچ سکتے کیونکہ نتیجہ اس دنیا کا نہیں، آخرت کا معتبر ہے اور اس دنیا میں کامیابی کی ضمانت صرف اور صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے......اور اگر اسے شہادت بھی مل جائے تو یہ کامیابی بہت بڑی کامیابی بن جاتی ہے......یقیناً افغانستان کی حالیہ جنگ میں اسلام جیت چکا ہے اور وہ اپنی طاقت اور عظمت کا لوہا منوا چکا ہے......وہ دنیا جہاں تھپڑ کھا کر لوگ اپنا ایمان بیچ دیتے ہیں، وہ دنیا جس میں عزت اور غیرت کو کوڑیوں کے دام فروخت کیا جاتا ہے، وہ دنیا جس میں مفادات کی خاطر ہر چیز داؤ پر لگائی جاتی ہے، اس دنیا میں کچھ لوگوں نے اسلام کی خاطر اور اسلامی احکامات کی خاطر وقت کے فرعونوں سے ٹکر لی، پھر اس کی فرعونیت اور شیطانیت کا ننگا ناچ برداشت کیا، وہ آگ کے سمندر میں کود گئے مگر انہوں نے اسلام کو نہیں چھوڑا......انہوں نے اپنی حکومت اور اپنے عزیز واقارب کی قربانی ہنستے مسکراتے پیش کر دی مگر کسی کو یہ کہنے کا موقع نہیں دیا کہ اسلام کی پکڑ مسلمانوں پر سے کمزور ہو چکی ہے۔

آفرین ان عظیم ہستیوں پر جو اسلام کی خاطر ڈیزی کٹر بموں سے جلا دی گئیں......آفرین ان عظیم جیالوں پر جنہوں نے اس جنگ عظیم میں اسلام کی خاطر

اپنے لہو کا نذرانہ پیش کیا...... آفرین ان شاہین صفت مجاہدین پر جنہوں نے اس زمانے میں قرون اولیٰ کی یاد تازہ کر دی ...... سبحان اللہ! کیا خوش نصیبی ہے کہ قیامت تک کے لئے حضرت امیر المؤمنین اور ان کے وفادار رفقاء کے ساتھ "واہ" کا لفظ جڑ چکا ہے۔ کل جو مفسر بھی قرآن کی آیات بیان کرے گا وہ عزیمت واستقامت کے باب میں ملا محمد عمر مجاہد کا نام فخر کے ساتھ بطور مثال پیش کر سکے گا...... کل جو مؤرخ بھی تاریخ عزیمت لکھنے بیٹھے گا اس کا قلم ملا محمد عمر کے قدموں کی دھول کے تذکرے سے عزت پائے گا...... اور اس سب سے بڑھ کر قیامت کے دن جن راہ حق کے تھکے ہوئے مسافروں کو سینے سے لگایا جائے گا ان میں ملا محمد عمر بھی سرفہرست ہوں گے...... حضرت امیر المؤمنین! آپ نے یقیناً اُمت مسلمہ پر بہت بڑے احسانات کئے ہیں...... آپ نے وقت کے ہر فرعون کی گردن جھکائی اور ہزاروں سال سے سینہ تان کر کھڑے بتوں کی اپنے رب کی خاطر درگت بنائی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ساری امت مسلمہ کی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ اللہ کی قسم! قندھار کی وہ دھول جس میں آپ گم ہو چکے ہیں ہمیں اپنے سر سے زیادہ پیاری ہے۔ آپ چاہتے تو اسلام کا سودا کر کے اپنی دس نسلوں کے لئے افغانستان کا اقتدار محفوظ بنا سکتے تھے، مگر آپ نے اپنا سب کچھ لٹا کر اسلام کو عزت بخشی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر قدم پر آپ کی حفاظت فرمائے اور آپ جیسے جلیل القدر امام مسلمانوں کو نصیب فرماتا رہے۔ بلاشبہ آپ اس زمانے کے مجدد ہیں اور آپ نے اسلام کا اصل چہرہ دنیا کو دکھایا ہے۔ آپ کے کارناموں کی گرمی سالہا سال تک مسلمانوں کے دلوں کو ایمانی غیرت کا رستہ دکھاتی رہے گی۔ ہم امارت اسلامیہ کے سقوط پر رنجیدہ ہیں اور ہمارے دلوں سے آہیں نکل رہی ہیں...... مگر آپ کی ہمت، شجاعت اور عظمت کو دیکھ کر ہمارے دل اب بھی مطمئن ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ آپ ضرور

ایک بار پھر ابھریں گے اور بے سہارا مسلمانوں کے لئے ضرور واپس آئیں گے۔

آج زمین سچے مسلمانوں پر تنگ ہو چکی ہے۔ ہمارے ملکوں کا امن کافروں کے ہاتھوں گروی رکھا ہوا ہے۔ یہ ملک کافروں کی شکارگاہیں ہیں اور وہ ہر اس مسلمان کو یہاں سے اٹھا کر کر لے جاتے ہیں جو حضور اکرم ﷺ کے پورے دین پر عمل کرتا ہو...... ان ملکوں میں آج اللہ کا نہیں، کافروں کا خوف پھیلایا جا رہا ہے اور یہ بات سمجھائی جا رہی ہے کہ اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو وہ کام چھوڑ دو جو یہود و نصاریٰ کو ناپسند ہیں۔ حضرت! اگر آپ چاہتے تو افغانستان کو بھی کافروں کی چراگاہ بنا کر اپنے لئے عارضی امن کی بھیک حاصل کر سکتے تھے، مگر آپ نے مدینہ والے نبی کے طریقے کو اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے...... آج آپ کہاں ہیں؟ ہم نہیں جانتے مگر ہماری دعاؤں کی رونق آج بھی آپ ہیں۔ کاش! ہم آپ کے ان ہاتھوں کی میل ہوتے جن ہاتھوں سے آپ نے کئی سال تک اسلام کا دفاع کیا ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ آپ لوٹ کر آئیں گے۔ ملا محمد عمر مجاہد کی شکل میں یا ملا محمد عمر کے کسی سچے جانشین کی شکل میں...... کاش! ہمارے دل سچی وفاداری کا تحفہ لے کر...... آپ کا استقبال کر سکیں...... فی الحال ہم اتنا ہی کہہ سکتے ہیں:

"آہ! امارت اسلامیہ افغانستان

واہ! حضرت امیر المؤمنین (حفظہ اللہ تعالیٰ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دلِ غمزدہ کی پکار

دو روز پہلے ایک مفسر قرآن اللہ والے بزرگ کی خدمت میں حاضری ہوئی ۔ میں نے درخواست کی کہ موجودہ حالات پر اپنی ''ایمانی فراست'' کی روشنی ڈالیں...... انہوں نے کئی مفید باتیں بتائیں جن میں یہ جملہ بھی تھا کہ ''موجودہ سانحہ احد کے سانحے سے زیادہ سخت نہیں ہے''۔

یہ جملہ سنتے ہی ماضی کی سلوٹوں سے صحابہ کرام کے پُرعزم کارناموں کی خوشبو دل و دماغ میں رچ بس گئی...... مکہ کے تپتے صحرا، گرم پتھر، خوفناک دشمنوں کا نرغہ، بے پناہ بے بسی، تڑپتے جسم، جلتی کھالیں، دہکتے انگارے، لاوارث لاشیں، آسمان کو ہلانے والے نالے...... بچوں اور عورتوں کی دربدری...... پھر ہجرت کا جوکھم، دیارِ غیر کے تھپیڑے، بھوک، پیاس اور آبلے...... پھر اعلانِ جہاد، شہداء کے کٹے پھٹے جسم، کبھی فتح اور غنیمت اور کبھی پسپائی اور زخم، اندرونی و بیرونی سازشیں، منافقین کے طنزیہ نشتر اور زہریلی تدبیریں، مذاق اور استہزاء کے دلدوز مناظر، الزامات، تہمتیں، کافروں اور منافقوں کے اتحاد، خوفناک گھیرا بندیاں، خوف، سردی، پیٹ میں خوراک کی بجائے اوپر بندھے پتھر...... کافروں کا غیظ و غضب، منافقوں کی خوف پھیلانے والی پھنکاریں، عبادات کی تھکاوٹ اور جہادی محنتیں،

گرفتاریاں، سولیاں، حفاظ و قراء کی لاشیں...... ہر وقت لڑائی، پریشانی اور قدم قدم پر زلزلوں سے سخت آزمائشیں...... پھر حضور اکرم ﷺ کا سانحۂ ارتحال...... جو سب صدموں سے بڑا صدمہ اور سب غموں سے بڑا غم تھا، مگر آسمان سے پہلے ہی...... اعلان اتر چکا تھا...... جو دین چھوڑ کر، جہاد سے منہ موڑ کر عافیت کے گوشے ڈھونڈنے کے لئے الٹے پاؤں پھر جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہیں کرے گا...... نقصان خود اس کا اپنا ہوگا...... ہاں جو صبر اور شکر کے ساتھ دنیا کے نتائج سے بے پروا ہو کر دین پر ڈٹا رہے گا...... خواہ ساری دنیا میں اکیلا رہ جائے...... اسے رب کی طرف سے بہترین بدلہ ملے گا...... ایسا بدلہ جسے پا کر وہ سارے غم اور درد بھول جائے گا، بلکہ اسے دنیا میں عافیت میں گزاری گئی گھڑیاں اس دن کڑوی لگیں گی...... وہ تمنا کرے گا کاش یہ گھڑیاں بھی کسی آزمائش کے جوکھم میں گزر جاتیں تا کہ رب کی مہربانیاں اور بڑھ جاتیں...... ہاں یہ سب کچھ ہوگا، جس اللہ نے دنیا بنائی ہے، اسی نے آخرت بھی بنائی ہے اگر دنیا حقیقت ہے تو آخرت اس سے بڑی حقیقت ہے...... آخرت کی نوازشیں اور مہربانیاں پانے کے لئے دنیا کے کانٹوں کو روندنا پڑتا ہے...... پاؤں ضرور زخمی ہوتے ہیں، دل دکھتا ہے...... غم پر غم بھی پہنچتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی گھڑی بھوک سے بلکتے بچے کے لئے ماں کی گود سے زیادہ پرسکون ہوگی...... یا اللہ! ہمیں اس حقیقت کا یقین عطاء فرما...... اور ہمیں ثابت قدمی کی نعمت کا مزہ چکھا...... اس وقت ہم میں سے ہر ایک کو شیطان خوب بہکا رہا ہے اور امن و عافیت کے میٹھے سبق پڑھا کر ہمیں تیرے راستے سے ہٹانا چاہتا ہے، ہم خود کو تیری آیات یاد دلا رہے ہیں اور اپنے آپ سے کہہ رہے ہیں کہ اگر ہم گمراہ ہو گئے تو اس میں اللہ تعالیٰ کا کیا نقصان ہوگا...... نقصان صرف ہمارا ہی

ہوگا...... ہم نے جس نبی کا کلمہ پڑھا ہے اس نے زندگی کی کون سی رات غم اور پریشانی کے بغیر گزاری ہے، شعب ابی طالب کی قید، غار ثور کی روپوشی، غزوۂ احزاب کے موقع پر گھیرا اور ایسے غم جو پہاڑ بھی نہ سہہ سکیں...... مگر ہمارے پاک نبی صبر وشکر کے ساتھ مسکراتے ہوئے سب کچھ سہتے رہے، تنہائیوں میں تیرے سامنے روتے رہے مگر تجھ سے بدگمان نہیں ہوئے...... اور نہ انہوں نے کافروں اور منافقوں کے سامنے گردن جھکائی...... بے شک دنیا دارالامتحان ہے، یہ بدلے کی جگہ نہیں...... یوم الدین (بدلے کا دن) تو ابھی آنا ہے، اس دن ہمارے رب کے سوا کسی کی نہیں چلے گی...... زندگی کا امتحان موت کی گھڑی تک جاری رہتا ہے......

اور اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق نہ ہو تو شیطان غم اور مصیبت کے وقت بڑے بڑے لوگوں کو پھسلا دیتا ہے...... یا اللہ! اس وقت ہمارے لئے کافروں اور منافقوں سے بڑا خطرہ نفس وشیطان کے وہ وساوس ہیں جو ہر مؤمن ومجاہد کو ایمان و جہاد کے راستے سے ہٹانے کا زور لگا رہے ہیں...... حالانکہ تیری نصرت صاف نظر آ رہی ہے اور وقت کے فرعون بے بسی کے ساتھ ہلاکت کی کھائیوں میں گرتے جا رہے ہیں۔ یہ تیری نصرت کا کرشمہ ہے کہ کافر اپنی فتح کا جشن منانے کی بجائے خوف اور غصے کی آگ میں جل رہے ہیں...... ان کے ملک غیر محفوظ اور ان کے قلعے مٹی کے گھروندے بنتے جا رہے ہیں، منافقوں کی نیندیں اُڑ چکی ہیں، وہ ایمان والوں کے خلاف جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ جرأت نہیں خوف کا دھواں ہے جو ان کی زبان سے نکل رہا ہے۔ مگر مسلمان یہ سب کچھ دیکھ کر بھی...... مایوسی کے کفریہ گڑھوں کی طرف بڑھ رہے ہیں...... یا اللہ! تو ہم سب کو مایوسی سے بچا لے اور اپنی آغوش رحمت میں ڈھانپ لے...... یا اللہ! ہمیں ہدایت دینے کے بعد گمراہ نہ فرما اور ہمارے دلوں کو ٹیڑھے پن سے بچا لے...... یا اللہ! ہمیں حالات کا مقابلہ کرنے کی

ہمت اور حوصلہ عطاء فرما اور ہم پر ہماری طاقت سے زیادہ ذمہ داری و آزمائش نہ ڈال...... یا اللہ! تو ہمارا مولیٰ ہے، ہم گناہ گار سہی مشرک نہیں ہیں...... یا اللہ! ہم تیرے بندوں نے بہت غلطیاں کیں، مگر ہم ہیں تو تیرے ہی بندے اور ہم نے تیرے سوا کسی کو سجدہ نہیں کیا، یا اللہ! تو اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ کی امت کو کافروں پر غلبہ عطاء فرما...... اور اپنی نصرت کے وہ مناظر دکھا جو ایمان کو تھام لیا کرتے ہیں...... یا اللہ! تو ہمارے زخمی دلوں پر اپنی محبت کا مرہم رکھ دے، ہم بہت محتاج، بہت ضرورت مند اور بہت مضطر ہیں...... حالت اضطرار میں بے چینی سے پکارنے والوں کی فریاد تیرے سوا کون سنتا ہے؟ کوئی نہیں...... کوئی نہیں...... تیرے بندے در بدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں، جس سرزمین پر تو نے قرآن اتارا تھا وہاں کے مجاہدین...... ہر طرف سے مارے جا رہے ہیں...... شبرغان کی ٹھنڈی زمین پر تیرے راستے کے سات ہزار مجاہدین کے آنسو ٹپک ٹپک کر خشک ہو رہے ہیں...... ہر منافق ایمان والوں کا مذاق اڑا رہا ہے...... اے رحمت کو پیدا کرنے والے رب! صرف ایک رحمت کی نظر فرما دے...... چھوٹے چھوٹے بچے بلک رہے ہیں، ان کی مائیں ان کے منہ میں پتھر دے کر انہیں بہلا رہی ہیں...... باپردہ بیبیاں در بدر کے دھکے کھا رہی ہیں...... اے آسمان وزمین کے مالک! ایمان والوں پر زمین کو کشادہ فرما دے...... ہم تیرے سامنے جھولیاں پھیلا کر بیٹھے ہیں اور تیری خاطر سب کو چھوڑ چکے ہیں...... سب کو دشمن بنا چکے ہیں۔

ہم پر وہ لوگ مسلط ہیں جو کافروں سے بڑھ کر ہمارے دشمن بنتے جا رہے ہیں...... یہ لوگ قرآن سے رہنمائی نہیں لیتے اور کافروں کی شاباش لینے کے لئے مسلمانوں کے گلے کاٹتے ہیں...... یا اللہ! ہم اپنی کمزوری، بے بسی اور بے

تدبیری کا رونا تیرے سامنے روتے ہیں، تو ہمیں کافروں اور منافقوں کا تختہ مشق نہ بنا...... یا اللہ! شہداء کا خون بوٹوں کے نیچے روندا جا رہا ہے اور اسلامی احکامات کے گلے پر چھریاں چلائی جا رہی ہیں ...... یا اللہ! قیدیوں کے جسم کاٹے اور جلائے جا رہے ہیں، وہ جب اللہ اللہ پکارتے ہیں تو ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے...... اور کہا جاتا ہے کہ کہاں ہے تمہارا اللہ؟...... یا اللہ! اپنے نام کی لاج رکھ لے...... ہم بے شک سزاؤں کے مستحق ہیں مگر تیرا منشور رحمت ہے اور تو گناہ گاروں کو بخشنے والا ہے۔

چند دن پہلے بہاولپور میں کچھ مسلمان افغان گھرانے ہجرت کر آئے...... کسی نے ازراہ ہمدردی انہیں رہنے کی جگہ دے دی...... مگر کھانا نہیں دیا...... تین معصوم بچے ماؤں کی گود میں دم توڑ گئے...... ہمیں خبر ہوئی تو ہم نے خواتین کو ان کے پاس بھیجا...... وہاں ایک عورت اپنے چھوٹے سے بچے کے منہ میں کنکری دے کر اسے بہلا رہی تھی...... سارے بچے ننگے پاؤں تھے اور ان کے پاس تن ڈھانکنے کا کپڑا نہیں تھا...... یا اللہ! تیری رحمت سے ان سب کے لئے باعزت اور باسہولت انتظام ہو گیا...... مگر ہم تیرے دربار میں ان کی ضرور شکایت کریں گے جنہوں نے ماؤں کی گود میں بچوں کو بھوکا مارنے کا جرم کیا...... یا اللہ! آزمائش کی نعمت کو نصرت کی نعمت سے مبدل فرما دے......

یا اللہ! ہم آپ کی تقدیر اور آپ کے فیصلوں پر راضی ہیں، یا اللہ! ہم قرآن کا قاعدہ پڑھنے اور آکسفورڈ کی نجاست سے جاہل رہنے پر راضی ہیں، یا اللہ! ہم تیری رضا کی خاطر کافروں کی دشمنی اور نفرت بھری نگاہوں پر راضی ہیں...... یا اللہ! ہمیں تیری محبت، تیری رحمت اور تیری رضا چاہئے، یا اللہ! ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ ہم دنیا میں اکیلے اور اجنبی سمجھے جا رہے ہیں اور ہمیں امریکی

طعنوں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے...... یا اللہ! ہم...... انشاء اللہ...... کسی کے ڈرانے، دھمکانے یا ستانے سے تیرا دین نہیں چھوڑیں گے...... ہم انشاء اللہ پاک نبی کے قدموں کو نہیں چھوڑیں گے...... ہم کافروں کی ترقی اور ان کی رضا پر لعنت بھیجتے ہیں...... ہم انشاء اللہ مسجد اور مدرسے کو آباد رکھیں گے...... کوئی چاہے یا نہ چاہے...... یا اللہ! ہم...... انشاء اللہ قرآن ہی کو دستور مانتے رہیں گے...... کوئی ہمیں فسادی کہے یا دہشت گرد...... ہم انشاء اللہ...... قرآن کا قاعدہ پڑھتے رہیں گے، کوئی ہمیں عالم کہے یا جاہل...... ہم حالات کے نہیں تیرے غلام ہیں اور ہم صرف اور صرف تیرے غلام رہنا چاہتے ہیں...... یا اللہ! ہمیں دنیاوی چمک، کفریہ ترقی، بناوٹی عزت اور ناپاک عہدوں کی خواہش نہیں ہے، ہمارے لئے سب سے بڑا منصب مسلمان ہونا ہے، ہمارے لئے سب سے بڑا اعزاز حضور اکرم ﷺ کا امتی ہونا ہے اور ہمارے لئے سب سے بڑا تمغہ مجاہد ہونا ہے۔ یا اللہ! ہمیں ان نعمتوں پر استقامت عطاء فرما...... یا اللہ! ہمارے نزدیک حضور اکرم ﷺ کی ایک سنت (خواہ جہاد میں زخم کھانا ہی کیوں نہ ہو) کو زندہ کرنا ساری دنیا کی بادشاہت سے زیادہ محبوب ہے۔ یا اللہ! اگر ساری دنیا کے کافر و منافق مل کر ہم سے مطالبہ کریں کہ ہم تیرے کسی ایک حکم کو چھوڑ دیں تو وہ ہمیں اپنا محبوب اور سردار بنالیں گے تو یا اللہ! ہم...... انشاء اللہ...... ان کی بات کو پاؤں کی ٹھوکر پر رکھیں گے...... اے مالک! اے ارحم الراحمین! تو ہمیں ہمت اور استقامت عطاء فرما اور ہمارے دلوں کو بزدلی اور نفاق سے پاک فرما...... ہمارے یہ سارے دعوے تیرے بھروسے پر ہیں، ماضی میں جن لوگوں نے...... تیرے آسرے پر یہ دعوے کئے انہیں تو نے سرفراز فرمایا...... قرآن اس بات کا گواہ ہے۔

یا اللہ! ہم تیری توفیق کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتے ...... ہمارا عزم بھی صرف اس لئے ہے کہ تو نے ایسے عزائم رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ اب تو ان ایمانی عزائم کی لاج رکھ لے...... یا اللہ! ہم کمزور ہیں ہم پر اپنا خاص فضل فرمادے...... پریشانی، دکھ اور غم کی ان گھڑیوں میں ہم تجھ سے وہ دعاء مانگتے ہیں جو تیرے مقبول بندے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مانگی تھی:

’’یا اللہ! ہم بزدل ہیں تو ہمیں بہادر بنادے، ہم سخت دل ہیں تو ہمارے دلوں کو نرم فرمادے، ہم بخیل ہیں تو ہمیں سخی بنادے، اے دلوں کو پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو ایمان پر ثابت و مضبوط فرمادے......‘‘ آمین ...... مزید یہ کہ...... ہم مغلوب ہیں تو ہمیں غلبہ عطاء فرمادے، ہم خطرات میں گھرے ہوئے ہیں تو ہماری حفاظت فرمادے...... اور ہم لرز رہے ہیں تو ہمیں تھام لے۔

آمین یا رب الشہداء والمجاهدین!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

افغانستان کے صحیح حالات

چند سوالات پیش خدمت ہیں جن پر غور کرنے سے انشاء اللہ موجودہ حالات کی حقیقت آسانی سے سمجھ آجائے گی:

(۱) دین کی خاطر وطن چھوڑنا کیا انبیاء علیہم السلام کی سنت نہیں ہے؟ غور طلب بات یہ ہے کہ وطن اور حکومت زیادہ اہم ہے یا اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنا؟

(۲) کیا کابل اور غزنی چھوڑنے والے طالبان کے پاس کلاشنکوف کی آٹھ گولیاں بھی نہیں تھیں جن سے وہ ان آٹھ غیر ملکیوں کا خاتمہ کردیتے جو افغانستان میں عیسائیت پھیلاتے ہوئے پکڑے گئے تھے؟ غور طلب بات یہ ہے کہ ’’خونخوار دہشت گرد‘‘ طالبان نے ان آٹھ عیسائی مبلغین کو قتل کیوں نہیں کیا؟

(۳) پینتیس دن تک ہونے والی امریکی بمباری نے طالبان کو ایک انچ زمین چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا مگر یکا یک تین روز میں طالبان نے درجنوں صوبے چھوڑ دیئے، یہ سب کچھ کیسے ہوگیا؟ غور طلب بات یہ ہے کہ کیا ایک دن میں شمالی اتحاد کابل پر قبضے کا اہل ہوگیا؟ یا امریکی بمباری نے ایک دن میں وہ منزل

طے کر لی جو ایک مہینے میں وہ طے نہیں کر سکا تھا؟

(۴) جب طالبان کابل، جلال آباد، غزنی اور گردیز چھوڑ رہے تھے تو ان پر کسی بھی طرف سے حملہ کیوں نہیں ہوا؟ غور طلب بات یہ ہے کہ بغیر کسی حملے اور خطرے کے طالبان نے ان تمام صوبوں سے اپنی حکومت کیوں ختم کر دی؟

(۵) کل تک طالبان کو ایک بہت بڑی طاقت مانا جا رہا تھا اور امریکا خود کہہ رہا تھا کہ اس کا دشمن بہت سخت جان ہے آج یہ سخت جان دشمن کہاں ہے؟ کیا وہ ختم ہو چکا ہے؟ یا وہ نرم جان بن چکا ہے؟

(۶) اب تک کی اچانک پسپائی میں کتنے طالبان گورنر گرفتار ہوئے؟ کتنے نامور کمانڈر پکڑے گئے؟ اسلحے کے کتنے ذخیرے دشمنوں کے ہاتھ لگے؟ غور طلب بات یہ ہے کہ اگر کوئی گورنر، کمانڈر یا اسلحہ کا ذخیرہ پکڑا گیا ہے تو یہ سب کچھ کہاں گیا؟

(۷) اس پوری پسپائی میں کتنے طالبان شہید ہوئے اور کتنے گرفتار ہوئے؟ غور طلب بات یہ ہے کہ اگر شہید اور گرفتار طالبان کی تعداد درجنوں میں ہے تو باقی ہزاروں طالبان کہاں گئے؟ خود بخود پگھل گئے؟ آسمان پر چڑھ گئے؟ یا زمین میں اتر گئے؟

(۸) طالبان کی اس اچانک پسپائی سے امریکی حکمرانوں کے چہرے سے خوشی کی بجائے پریشانی کے آثار کیوں چھلک پڑے؟ غور طلب بات یہ ہے کہ امریکہ، برطانیہ اور پاکستان طالبان کی پسپائی پر دو روز تک بیان دینے سے کیوں کتراتے رہے اور طرح طرح کے خدشات کا اظہار کرتے رہے؟

(۹) جن صوبوں میں طالبان کی حکومت ختم ہو چکی ہے وہاں سے انارکی، چوری، قتل و غارت گری اور طوائف الملوکی کی خبریں کیوں آ رہی ہیں؟ غور طلب بات یہ ہے کہ ''خونخوار دہشت گرد'' طالبان کے زمانے میں امن، اور اب امریکہ نواز روشن خیالوں کے زمانے میں بد امنی اور انتشار کیوں پھیل گیا ہے؟

(۱۰) امریکی بمباری سے طالبان کی طاقت ایک دم ختم ہوئی یا آہستہ آہستہ؟ اگر آہستہ آہستہ ختم ہوئی تو طالبان کا نام و نشان بھی مٹ جانا چاہئے تھا؟ غور طلب بات یہ ہے کہ ابھی تک طالبان اپنے پورے عزائم کے ساتھ کیوں اور کیسے موجود ہیں؟

ان دس سوالات پر اچھی طرح سے غور کیجئے اور پھر درج ذیل حیران کن حقائق کو ملاحظہ فرمائیے:

(۱) طالبان جب قندھار کے ایک دیہی علاقے سے اٹھے تھے تو ان کی تعداد پچاس کے لگ بھگ تھی مگر پھر انہوں نے نوے فیصد افغانستان پر قبضہ کر لیا۔

(۲) افغانستان کے جن صوبوں پر طالبان کا قبضہ تھا ان تمام صوبوں میں طالبان کی منظم فوج موجود نہیں تھی۔ خوست کے صوبے میں چالیس پچاس طالبان تھے اتنی ہی تعداد جلال آباد میں تھی اور یہی حال غزنی، لوگر، میدان، اور دیگر صوبوں کا تھا ان صوبوں سے طالبان کے چلے جانے کا مطلب یہ نہیں ہے، کہ وہاں طالبان کو شکست ہوئی بلکہ وہ چالیس پچاس طالبان جو پورے صوبے کا نظم و نسق چلاتے تھے وہاں سے چلے گئے۔ اب خود غور کیجئے کہ امریکہ اور اس کے

اتحادی اپنی کن فتوحات پر بغلیں بجا رہے ہیں؟

(۳) طالبان کی جنگی طاقت مزار شریف، قندوز، کابل اور قندھار میں تھی مزار شریف والے طالبان کچھ قندوز چلے گئے جبکہ باقی امیر المومنین کے حکم پر قندھار واپس آ گئے۔ قندوز والے طالبان ابھی تک قندوز ہی میں مورچہ زن ہیں اور ان کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ کابل والے طالبان امیر المومنین کے حکم پر قندھار اور اسکے ملحقہ صوبوں میں چلے گئے، گویا کہ طالبان کی جنگی قوت پہلے کی طرح برقرار اور پہلے سے زیادہ مجتمع ہے۔

(۴) افغانستان کا نظام حکومت دنیا کے عمومی نظام سے بہت مختلف ہے۔ ہمارے مسلمان بھائی افغانستان کو دوسرے ملکوں جیسا سمجھ کر حالات کا تجزیہ کرتے ہیں اور طالبان کے ہاتھ سے ہر صوبے کے نکلنے پر آنسو بہاتے ہیں حالانکہ افغانستان میں صوبوں کا آنا جانا کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا اگر کسی گروپ کی بنیادی طاقت محفوظ ہے تو وہ آسانی اپنا علاقہ واپس لے سکتا ہے۔

(۵) طالبان نے جو کام پانچ سال تک اکیلے کر دکھایا تھا آج ساری دنیا ملکر اس کام کو نہیں کر سکی...... وہ کام افغانستان میں یکجہتی اور امن کا قیام ہے، آج خوست سے لیکر کابل تک اور جلال آباد سے لیکر مزار شریف تک، ہزاروں پھاٹک اور سینکڑوں حکومتیں قائم ہو چکی ہیں جگہ جگہ لوٹ مار کا بازار گرم ہے کل تک افغانستان میں ہر شخص کا مال اور آبرو محفوظ تھی مگر آج کسی کی کوئی بھی چیز محفوظ نہیں ہے...... یہ طالبان کی کرامت تھی کہ انہوں نے اسلحے سے بھرے ہوئے افغانستان کو امن، سکون اور یکجہتی دی...... مگر آج امریکہ، برطانیہ اور اقوام متحدہ

مل کر بھی افغانستان کے ایک شہر میں امن قائم نہیں کر سکتے؟

(۶) طالبان ایک متحدہ طاقت کا نام تھا جس میں صرف ایک امیر کی بات چلتی تھی اور یہ امیر صرف ایک اللہ تعالیٰ کی بات مانتا تھا، طالبان کا یہ نظم الحمدللہ اب بھی قائم ہے مگر شمالی اتحاد کئی خونخوار اور مفاد پرست ٹولوں کا نام ہے۔ اور ان میں سے کوئی بھی کسی کو نہیں مانتا۔ ان سب کا اتحاد ایک نکتے پر تھا اور وہ نکتہ تھا ”طالبان کے اقتدار کا خاتمہ“ اب شمالی اتحاد کو متحد رکھنے والا یہ نکتہ ختم ہو چکا ہے۔ چنانچہ اب اس اتحاد کا قائم رہنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے...... طالبان نے مشکل وقت میں عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمنوں کے اتحاد کو توڑ دیا ہے...... اب دنیا کو خود معلوم ہو جائے گا کہ طالبان مہذب اور معتدل تھے یا ان کے مخالف؟

(۷) لٹے پٹے افغانستان میں حکومت چلانا، امن قائم رکھنا اور وہاں عدالتی نظام کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنا...... ایک بہت ہی مشکل کام تھا...... طالبان اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اپنی نورانی فراست کے بل بوتے پر یہ مشکل کام بھی سرانجام دے رہے تھے۔ اور ساتھ ساتھ ساری دنیا کے کافروں اور منافقوں کا مقابلہ بھی کر رہے تھے...... ان دونوں کاموں کو ساتھ لیکر چلنا کافی دشوار تھا اور طالبان حکومت عوام کو اس کا پورا حق دینے کی قائل تھی۔ چنانچہ طالبان نے حکومت چلانے کی ذمہ داری چھوڑ دی اور دشمن سے مقابلہ کرنے کے لئے خود کو فارغ کر لیا یہ ان کی وہ جنگی حکمت عملی ہے جسے سمجھنے کے لئے مضبوط دل و دماغ کی ضرورت ہے۔

(۸) امریکہ پورے افغانستان کو کھنڈر بنانے اور وہاں کے عوام کو مٹی

میں ملانے پر تلا ہوا تھا طالبان نے افغانستان کے اکثر شہروں میں امریکہ کے یاروں کو لا بٹھایا اب امریکہ کہاں بمباری کرے گا اور کہاں مسلمانوں کے قتل سے اپنے دل کو ٹھنڈا کرے گا؟ طالبان کی موجودہ حکمت عملی نے افغانستان کے اکثر صوبوں کے عوام کو امریکی بمباری سے محفوظ کر دیا ہے اس پر امریکہ پشیمان بھی ہے اور سخت پریشان بھی۔

(۹) روس کے خلاف مجاہدین نے جہاد شروع کیا تھا اس وقت ان کے پاس افغانستان کا کوئی شہر تو در کنار قصبہ بھی نہیں تھا تب مجاہدین نے افغانستان کے خوبصورت جغرافیائی نظام کا فائدہ اٹھا کر پہاڑوں میں محفوظ مقامات کو مورچہ بنایا تھا۔ روس کے خلاف بے بسی کے عالم میں لڑی جانے والی جنگ کا نتیجہ دنیا کے سامنے ہے حالانکہ اس وقت افغان علماء اور طلبہ کی تعداد آج سے بہت کم تھی اور مجاہدین کے پاس اسلحے کی بھی کمی تھی...... مگر آج افغانستان میں علماء اور طلبہ کی تعداد ہزاروں میں ہے اور ان علماء اور طلبہ کے حامیوں کی تعداد لاکھوں میں ہے اور یہ سب لوگ جدید اسلحے سے لیس اور لڑائی کے طویل تجربات سے مالا مال ہیں۔ شہداء کرام کے یہ سچے جانشین اور بیٹے جہاد کے ساتھ والہانہ عشق رکھتے ہیں۔ پہلے انہوں نے افغانستان میں اسلام کو نافذ کیا مگر اب حکومت چلانے کے ساتھ ساتھ امریکہ سے مقابلے کا حق ادا نہیں ہو رہا تھا تو انہوں نے اسلام اور جہاد کی خاطر حکومت کو چھوڑ دیا اور خود کو اس حالت پر لے آئے جس حالت میں ان کے بزرگوں اور بھائیوں نے روس کا مقابلہ کیا تھا۔

(۱۰) آج ریڈیو، اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ میں پرانے افغان کمانڈروں کے نام دوبارہ جگہ پا رہے ہیں حالانکہ گذشتہ چھ سات سالوں میں کسی نے

غلطی سے بھی ان کا نام نہیں لیا تھا۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ طالبان کی مضبوط، منظم اور طاقتور حکومت کے باوجود ان کے مخالف زندہ بھی رہے اور موجود بھی، تو کیا اب مخالفین کی حکومت آنے سے طالبان ایک دم ختم ہو جائیں گے؟ طالبان کے خاتمے کی باتیں کرنے والے اگر اس نکتے پر غور کریں تو خوف کی وجہ سے ان کے دانتوں تک کو پسینہ آ جائے گا۔ بے شک سچی بات یہ ہے کہ طالبان نہ تو زمین سے نکلے تھے نہ آسمان سے ٹپکے تھے بلکہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے قرآن مجید پر عمل کرنے میں اپنی نجات سمجھی تھی ...... الحمدللہ قرآن آج بھی موجود ہے اور وہ ہر زمانے میں اپنے ''طالبان'' پیدا کرتا ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت اور سرفرازی دلاتا ہے۔

خلاصہ کلام:

امید ہے کہ دس ''سوالات'' اور دس ''حقائق'' پڑھ کر انشاء اللہ بہت سارے افراد کے دل و دماغ پر چھایا ہوا مایوسی کا غبار چھٹ گیا ہوگا۔ آخر میں اس پوری گفتگو کا خلاصہ حاضر خدمت ہے:

طالبان نے اپنی نئی حکمت عملی کے ذریعے امریکہ کو دوہری شکست دی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ پہلے امریکہ کا ارادہ تھا کہ وہ دو چار روز کی بمباری میں طالبان کو ختم کر دے گا پھر اقوام متحدہ کی قرارداد کے ذریعے اپنے اور اپنے حواریوں کے فوجی دستے کابل میں اتارے گا۔ پھر خوب غور و خوض کے بعد ایک وسیع البنیاد کٹھ پتلی حکومت بنائی جائے گی۔ پھر آہستہ آہستہ اقتدار اس حکومت کی طرف منتقل کر دیا جائے گا۔ اور اس دوران افغانستان کو سیاسی اور معاشی طور پر غلامی اور قرضوں کے جال میں پھنسا دیا جائے گا...... مگر جب طالبان ایک ماہ تک

امریکی بمباری کو مسکرا کر سہتے رہے تو امریکہ نے اپنی شکست تسلیم کر کے یہ اعلان کیا کہ ہمارا دشمن سخت جان ہے اور اب ہم طویل عرصہ تک اس کے خلاف جنگ کریں گے..... اس پہلی شکست کے بعد امریکہ نے پھر یہ منصوبہ بنایا کہ وہ کئی ماہ کی بمباری سے طالبان کو بری طرح سے تباہ کرے گا اور اس دوران افغانستان سے باہر ایک وسیع البنیاد حکومت بنائے گا چار، چھ ماہ کے بعد جب طالبان ختم ہو جائیں گے تو اقوام متحدہ کی وردی پہنے ہوئے امریکی، برطانوی اور دوسرے کافر ممالک کے فوجی اس حکومت کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر کابل لے جائیں گے۔ تب اس حکومت کی نگرانی میں افغانستان سے اسلام اور جہاد کا اسی طرح خاتمہ کرایا جائے گا جس طرح ترکی اور الجزائر میں کیا گیا..... اس امریکی منصوبے کی ہانڈی ابھی گرم نہیں ہوئی تھی کہ اچانک طالبان نے کابل کو چھوڑ دیا..... امریکہ کو اس جلد بازی کا تصور بھی نہیں تھا۔ دوسری طرف طالبان، شمالی اتحاد کے لالچی اور سازشی ذہن کو جانتے تھے۔ چنانچہ امریکہ ابھی منہ پھاڑے غور کر ہی رہا تھا کہ شمالی اتحاد کابل میں داخل ہو گیا..... حالانکہ امریکی خواہش کے مطابق ابھی تک وسیع البنیاد حکومت بنی نہیں تھی..... اب امریکہ شمالی اتحاد سے قدرے ناراض ہے اور پاکستان حکومت بھی بغلیں جھانک رہی ہے..... اور اب اس بات کا بھی خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ کابل کے اقتدار پر جہاں ایک طرف شمالی اتحاد کے دھڑوں میں جنگ ہو گی وہاں دوسری طرف روس اور امریکہ بھی آمنے سامنے آ جائیں گے۔ کیونکہ روس، بھارت اور ایران کی خواہش یہ ہے کہ کابل پر شمالی اتحاد کا تابوت رکھا رہے۔ جبکہ امریکہ اور اس کے حواری چاہتے ہیں کہ کابل پر کسی اپنے پسندیدہ ''شاہ'' کو بٹھایا جائے، سبحان

اللہ طالبان کی ایک جست نے امریکہ سمیت ساری دنیا کو غم، پریشانی اور حسرت میں مبتلا کر دیا ہے۔ جبکہ طالبان اب بھی الحمد للہ بحفاظت ہیں اور وہ امریکہ کی بربادی کا عزم لیکر پہاڑوں میں نئے جہادی مراکز اور راستے ڈھونڈ رہے ہیں، اسی طرح یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ امریکا، اقوام متحدہ اور دوسرے نام نہاد مہذب ممالک نے افغانستان کو ایک منظم حکومت سے محروم کر کے ایک خطرناک انتشار میں مبتلا کر دیا ہے جو ان کی طرف سے مسلمانوں پر کیا جانے والا ایک تازہ ظلم ہے اور انشاء اللہ اس ظلم کا بدلہ ان تمام ممالک کو دینا پڑے گا۔

اب کیا ہو گا؟

حضرت امیر المومنین نے ایک بار پھر اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے بہت بڑی قربانی دیکر مسلمانوں کے دل جیت لئے ہیں۔ واقعی حضرت امیر المومنین ایمان کے اس درجے پر فائز ہیں جسے دیکھ کر ہم جیسے لوگوں کو اپنی ایمانی کمزوریوں پر شرم محسوس ہوتی ہے۔ بے شک حضرت امیر المومنین اس زمانے کے امیر برحق اور قابل رشک مسلمان ہیں...... اس وقت جبکہ دشمن نے انہیں اوپر اور نیچے ہر طرف سے گھیرا ہوا ہے وہ جن ایمانی جذبوں کا عملی اور زبانی اظہار کر رہے ہیں وہ یقیناً اسلامی تاریخ کا ایک تابناک باب ہے گذشتہ چند دنوں میں ان کے جو خیالات سامنے آئے ہیں ان کی ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے:

(۱) ہمارا مقصود حکومت نہیں اسلام کی عظمت اور حفاظت ہے اور اس کی خاطر حکومت قربان کرنا ہماری سعادت ہے۔

(۲) ہم نے جو خالص اسلامی نظام نافذ کیا تھا اس کی سزا امریکہ جیسے اسلام دشمن کے نزدیک یہی تھی جو وہ ہمیں دے رہا ہے۔ ہم چاہتے تو اسلام کے

بعض احکامات کو چھوڑ کر اپنی حکومت کو بچا سکتے تھے مگر ہم نے مسلمانوں کیلئے ایک مثال چھوڑی ہے کہ اسلام کی خاطر ہر طرح کی قربانی دینا مسلمان کی شان ہے۔ جبکہ اسلام کو چھوڑ کر حکومت یا جان بچانا مسلمان کا شیوہ نہیں ہے۔

(۳) امریکہ جب تک موجود ہے وہ اسلام کو نافذ نہیں ہونے دے گا۔ اس لئے ہم نے حکومت چھوڑ کر امریکہ کو برباد کرنے کی ٹھان لی ہے ممکن ہے اس میں ہماری جانیں چلی جائیں مگر ہماری آئندہ نسل تو امریکی بدمعاشی سے محفوظ ہو کر اسلام نافذ کر سکے گی۔

(۴) موجودہ حالات سے طالبان کو سبق لینا چاہئے اور گناہوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

(۵) موجودہ حالات نے مخلص اور منافق کو الگ الگ کر دیا ہے اب ہمارے لئے اسلام کے غداروں کو ڈھونڈنا اور پہچاننا آسان ہو چکا ہے۔

(۶) صوبوں کی حکومت آنے جانے والی چیز ہے جبکہ جہاد ایک فریضہ ہے ہم اپنا فرض ادا کرنے کی فکر رکھتے ہیں نہ کہ حکومت کے آنے جانے کی۔

مذکورہ بالا اقوال کے علاوہ باوثوق ذرائع سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ امریکی بمباری کے ابتدائی زمانے میں بھارت کی کچھ نام نہاد مذہبی جماعتوں نے امیر المومنین کو بھارتی حکومت کے ساتھ ہاتھ ملانے اور پاکستان کے خلاف مشترکہ کام کرنے کی دعوت دی..... حضرت امیر المومنین نے ارشاد فرمایا: پاکستان نے ہم مسلمانوں کے خلاف امریکہ کے کافروں کی مدد کی ہے۔ اب اگر ہم پاکستان کے مسلمانوں کے خلاف بھارت کے کافروں کی مدد کریں گے

تو ہمارے اور پاکستان کے حکمرانوں کے درمیان کیا فرق ہوگا...... میں مسلمانوں کے خلاف کافروں سے تعاون کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

خود سوچئے! ایسی بلند سوچ رکھنے والا شخص مسلمانوں کے لئے اس زمانے میں کتنی بڑی نعمت ہے..... اب افغانستان کا جہاد ایک نئے دور اور ایک نئے مرحلے میں داخل ہو چکا ہے۔ ہم سب مسلمانوں پر فرض ہے کہ ہم حضرت امیر المومنین کا ساتھ دیں اور مایوس و پریشان ہونے کی بجائے وقت کے اس عظیم جہاد میں اپنا حصہ ڈال کر اپنی آخرت اور اپنی نسلوں کا مستقبل محفوظ بنائیں ...... یہ جہاد کئی اعتبار سے بہت مبارک اور باسعادت ہے اور اس جہاد کے اثرات انشاء اللہ تا قیامت محسوس کئے جائیں گے۔ اس جہاد میں زمانے کی مشہور اور برگزیدہ ہستیاں شریک ہیں۔ جی ہاں وہ ہستیاں جن میں سے ہر ایک اپنی الگ ایمانی اور روحانی شان رکھتا ہے حضرت امیر المومنین، شیخ اسامہ بن لادن اور ان دونوں کے وہ رفقاء جن پر زمانہ فخر کر سکتا ہے ...... وہ مسافر جنہوں نے شاہانہ زندگیاں چھوڑ کر پتھروں میں رہنا گوارہ کیا، جن کے بچے اور بیویاں بے سہارا رہ جاتی ہیں مگر وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے موت کی طرف دیوانہ وار دوڑتے رہتے ہیں۔ ان عظیم ہستیوں میں سے بعض کی بے کفن معطر لاشیں مزار شریف سے کابل تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دور عزیمت کو یاد دلا رہی ہیں۔ ان میں سے کئی دشمنوں کے نرغے میں پھنسے ہوئے ہیں اور کئی اسلام کی خاطر ہر طرف سے دھکے کھا رہے ہیں...... ہاں اسلام کی خاطر قربانی دیکر مقام پانے والوں کی زندگیاں ایسی ہی ہوتی ہیں...... کوئی نادان اسے اللہ تعالیٰ کا عذاب سمجھتا ہے تو وہ توبہ کرے اور حضرات انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی

پر مشقت زندگیوں پر غور کرے...... اس میں شک نہیں کہ آج افغانستان کے اہل ایمان طالبان اور عرب مجاہدین کے لئے زمین ظاہری طور پر تنگ ہو چکی ہے ...... مگر زمین پر بڑی فتح زمین کی تنگی کے بعد ہی آیا کرتی ہے۔ یہ لوگ اگر کفر اورنفاق اختیار کرتے تو انہیں بھی دیسی گھی کے پراٹھے، اونچی کوٹھیاں اور نرم گاڑیاں مل سکتی تھیں...... وہ اگر جہنم کے راستے پر چلتے تو ان کے پاؤں کے نیچے بھی پھول بچھائے جا سکتے تھے اور وہ دنیا کے کافروں سے بڑے بڑے ایوارڈ بھی پا سکتے تھے ...... مگر انہوں نے جنت کا راستہ اختیار کیا جو مشکلات و تکالیف سے بھرا ہوا ہے ...... مگر اس راستے کی منزل بہت سہانی ہے۔

؎ محبت کے رستے میں کانٹے ہی کانٹے
مگر اس کی منزل بڑی ہی سہانی

یہ لوگ بھی اگر اپنے ملکوں میں کفریہ نظام اور اللہ تعالیٰ کی بغاوت برداشت کر لیتے تو ان کی زندگیاں راحت بھری ہو سکتی تھیں۔ تب وہ آرام سے نماز بھی پڑھتے رہتے اور روزے بھی رکھتے...... مگر وہ اس راز کو سمجھ گئے کہ نماز روزہ بے شک بڑی چیزیں ہیں مگر اسلام کے کچھ اور تقاضے بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ دین دنیا میں مغلوب اور رسوا ہونے کے لئے نہیں آیا...... اور جو شخص اپنی عافیت کے لئے دین کی ذلت، مغلوبیت اور رسوائی کو برداشت کرتا ہے وہ کتنی ہی عبادت کر لے پورے اسلام پر عمل کا مقام نہیں پا سکتا...... یہ مقام خاص لوگوں کو ملتا ہے، وہ لوگ صحیح معنوں میں اہل حق ہوتے ہیں وہ حق کے ساتھ اور حق ان کے ساتھ گھومتا ہے۔ ایسے لوگوں کی خدمت سعادت اور ان کی زیارت ایک نعمت ہے۔ اس مقدس جہاد میں یہی طبقہ اگلی صفوں میں

برسرپیکار ہے اور یہی لوگ ایسی قربانیاں دے رہے ہیں جنہیں سن کر یہ یقین کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ کیا واقعی اس زمانے کا مسلمان اتنا عروج پا سکتا ہے؟

آخری گزارش:

حضرت امیر المومنین نے صاف الفاظ میں حکومت چھوڑنے اور امریکہ کے خلاف جہاد کرنے کا واضح اعلان فرما دیا ہے اور یہ جہاد پوری آب و تاب کے ساتھ شروع بھی ہو چکا ہے یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ جہاد اپنے ساتھ جو کچھ لاتا ہے، اب مسلمانوں کو ذہنی طور پر اس سب کیلئے تیار رہنا چاہئے، مثلاً:

(۱) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جہادی حکمت عملی کے تحت طالبان کو قندھار اور دیگر علاقے بھی خالی کرنے پڑیں تب ایسا نہ ہو کہ مسلمان دل پکڑ کر بیٹھ جائیں اور طالبان پر فاتحہ پڑھنے لگیں۔

(۲) جہاد میں شہادت بھی ملتی ہے ممکن ہے یہ نعمت حضرت امیر المومنین اور شیخ اسامہ کو بھی نصیب ہو جائے اور دیگر مسلمان قائدین بھی اس نعمت کو پالیں...... یہ جہاد کا ایک لازمی نتیجہ ہے۔ تب ایسا نہ ہو کہ مسلمان دل چھوڑ بیٹھیں اور جہاد سے دستبردار ہو جائیں۔ جس امت نے اپنے پاک نبی حضرت محمد ﷺ اور حضرات خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم کی جدائی کو برداشت کیا ہے۔ اس امت کو اپنے دل ہر جدائی کے لئے تیار اور مضبوط رکھنے چاہئیں اور اس مشن پر قائم رہنا چاہئے جس مشن کے لئے امت مسلمہ کے پیارے قربانیاں دیتے آئے ہیں...... ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت امیر المومنین اور ان کے عربی و عجمی رفقاء کو سلامتی اور لمبی زندگی عطا فرمائے۔

(۳) جہاد میں دیر بھی لگتی ہے اور کبھی شکست کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے

جیسا کہ احد کے میدان میں ہوا ہر مسلمان کو قیامت تک ان حالات کے لئے ذہنی طور پر تیار رہنا چاہئے ۔

(۴) جہاد میں گرفتاریاں بھی ہوتی ہیں، زخم بھی لگتے ہیں اور اپنوں میں سے بعض کا منافق ہونا بھی معلوم ہوتا ہے ...... ماضی کی ہر جنگ میں یہ سب کچھ ہو چکا ہے یہ جنگ بھی یہ تمام چیزیں اپنے ساتھ لائے گی تب مسلمان مایوس ہونے کی بجائے ڈٹ کر کفر کا مقابلہ کریں ۔

(۵) یہ جہاد ایسے دشمن کے خلاف ہے جو تقریباً ساری دنیا پر قابض ہے۔اس لئے وہ اس جنگ کو جیتنے کے لئے ہر حربہ آزمائے گا اور خصوصی طور پر ذرائع ابلاغ کے ذریعے مسلمانوں کا حوصلہ توڑنے کی کوشش کرے گا۔ان حالات میں مسلمانوں کو ذرائع ابلاغ سے ہوشیار رہنا چاہئے اور اس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ طالبان اہل ایمان ہیں اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی ضرور نصرت فرماتا ہے ...... چنانچہ آخری فتح انشاءاللہ ایمان والوں کی ہوگی ۔

(۶) جہاد میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض اوقات اس کے شعلے یکا یک غائب ہو جاتے ہیں تب دشمن اطمینان کا سانس لیکر غافل ہو جاتا ہے۔اس وقت پھر زمین کے اندر سے جہادی شعلے بلند ہوتے ہیں اور دشمنوں کو جلا کر راکھ کر دیتے ہیں ...... چنانچہ حالات کے اتار چڑھاؤ سے پریشان ہو کر اپنے فرض سے غافل نہیں ہونا چاہئے......

المختصر یہ کہ اب جہاد شروع ہو چکا ہے (جبکہ مسلمان کچھ عرصہ سے صرف فتوحات سننے کے عادی ہو چکے ہیں) چنانچہ وقت کے دجال کے ساتھ مقابلے کے لئے

پوری قوم کو بلند ترین حوصلے اور قوت کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔اور جس طرح شکار کے لئے جانے والا شخص ہر طرح کی تیاری کر کے ہر طرح کے خطرات کے لئے اپنا ذہن بنا کر جاتا ہے اسی طرح اس عظیم جہاد میں اترنے کے لئے امت کو اپنا ذہن خالص جہادی بنانا ہوگا۔

اس موقع پر آخری گذارش یہ ہے کہ گذشتہ چار دہائیوں سے مسلمانوں کے انقلابی اور جذباتی لیڈر امریکہ کے خلاف جنگ کی بات کرتے رہے ہیں۔اور ماضی میں ہمارے پڑھے لکھے طبقے کی طرف سے مجاہدین کو یہ طعنہ بھی ملتا رہا ہے کہ تم امریکہ کے خلاف جہاد کیوں نہیں کرتے؟ اب الحمدللہ امریکہ کے خلاف جہاد شروع ہو چکا ہے اور طالبان نے امریکہ کی ایک بھی نہ مان کر اس کے غرور کو خاک میں ملا دیا ہے۔اب انہوں نے اس جہاد کی خاطر اپنی حکومت تک کو قربان کر دیا ہے چنانچہ اب مسلمانوں کو چاہئے کہ امریکہ کے خلاف سیاسی اور معاشی نعرے چھوڑ کر میدان جہاد کا رخ کریں یہ موذی دشمن اگر طاقتور رہا تو یہ دنیا سے اسلام کا نام تک مٹانے کی کوشش کرے گا چنانچہ اس دشمن کو کمزور کرنا ، اسے شکست دینا اور دنیا کو اس کے ظلم سے نجات دلانا وقت کی سب سے بڑی ضرورت اور عبادت ہے ...... اللہ تعالیٰ اس جہاد میں اہل ایمان کو شاندار فتح عطا فرمائے۔

آمین یارب الشھداء والمجاھدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مایوسی اور خوف کیوں؟

مسلمانوں کو جب بھی ظاہری شکست...... اور پسپائی کا سامنا ہوتا ہے تو شیطان ان میں بددلی اور مایوسی، جبکہ کافران میں شدید خوف پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ دراصل ہوتا یہ ہے کہ ”شیطان کی ہمت“ اور ”کافروں کا حوصلہ“ بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے باطل گمان میں مسلمانوں کی گرتی ہوئی دیوار کو آخری دھکا دینے کے لئے ان میں مایوسی اور خوف کے بیج بوتے ہیں۔ اس اصولی بات کو سمجھنے کیلئے غزوۂ احد پر ایک نظر ڈالنا مفید معلوم ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ قرآن مجید، احادیث اور سیرت کی کتابوں میں غزوۂ احد کے واقعے کو ایک بار پھر گہرائی اور باریکی کے ساتھ پڑھیں، تب بہت سارے چشم کشا حقائق سامنے آئیں گے، جن میں سے چند ایک کی جھلک اس طرح ہوگی:

(۱) غزوۂ بدر کی فتح سے سرشار مسلمانوں کی، احد کے میدان کی طرف پُر یقین پیش قدمی۔

(۲) راستے میں منافقین کا لشکر اسلام سے الگ ہو جانا۔

(۳) جنگ کے آغاز میں مسلمانوں کی شاندار فتح اور کافروں کی رسوا کن شکست۔

(۴) اچانک جنگ کے پانسے کا پلٹ جانا اور میدان کا مسلمان شہداء کے جسموں سے بھر جانا۔

(۵) ابتدائی فتح کے بعد مسلمانوں کی پسپائی اور ظاہری شکست۔

غزوۂ احد کے یہ آخری مناظر شیطان اور کفار کیلئے حوصلہ بخش تھے، چنانچہ شیطان نے فوراً بددلی اور مایوسی کا جادو پھونکا اور اعلان کر دیا کہ ”محمد رسول اللہ“ ﷺ شہید ہو چکے ہیں۔ اس خبر نے مسلمانوں کے رہے سہے اوسان خطاء کر دیئے۔ یہ حالت باقی تھی کہ کافروں نے مسلمانوں میں خوف پھیلا کر انہیں دبانے کیلئے یہ اعلانات شروع کر دیئے:

(۱) ان مسلمانوں میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑو

(۲) مدینہ تک ان کا پیچھا کرو اور مدینہ منورہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دو۔

(۳) اب اسلام اور مسلمانوں کے خاتمے کا بہترین موقع ہے، آگے بڑھو اور اس موقع سے فائدہ اٹھاؤ۔

(۴) ان کی لاشوں کا وہ حشر کرو کہ آئندہ ان میں سے کوئی ہم سے لڑنے کا خیال بھی دل میں نہ لائے...... وغیرہ وغیرہ۔

اس پوری صورتحال کو گہرائی کے ساتھ دیکھئے:

(۱) مسلمان فتح کا عزم اور یقین لے کر آئے تھے، مگر انہیں اس کے برعکس صورتحال کا سامنا کرنا پڑا۔

(۲) کمزوردل لوگ طرح طرح کے وساوس اور بدگمانیوں کا شکار ہونے لگے۔

(۳) میدان احد میں ہرطرف مسلمانوں کی ناک کان کٹی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔

(۴) شیطان نے حضوراکرم ﷺ کی شہادت کی خبراڑا کر مسلمانوں کے ہوش وحواس کو اڑا کررکھ دیا تھا۔

(۵) کافروں نے سینہ تان کروہ خوف پھیلایا جس کے سامنے بڑے بڑے سورماؤں کا پتہ پانی ہوجاتا ہے۔

مگران حالات میں یہ سب کچھ بیت جانے کے بعد مسلمان سنبھل گئے، ان میں سے بڑی تعداد زخمی افراد کی تھی، مگر انہوں نے حضوراکرم ﷺ کے ساتھ مل کر کافروں کا پیچھا کیا۔ کمزور اور زخمی مسلمانوں کی یہ پیش قدمی مسلمانوں کیلئے فتح اور حفاظت کا پیش خیمہ بن گئی...... اور کافر اپنے ان عزائم کو پورا نہ کرسکے جن کا وہ اپنی فتح دیکھ کر برملا اظہار کررہے تھے۔

اب آیئے! افغانستان کے موجودہ حالات کی طرف...... یہاں منظر کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے...... مسلمان امریکا کے خلاف اس جنگ میں فتح کا عزم لے کر اترے تھے، پھر ابتدائی ۲۵ دن تک دشمن ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکا، پھر یکا یک منظر بدل گیا اور ایک شہر کے بعد دوسرے شہر سے پسپائی ہونے لگی، پھر شہداء اور زخمیوں کے انبار ہرطرف نظر آنے لگے۔ طالبان کی اس ظاہری ہزیمت اور پسپائی نے شیطان اور کافروں کا حوصلہ بڑھا دیا، چنانچہ شیطان نے بددلی

اور مایوسی کے تیر چلانا شروع کردیئے، جبکہ کافروں نے بڑھکیں مارمار کر مسلمانوں کو خوفزدہ کرنا شروع کردیا...... آج مسلمانوں کے خواص وعوام یا تو مایوس ہیں یا خوفزدہ۔ مایوسی اور خوف کی منحوس فضاء افغانستان سے زیادہ پاکستان کے "جہادنواز" اور "طالبان حامی" طبقے پر چھائی ہوئی ہے۔

کراچی سے پشاور تک ہرمحب اسلام مسلمان کا چہرہ غم، مایوسی اور پریشانی سے لٹکا ہوا ہے اور ہرشخص بے یقینی کے تھپیڑوں کی زد میں بری طرح ہچکولے کھا رہا ہے۔

"هنالك ابتلى المؤمنون وزلزلوا زلزالا شديدا" (الاحزاب:۱۱)

اس صورت حال میں...... ہم اہل پاکستان کو کیا کرنا چاہیے؟ اس پر بات کرنے سے پہلے شیطان اور کفار کے کچھ وساوس کا تذکرہ ضروری محسوس ہوتا ہے، وہ وساوس جو آج پاکستان کے دیندار طبقے کی بنیادیں تک کو ہلا رہے ہیں۔

جہاں تک تعلق ہے شیطانی وساوس کا، توان کا سارا زور قوم کو مایوس کرنے اور ان کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کرنے پر مرکوز ہے مثلاً:

(۱) طالبان ختم ہوگئے، اب کیا ہوگا؟

(۲) اللہ تعالیٰ کی نصرت کے وعدے کہاں گئے؟

(۳) امریکا واقعی (خدانخواستہ) ناقابل شکست ہے

(۴) پاکستان میں بلند دعوے کرنے والے مجاہدین کہاں چلے گئے؟ واقعی یہ لوگ ایجنسیوں کے ایجنٹ تھے، اس لئے انہوں نے ابھی تک امریکا کے خلاف جہاد شروع نہیں کیا۔

(۵) اگر طالبان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت ہوتی تو وہ اس طرح پسپا نہ ہوتے۔

(۶) اگر طالبان نے درست اسلام نافذ کیا ہوتا تو ان کی پسپائی کے بعد لوگ ڈاڑھیاں نہ منڈواتے۔

(۷) جہاد کی بات میں سوائے ہلاکت کے اور کچھ بھی نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔

یہ ظالمانہ شیطانی وسوسے ہر طرف اپنے پھن پھیلائے مسلمانوں کو ڈس رہے ہیں۔ قومی اخبارات کے ملحد کالم نگار، مغربیت پسند عیاش سیاستدان اور مجاہدین کو بدنام کرنے والے گندے عناصر اس شیطانی آگ میں پھونکیں مار کر اسے اور زیادہ بھڑکا رہے ہیں۔ پاکستان کے مسلمان ایک طرف ان وساوس کی آگ میں جل رہے ہیں۔ تو دوسری طرف کافر اور منافق طاقتیں، درج ذیل دعوے کر کے انہیں خوفزدہ کر رہی ہیں:

(۱) عنقریب افغانستان سے بنیاد پرستی کا خاتمہ کر دیا جائے گا، پھر ہم دوسرے ممالک کا رخ کریں گے۔

(۲) بہت ہو گیا، اب پاکستان میں انتہا پسندی، برداشت نہیں کی جائے گی۔

(۳) دہشت گرد، دینی مدارس کے روبوٹ ہیں، ہم ان مدارس کو بند کر دیں گے۔

(۴) افغانستان کے بعد عالمی طاقتیں کشمیر کی دہشت گردی کا خاتمہ

کریں گی۔

(۵) دہشت گردی کی جڑوں کو جو دنیا کے پچاس ممالک میں پھیلی ہوئی ہیں کاٹ پھینکا جائے گا۔

(۶) ہم نے انتہا پسندوں پر کڑی نظر رکھی ہوئی ہے، عیدالفطر کے بعد ان کے خلاف بڑا آپریشن ہوگا۔

یہ وہ بیانات اور بڑھکیں ہیں جو آئے دن اسلام کے خلاف بننے والے ''عالمی اتحاد'' کے مختلف گورے اور سانولے لیڈر ذرائع ابلاغ میں نشر کرواتے رہتے ہیں اور ان دھمکیوں اور بیانات نے کئی مسلمانوں کے رہے سہے اوسان بھی خطا کر دیئے ہیں...... حالانکہ ماضی کی چودہ سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں کی ہر پسپائی کے بعد شیطان اور کفار کی طرف سے اس طرح کی مایوسی اور خوف پھیلایا جاتا رہا ہے، مگر الحمدللہ مسلمانوں نے ہمیشہ قرآن مجید سے روشنی لے کر ان وساوس کو جھٹک دیا ہے، چنانچہ وہ نفسیاتی شکست سے محفوظ رہا اور ان کا وجود آج تک الحمدللہ پوری آب و تاب کے ساتھ باقی ہے، حالانکہ ہر پسپائی کے بعد اندازہ یہ ہوتا تھا کہ اب مسلمانوں کا نام و نشان تک مٹا دیا جائے گا...... اپنے تابناک ماضی کو دیکھتے ہوئے ہمیں آج بھی اس بات کی ہمت محسوس ہو رہی ہے کہ ہم اپنے دل کو بھی...... اور تمام دیندار مسلمانوں کو یہ بات سمجھائیں کہ ہمیں قطعی طور پر شیطان کی باتوں میں اور کافروں کے خوف میں نہیں آنا چاہئے، کیونکہ

''ان کید الشیطن کان ضعیفا''

اور

''لن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا''

جیسے واضح ارشادات ہمارے سامنے موجود ہیں۔ آج امریکا کے ساتھ ہماری کبڈی نہیں، جنگ ہو رہی ہے اور اس بڑے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں بہت ساری قربانیاں دینی پڑیں گی۔ آج ہمیں حالات کے اس اندھیرے میں یہ باتیں نہیں بھولنی چاہئیں کہ:

(۱) مسلمان کی شکست تب ہوتی ہے جب وہ اپنا نظریہ اور ایمان چھوڑ دیتا ہے، الحمد للہ طالبان نے نہ ایمان چھوڑا ہے اور نہ نظریہ بدلا ہے، بلکہ وہ پہلے کی طرح مضبوط یقین کے ساتھ میدان میں موجود ہیں۔

(۲) مسلمانوں کی پسپائی ہمیشہ اللہ کی ناراضگی کی علامت نہیں ہوتی، ورنہ جنگوں میں تو انبیاء علیہم السلام کو بھی زخم آئے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح وشکست دونوں سے آزمایا ہے۔

(۳) سوویت یونین کے ساتھ مسلمانوں کو دس سال تک لڑنا پڑا، بالآخر وہ تباہ ہو گیا اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے شاندار فتح عطاء فرمائی...... ممکن ہے امریکا کے خلاف جہاد بھی کچھ لمبا ہو جائے۔

(۴) طالبان کی حکومت اگرچہ اکثر علاقوں میں نہیں رہی، مگر آج بھی وہ اپنے مکمل ایمان اور یقین کے ساتھ پورے افغانستان میں موجود ہیں اور الحمد للہ ان کی مرکزیت بھی ابھی تک باقی ہے۔

(۵) اسلام دنیا میں غالب ہونے کیلئے آیا ہے اور وہ انشاء اللہ غالب ہو کر رہے گا، درمیان میں جو حالات آ رہے ہیں ان کا مقصد کھرے اور کھوٹے کی پہچان ہے۔

(۶) طالبان نے امریکا کے خلاف گوریلا کارروائیاں شروع کر دی ہیں اور انہیں کئی بڑی کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں، مگر ذرائع ابلاغ ان کامیابیوں کو چھپانے پر امریکا اور اس کے حواریوں کی طرف سے مامور ہیں، آپ اگر ان کامیابیوں کی تصدیق چاہتے ہیں تو آپ امریکا کے خوفزدہ معاشرے کو دیکھیں جو اندر ہی اندر سے کھوکھلا ہوتا جا رہا ہے۔

(۷) طالبان یا مجاہدین نے کسی سے یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ وہ ایک مہینے میں امریکا کو شکست دے دیں گے۔ طالبان اور دوسرے مجاہدین اپنی طاقت کے مطابق جہاد کا فرض ادا کر رہے ہیں، باقی مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ بھی اس فرض کو ادا کریں اور اس بات کو نہ بھولیں کہ جہاد صرف طالبان پر فرض نہیں بلکہ تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔

ان حالات میں کیا کرنا چاہئے؟

حالات کے اس تجزیے کے بعد اب آتے ہیں اس بات کی طرف کہ ہمیں ان حالات میں کیا کرنا چاہئے؟ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ موجودہ صورتحال میں کافر اسلام اور مسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑنے کی باتیں کر رہے ہیں، مگر یہ بھی سچ ہے کہ اسلام اور مسلمان کوئی مٹی کا کھلونا نہیں ہیں جنہیں کوئی چند ٹھوکروں سے توڑ ڈالے گا، بلکہ اسلام دنیا کی ایک بڑی حقیقت اور مسلمان دنیا کی ایک ناقابل شکست قوم ہیں۔ اس وقت کافروں کی بڑھکیں صرف اور صرف مسلمانوں کا حوصلہ توڑنے کیلئے ہیں ورنہ انہیں اندازہ ہو چکا ہے کہ اب اس قوم کو مٹانا ان کے بس کی بات نہیں ہے۔ کل تک مسلمان جہاد سے ناواقف تھے۔ مگر آج ہماری قوم

الحمدللہ! جہاد کے عروج تک پہنچ چکی ہے۔اور جہاد کا عروج وہ فدائی حملے ہیں جن کا جال آج الحمد للہ! پوری دنیا میں پھیل چکا ہے۔اور مسلمانوں میں سے مزید لاکھوں نوجوان اس طرح کے حملوں کے لئے تڑپ رہے ہیں۔پاکستان کے مسلمان اگر مایوس ہونے کی بجائے ایک نظر فلسطین پر ڈال لیں تو ان کی مایوسی منہ چھپا کر بھاگ جائے گی۔آج جبکہ میں رات کے سوا ایک بجے یہ کالم لکھ رہا ہوں، اسرائیل میں ایمرجنسی نافذ ہے، کیونکہ حماس کے تین جانبازوں نے فدائی کاروائی کر کے تیس یہودیوں کو واصل جہنم اور چالیس کو زخم چاٹنے پر مجبور کر دیا ہے۔آپ فلسطین اور اسرائیل کے جغرافیے پر نظر ڈالیے، پھر اسرائیل اور فلسطین کی فوجی طاقت کا موازنہ کیجئے، پھر متعصب یہودی وزیراعظم ایریل شیرون کی بڑھکوں کا تجزیہ کیجئے۔اور پھر آج کی کارروائی کو دیکھئے، آپ سمجھ جائیں گے کہ مسلمانوں کو مٹانا اس قدر آسان نہیں ہے جتنا میڈیا پر بڑھک مارنا آسان ہے......

میں پاکستان کے مایوس مسلمانوں سے گذارش کرتا ہوں کہ وہ ایک نظر مقبوضہ کشمیر پر ڈالیں، جہاں کا کوئی شہر یا قصبہ مجاہدین کے زیر قبضہ نہیں ہے، بلکہ وہاں کی ہر گلی پر انڈین آرمی کا قبضہ ہے اور اس چھوٹے سے علاقے میں انڈین آرمی کی تعداد سات لاکھ ہے۔آرمی کے یہ افراد اگر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر قطار میں کھڑے ہو جائیں تو میلوں لمبی زنجیر بن جائے گی اور کشمیر کے بارڈر کا ہر پتھر ان کے قدموں کے نیچے ہوگا، مگر اس کے باوجود مجاہدین روزانہ آتے جاتے ہیں۔کپواڑہ سے لے کر سری نگر تک اپنے مراکز بناتے ہیں۔بنکروں کے درمیان سے گزر کر کارروائی کرتے ہیں۔اور اکثر اوقات بالکل زندہ سلامت واپس

آجاتے ہیں۔اگر یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور یقیناً ہو رہا ہے تو پھر مایوس ہونے کی کیا بات ہے؟ بھارت کے وزیر داخلہ ''ایڈوانی'' ہر دن مجاہدین کا نام ونشان مٹانے کی بات کرتے ہیں۔وزیر دفاع جارج فرنانڈس ہر دن کشمیر سے جہاد کے خاتمے کا مژدہ سناتے ہیں، مگر جہاد ہے کہ ہر دن اس کے شعلے بلند سے بلند تر ہوتے جا رہے ہیں۔چند دن پہلے میری کشمیر کے مجاہدین سے بات ہوئی تو وہ اطمینان کے ساتھ کہہ رہے تھے کہ آپ ہمارے لئے دعا کرتے رہیں، ہم ان جانوروں کا شکار بہت مزے لے لے کر کرتے رہتے ہیں۔کشمیر کے ان حالات کو دیکھ کر بھی پاکستان کے مسلمانوں کو جہاد کی قوت سمجھ نہیں آرہی اور وہ حکومت کے کسی ایک اہلکار کا بیان پڑھ کر پریشانی سے دل تھام کر بیٹھ جاتے ہیں۔

خود سوچئے! اگر سات لاکھ آرمی کی موجودگی میں کشمیر کے مجاہدین کشمیر کے ہر علاقے میں موجود ہیں اور جہاد کر رہے ہیں تو کیا چند ہزار امریکی فوجیوں اور تیس ہزار شمالی اتحاد کے منافقوں کے آنے سے افغانستان میں مجاہدین کے رہنے اور ان کے کارروائی کرنے کی جگہ نہیں بچے گی؟

خود سوچئے! اگر فلسطین کے مجاہدین چاروں طرف سے گھرے رہنے کے باوجود یہودیوں کو لوہے کے چنے چبوا رہے ہیں تو کیا افغانستان کے مجاہدین کے پاس فلسطینی مجاہدین جتنی طاقت بھی نہیں ہے؟

خود سوچئے! کہ اگر لال کرشن ایڈوانی کے ظالمانہ بیانات اور دھمکیوں کے باوجود کشمیر کی تحریک آزادی جاری ہے اور انڈیا کے مدارس بھی چل رہے ہیں تو کیا ہمارے ملک کے کسی وزیر کے بیان دینے سے پاکستان کی دینی جماعتیں

اور مدارس ہوا میں اڑ جائیں گے؟...... کیا ہماری جہادی جماعتیں اور مدارس کاغذ کے بنے ہوئے ہیں؟۔

اصل بات صرف یہ ہے کہ اب جہاد و جنگ کا زمانہ ہے اور اس جنگ میں وہی جیتے گا جو اپنا حوصلہ برقرار رکھے گا، ہمیں اس بات کا افسوس ہے کہ مسلمان اپنا حوصلہ ہارتے جارہے ہیں اور عوام تو عوام خواص تک طرح طرح کے وساوس کا شکار ہو رہے ہیں...... ان حالات میں ہماری تمام مسلمانوں سے گزارش ہے کہ وہ ہمت بلند اور عزم مضبوط رکھیں۔ ہمارا دشمن بہت تیزی سے شکست کی طرف جارہا ہے۔ اگر ہم نے ہمت نہ ہاری تو ان شاء اللہ یہ بت بہت جلدی گرنے والا ہے۔ لیکن چونکہ یہ جنگ ہے کوئی کھیل نہیں ہے، اس لئے ہمیں ہر طرح کی قربانی اور حالات کے لئے تیار رہنا چاہئے، اور زبانی کلامی تبصروں سے بچ کر عمل کی راہ اختیار کرنی چاہئے۔ اس وقت کئی لوگ مجاہدین کے روپ میں مسلمانوں کے درمیان مایوسی پھیلا رہے ہیں۔ یہ لوگ ماضی میں مجاہدین کے ساتھ منسلک تھے، مگر اپنے ذاتی مفادات کی وجہ سے مجاہدین سے الگ ہو کر اب یہ باتیں پھیلا رہے ہیں کہ مجاہدین، حکومت کے ایجنٹ ہیں اور وہ امریکا کے خلاف جہاد کیوں نہیں کرتے؟ ایسے لوگوں سے پوچھا جائے کہ انہوں نے خود اب تک سوائے غیبت، بدگوئی اور اور گمراہی پھیلانے کے اور کیا کیا ہے؟ وہ خود کیوں نہیں امریکا پر چڑھ دوڑتے؟ مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے عناصر سے ہوشیار رہیں۔ اس وقت کئی چھوٹے چھوٹے گروپ طرح طرح کی جذباتی باتیں کر کے جہادی جماعتوں کے خلاف مسلمانوں کی ذہن سازی کر کے امریکا کا تعاون کر رہے ہیں۔ یہ لوگ خود کچھ نہیں کرنا چاہتے اور نہ یہ مسلمانوں کو

جہادی جماعتوں کا کوئی متبادل فراہم کر سکتے ہیں، جبکہ شرعی بنیادوں پر کام کرنے والی جہادی جماعتیں اس وقت اپنے فرائض سے غافل نہیں ہیں، وہ اپنا فرض ادا کر رہی ہیں اور ان شاء اللہ تادم شہادت کرتی رہیں گے...... نتائج کہاں نظر آئیں گے تو یہ جنگ اور دھول کا وقت ہے، جب دھول چھٹے گی تو سب کچھ صاف نظر آجائے گا۔

احادیث وروایات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی مسلمانوں کی کسی بڑے طاقتور دشمن کے خلاف لڑائی ہوتی ہے تو مسلمان تین طبقوں میں بٹ جاتے ہیں:

(۱) ایک وہ طبقہ جو جنگ ولڑائی سے جی چراتا ہے اور کافروں کو زیادہ طاقتور قرار دے کر ان کے خلاف لڑنے کو خلاف مصلحت سمجھتا ہے۔ یہ لوگ یا تو کافروں کے ساتھ سمجھوتہ کر کے اپنے ایمان کا سودا کر لیتے ہیں یا صرف زبانی دعوؤں اور باتوں کے ذریعے طرح طرح کے وساوس پھیلاتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو جان دینے سے ڈرتے ہیں اور اپنے ظاہری امن اور عافیت کو بچانے کے لئے کافروں کی غلامی کو اختیار کرتے ہیں۔ یہ لوگ ظاہری طور پر عقلمند ہوتے ہیں مگر حقیقت میں یہ لوگ بزدل، منافق اور حب دنیا کے مریض ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے ناراض ہوتا ہے اور ان کے صدقات تک کو قبول نہیں فرماتا۔

(۲) دوسرا طبقہ ان خوش نصیب لوگوں کا ہوتا ہے جو کفر کی طاقت دیکھ کر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں کہ اللہ کے دشمنوں نے اتنی طاقت کیسے بنالی؟ چنانچہ وہ رب کے ساتھ وفاداری نبھانے کے لئے آگے بڑھ کر لڑتے ہیں اور جام شہادت نوش فرما لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان شہیدوں کو اعلیٰ مقام عطا فرما کر ان کی مہمان نوازی فرماتا

ہے، کیونکہ کافروں کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہونا یہ بھی مسلمانوں کیلئے کامیابی ہے ۔کاش! مسلمان اس کامیابی کی حقیقت کو سمجھیں۔''وذالك هو الفور العظيم''

(۳) تیسرا طبقہ ان مجاہدین کا ہوتا ہے جو ثابت قدمی کے ساتھ لڑتے ہوئے فتح یاب ہوتے ہیں، مگر انہیں یہ فتح اپنے بہت سارے مسلمان بھائیوں کی شہادت کے بعد ملتی ہے۔

امریکا اور برطانیہ کی طرف سے چھیڑی جانے والی موجودہ بقول ان کے ''صلیبی جنگ'' میں مسلمانوں کے تینوں طبقے کھلی آنکھوں سے نظر آرہے ہیں......

ہمیں اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دوسرے یا تیسرے طبقے میں شامل فرمالے۔اور یہ اس وقت ممکن ہوگا جب ہم اپنی ذات کو جہاد یعنی قربانی کیلئے پیش کریں گے۔اس وقت یہ دیکھنا کہ فلاں کیا کررہا ہے اور فلاں کیا کرے گا۔اس کا وقت گذر چکا ہے۔اور اب اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم میں سے ہر شخص فکر کرے کہ اس نے اب تک کیا کیا ہے اور وہ آئندہ کیا کرے گا؟ اس وقت اگر ہم میں سے ہر شخص دوسروں کی کمزوریاں اور کیڑے نکالنے کی بجائے اپنے اوپر غور کرے اور خود کو ہر طرح کی قربانی کے لئے تیار کرے تو اس جنگ کا نتیجہ جلد مسلمانوں کے حق میں نکل آئے گا، مگر افسوس اس بات کا ہے کہ آج ہر شخص یہ کہتا ہوا نظر آتا ہے کہ ہمیں فلاں سے بڑی توقع تھی، ہمیں فلاں سے بڑی امید تھی، مگر انہوں نے کچھ نہیں کیا، حالانکہ کسی اور سے توقع رکھنا بہت بڑی بدعملی ہے اور اس بدعملی نے مسلمانوں کو بزدل اور موقع پرست بنادیا ہے۔

ہم سب نے اللہ تعالیٰ کو جان دینی ہے اور قرآن کے احکامات ہم سب

کیلئے نازل ہوئے ہیں۔چنانچہ اب کچھ افراد پر دباؤ ڈالنے اور ان سے صفائیاں طلب کرنے کی بجائے اگر ہر شخص خود کو جہاد کیلئے تیار کرے اور پھر عملی میدان میں کود پڑے تو ہماری منزل بہت آسان ہو جائیگی۔اور اگر ہم یہی کہتے رہے کہ فلاں نے کچھ نہیں کیا، فلاں نے بہت مایوس کیا ہے۔تو اس سے ہمیں نہ دنیا میں کچھ فائدہ ملے گا اور نہ آخرت میں۔اور ہم اپنے اس شیطانی دباؤ کے ذریعے مجاہدین کو شدید نقصانات کی لپیٹ میں لے آئیں گے...... جہادی تنظیمیں اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں، ان کے ذریعے سے مسلمانوں نے جہاد کا بھولا ہوا سبق یاد کیا ہے اور انہی کی محنتوں سے دنیا میں جہاد کو ''فدائی عروج'' نصیب ہوا ہے اور الحمدللہ! شرعی بنیادوں پر قائم ہونے والی تنظیموں کے ذمہ دار افراد اس بات کی ہمت رکھتے ہیں کہ جب انہیں جہاد کی خاطر یہ تنظیمیں قربان کرنی پڑیں گی تو وہ یہ قربانی پیش کرنے میں ان شاءاللہ خوشی محسوس کریں گے...... سردست ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر مسلمان تک جہاد کا پیغام پہنچایا جائے اور ہر مسلمان کو عملی جہاد کیلئے کھڑا کیا جائے اور شیطان کے وسوسے سے مایوس ہوکر اور کافروں کے دباؤ سے خوفزدہ ہوکر ہمت نہ ہاری جائے، حوصلہ نہ کھویا جائے اور اس وقت مسلمانوں کو یہ بات سمجھائی جائے کہ ہم مایوس یا خوفزدہ کیوں ہوں؟...... مایوس اور خوفزدہ وہ ہوں جو دنیا میں کافر ہیں اور آخرت میں جہنمی، جبکہ ایمان والوں کیلئے تو...... دنیا میں فتح یا آزمائش کی حلاوت اور مرتے وقت شہادت کی لذت ہے...... اور آخرت میں رب کی پیار بھری میزبانی۔جب ایسا ہے تو پھر ...... مایوسی کس چیز کی؟...... خوف کس بات کا؟؟؟......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دلِ افگندیم

ایک پرانے دوست ...... چند دن کے لئے ہفت روزہ ختمِ نبوت، کراچی میں بھرتی ہوئے ...... اس بات کو غالباً بارہ تیرہ سال ہو چکے ہیں ...... انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ میں ان کے ہفت روزہ میں لکھوں ...... بندہ نے اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر ایک کالم شروع کر دیا۔ کافی غور و خوض کے بعد اس کالم کا نام ''معرکہ'' تجویز ہوا ...... ابھی چند ہی کالم لکھے تھے کہ مصروفیات کے سیلاب نے مجھے کراچی سے باہر بہا دیا اور یوں معرکہ پہلی بار بند ہو گیا ...... اس کے بعد کئی رسائل نکلے، کئی کتابیں شائع ہوئیں ...... مگر معرکہ دوبارہ شروع نہ ہو سکا ...... بے شک وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے ...... مجھے اس لفظ (معرکہ) سے پیار تھا مگر نو سال تک میرے قلم کی نوک اس لفظ سے کنارہ کش رہی ...... 31 دسمبر 1999ء مشرکین کی قید سے رہائی کے بعد یہ لفظ اچانک لوٹ آیا اور دل و دماغ پر حاوی ہو گیا ...... ہفت روزہ ضربِ مومن میں باقاعدہ لکھنے کا سلسلہ شروع ہوا تو کالم کا نام ''معرکہ'' رکھا گیا ...... یہ کالم الحمدللہ مسلمانوں میں محبت کے ساتھ پڑھا گیا۔ پھر اسی کالم کے ستر مضامین پر مشتمل کتاب ''معرکہ'' ہی کے نام سے شائع ہوئی جو اب قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ افغانستان پر امریکی جارحیت کے ایام میں ''معرکہ'' ہر طرف

خصوصی توجہ کا مرکز بنا رہا ...... ضربِ مومن کے شکریہ کے ساتھ دیگر رسائل بھی اسے شائع کرتے رہے اور بہت سی جگہوں پر مسلمانوں نے اس کی بے شمار فوٹو کاپیاں بھی تقسیم کیں۔ جبکہ مجاہدین کے مخالف حلقے ان معرکوں پر چیں بجبیں رہے اور کافی حد تک غیظ و غضب کا شکار ہوئے۔ اس سلسلے کا آخر معرکہ کراچی میں لکھا گیا ...... یہ معرکہ ابھی شائع نہیں ہوا تھا کہ مجھے کراچی سے بہاولپور جاتے ہوئے حیدرآباد کے مضافات میں گرفتار کر لیا گیا ...... کراچی کے اس قیام کے دوران دو مضامین لکھے گئے تھے ایک ماہنامہ بنات عائشہؓ کا اداریہ جو چھپ چکا تھا اور گرفتاری کے وقت میری گاڑی میں تھا ...... اور دوسرا ضربِ مومن کا معرکہ ...... جو ابھی شائع ہونے کے مراحل میں تھا ...... گرفتاری کے دو دن بعد مجھے میانوالی جیل منتقل کر دیا گیا جہاں باوجود کوشش کے ایک ماہ تک ضربِ مومن ہاتھ نہ آیا ...... اور یوں میں آخری معرکہ نہ دیکھ سکا ...... تیرہ مہینے کی نظر بندی ...... کافی کٹھن ثابت ہوئی۔ اللہ کرے آخرت کی تنگی اور قبر کی گھٹن سے بچاؤ کا ذریعہ بن جائے۔ لکھنے کا سلسلہ تقریباً معدوم رہا۔ میانوالی جیل میں ساٹھ ستر صفحات لکھے ...... مگر وہ ناقابلِ اشاعت تھے۔ بس مخصوص احباب تک ...... محدود رکھے گئے ...... پھر بعض اہلِ محبت کے حکم سے روزنامہ اسلام میں ''درویش کے قلم سے'' کالم لکھنے کی توفیق ملی۔

مگر پھر

مرا در منزلِ جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم
جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا

حالات کی جرس ایسی بجی کہ پڑاؤ کا سامان نہ رہا اور لکھنے کا مبارک و محبوب سلسلہ بند ہو گیا۔

باقی رہے نام اللہ کا

رہائی کے بعد ہر طرف سے معرکہ لکھنے کا تقاضا شدید تر ہوتا گیا۔ جلسوں کے دوران پرچیاں آئیں احباب نے خطوط لکھے ملاقاتوں کے دوران بار بار پوچھا گیا کہ معرکہ کب آئے گا؟ خصوصی طور پر مدارس کے عزیز طلبہ کرام نے بار بار پوچھا اور پیہم اصرار جاری رکھا۔ مگر میں ان سب کو کیا جواب دیتا...... بس مسکراہٹوں اور آہوں کے درمیان ٹالتا رہا کیونکہ مجھے خود معلوم نہیں تھا کہ معرکہ شروع ہو سکتا ہے یا نہیں؟

کہ عشق آساں نمود اول و لے افتاد مشکلہا

کئی بار سلسلہ شروع کرنے کا ارادہ کیا مگر وہ سرا نہیں مل رہا تھا جسے پکڑ کر ''داخل سلسلہ'' ہوتا۔ اسی دوران ماہنامہ بنات عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے چند مفید مضامین لکھنے کی سعادت ملی تو وہ احباب جو میرے نہ لکھنے کو ''سرکاری مجبوری'' سمجھ رہے تھے معرکہ کے لئے اصرار کرنے والوں میں شامل ہو گئے ...... اس محبت و الفت بھرے اصرار کی قدر تب معلوم ہوئی جب ایک ایسا خط موصول ہوا جس میں مجھے نہ لکھنے پر ...... اور چند دیگر امور پر ...... خوب دل کھول کر برا بھلا کیا گیا تھا

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

اُدھر انڈیا کے قید خانوں سے بعض احباب کے خطوط موصول ہوئے تو انہوں نے معرکہ نامی کتاب کی دوسری اور تیسری جلد بھیجنے کی تاکید فرمائی۔ ان ساتھیوں کے پاس ستر مضامین پر مشتمل معرکہ جلد اوّل بھجوائی گئی تھی ان کا گمان یہ تھا کہ چونکہ معرکہ ہر ہفتے لکھا جاتا ہے اور آخری زمانے میں تو مضامین کا حجم کافی بڑھ گیا تھا اس لئے اب تک مزید دو کتابوں کے برابر مواد تیار ہو کر چھپ چکا ہوگا۔

خیر چھوڑیئے اس داستان کو ...... یہ سب کچھ ہوتا رہا مگر معرکہ دوبارہ شروع نہ ہو سکا۔ چند دن قبل جب پندرہ روزہ شمشیر کے احباب نے اپنے رسالے کو ہفت روزہ کرنے کا

اعلان کیا تو انہوں نے معرکہ شروع ہونے کا اعلان بھی ہفت روزہ شمشیر کے پہلے شمارے میں شائع کردیا ...... یہ اعلان معرکہ کا انتظار کرنے والے اہل محبت کے لئے ایک بہت بڑی خوشخبری ثابت ہوئی ...... چنانچہ انہوں نے اس خوشخبری کو حقیقی خوشی بنانے کے لئے بندے پر دباؤ بڑھا دیا ...... میری خواہش تھی کہ معرکہ ہفت روزہ ضرب مومن کی پیشانی کا جھومر بنتا ...... ضرب مومن والے اکثر احباب بھی یہی چاہتے تھے ...... مگر بعض احوال کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا ...... اب جبکہ ہفت روزہ شمشیر میں یہ کالم شروع کیا جا رہا ہے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سے ہفت روزہ ضرب مومن کے لئے کوئی نقصان کی صورت تو پیدا نہیں ہوگی؟ جواب بالکل واضح اور صاف ہے کہ ان شاء اللہ ہرگز نہیں ...... ہفت روزہ ضرب مومن ایک ہمہ جہت، معیاری اور مضبوط اخبار ہے، اس اخبار کے پیچھے اہل علم اور اصحاب قلم کی ایک مؤثر جماعت موجود ہے۔

ضرب مومن کی ماضی کی خدمات قابل قدر ہیں اور اگر اس نے اپنے انداز کو نہ بدلا تو اس کا مستقبل بھی ان شاء اللہ تابناک ہے ...... ضرب مومن جن اعلیٰ مقاصد کے لئے نکالا گیا تھا مزید دینی ہفت روزوں کا نکلنا انہیں مقاصد کی کامیابی کی دلیل ہے ...... ہفت روزہ اسلامی اخبار ہو یا ہفت روزہ شمشیر ان میں سے کوئی بھی اخبار ضرب مومن کے مقابلے کے لئے نہیں نکالا گیا بلکہ یہ تمام اخبارات اسلامی صحافت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کا ذریعہ بن رہے ہیں اور یہ ایک دوسرے کے مقابل نہیں، ان شاء اللہ معاون ثابت ہوں گے۔

اللہ کرے ایسا ہی ہو ...... یہ میرا عزم بھی ہے اور خواہش بھی۔

یا اللہ ...... اس سلسلے میں جملہ اہل حق ...... اہل خدمت کی نصرت فرما۔

آمین یا ارحم الراحمین

آج الحمدللہ پھر ...... اللہ تعالیٰ کی توفیق ...... اس کے کرم ...... اس کی

رحمت ...... اور اس کی نصرت سے ...... اور خالص اس کی رضا کے لئے ...... معرکہ نام کا یہ کالم دوبارہ شروع ہو رہا ہے ...... میں اس کالم کے ذریعے مسلمانوں سے بہت ساری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ بہت سارے احوال ...... اور کافی سارے حالات سنانا چاہتا ہوں ...... شبرغان کے قیدی کیا لکھتے ہیں ...... اور وہاں کی سختیوں نے ان کے عزائم کو کس قدر نکھارا ہے ...... میرے پاس ان کے خطوط موجود ہیں ...... انڈیا کی جیلوں میں بند مجاہدین کے حالات اور خطوط بھی سامنے ہیں ...... افغانستان، کشمیر اور عراق کے معرکے بھی ...... معرکہ کا موضوع بننے کے لائق ہیں۔

تازہ ترین باتیں بھی ہیں ...... اور کچھ پرانی یادیں بھی ...... انڈیا کی چھ سالہ قید کے حالات بھی صرف چھ ماہ کے مسکراتے زخموں تک رکے ہوئے ہیں ...... ساڑھے پانچ سال کے حالات سنانا باقی ہیں ...... کیا میں یہ سب کچھ لکھ سکوں گا؟ اس بارے میں صرف دعا ہی کی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق کے دروازے کھول دے تو چالیس دن سے کم عرصے میں فضائل جہاد جیسی کتاب منصۂ شہود پر آ جاتی ہے اور جب وہ قلم کو روکنا پسند فرمائے تو تیرہ ماہ کا عرصہ بمشکل چند مضامین ہی پیدا کر سکا۔ میں اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگتا ہوں ...... آپ بھی دعا کے لئے جھولی پھیلا دیں۔ میں انشاء اللہ پابندی سے لکھنے کی کوشش کروں گا ...... امید ہے کہ آپ اس ہفت روزہ کی بھی خوب قدر فرمائیں گے ...... یہ آخرت میں کام آنے والی چیز ہے۔

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنیں حائل
دل افگندیم بسم اللہ مجرھا و مرسٰھا

والسلام

محمد مسعود ازہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دو تماشے

ایک تماشا مغرب کی طرف ...... اور دوسرا مشرق کی طرف کھیلا جا رہا ہے ...... آپ نے ملا غوث کا نام سنا ہو گا کافی عرصہ تک ان کی کالے چشمے والی تصویر کو امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ تعالیٰ کی تصویر قرار دیا جاتا رہا تھا۔ وہ کسی زمانے میں طالبان کے وزیر خارجہ تھے۔ وہ اچھا بولنے والے اور عمدہ سوچنے والے انسان تھے۔ آپ نے ان کے کئی انٹرویو پڑھے ہوں گے۔ ایک زمانے تک وہ طالبان تحریک کی پہچان تھے، ذرائع ابلاغ کے کارندے ان کے پیچھے پڑے رہتے تھے اور مقبولیت ان کے قدم چومتی تھی۔ ان کا کہا ہوا خوب سنا جاتا تھا اور ان کا فرمایا ہوا اخبارات کی شہ سرخی بنتا تھا۔ طالبان فتوحات کے گھوڑے پر سوار مزار شریف کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ملا غوث نے گولی کی جگہ مذاکرات کے دسترخوان پر ازبک پہلوانوں کو چت کرنے کی کوشش کی۔ طالبان ہزاروں کی تعداد میں مزار شریف جا پہنچے جہاں مذاکرات کا دسترخوان سازش کا خونی تالاب بن گیا اور پھر تاریخ کے سینے پر دشت لیلیٰ کی کربلا نے جنم لیا۔ ملا غوث کو حضرت امیر المومنین نے ان کے عہدے سے معزول کر دیا ...... مرد قلندر کی طرف سے معزولی کا پروانہ کیا آیا کہ مجمعوں میں چمکنے اور اخباروں میں چھپنے والا ملا غوث ایک بی آئی میں گمنام

ہو گیا...... غالباً کسی نے بھی نہیں پوچھا کہ ملا غوث کا کیا بنا؟ وہ کہاں گئے؟ کیوں ہٹائے گئے؟ اب تحریک کا کیا ہو گا؟...... ان کی جگہ امیر المومنین نے کسی اور کا تقرر کر دیا...... اور بس قصہ ختم...... ابھی دو چار دن پہلے ملا غوث صاحب کا نام پھر اخبارات کی زینت بنا تو طالبان کی تاریخ جاننے والے افراد ایک دم چونک اٹھے...... کہ ملا غوث کی تعریف میں حامد کرزئی صاحب کیوں رطب اللسان ہیں؟ پورا بیان پڑھا تو معلوم ہوا کہ طالبان تحریک کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا دعویٰ کرنے والے اب پینترا بدل رہے ہیں۔ مزید معلومات حاصل کیں تو اس تماشے کا علم ہوا جو آج ہمارا موضوع ہے۔ آج سے ڈیڑھ سال پہلے تک بس ایک ہی اعلان تھا کہ طالبان کا نام اور وجود ختم کر دیا جائے گا اور یہ لفظ ماضی کا بھولا بسرا قصہ بن جائے گا۔ ویسے انصاف کے ساتھ غور کیا جائے تو اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ واقعی طالبان کو ختم کرنے کے لئے ہر وہ ہتھکنڈہ استعمال کیا گیا جو دشمن کے بس میں تھا۔ ملا خاکسار جیسے ننگ ملت کو خریدا گیا۔ قندوز کے راستے میں طالبان کے قافلے ڈیزی کٹر بموں سے راکھ بنائے گئے۔ قلعہ جنگی کو طالبان قیدیوں سمیت تہس نہس کیا گیا۔ پورے افغانستان کو خوفناک بمباری کا نشانہ بنایا گیا۔ طالبان تحریک میں کالی بھیڑیں گھسانے کے لئے نام کے مسلمانوں کی خدمات لی گئیں۔ نشہ اور غلاظت کے عادی افراد کو مسلح کر کے سپین بولدک سے قندھار تک اجرتی قاتل کے طور پر استعمال کیا گیا۔ تورا بورا اور شاہی کوٹ پر ہزاروں ٹن لوہا اور بارود برسایا گیا حضرت امیر المومنین اور مولانا جلال الدین حقانی اور دیگر طالبان کمانڈروں کو ختم کرنے کے لئے سینکڑوں بار بمباری کی گئی...... کروڑوں ڈالر کا جاسوسی نیٹ ورک قائم کیا گیا...... نہتے لوگوں کو بمباری سے برباد کر کے انہیں طالبان کے خلاف کھڑا کرنے کی کوشش کی گئی...... افغانستان کے ساتھ ساتھ پاکستان میں بھی طالبان کی

تلاش میں چھاپے مارے گئے...... مگر کیا ہوا؟ کیا طالبان تحریک ختم ہو گئی؟...... کیا طالبان کا وجود مٹ گیا؟ غور فرمائیں وہ لوگ جو طالبان کو جاہل، اجڈ اور غیر منظم قرار دیتے تھے۔ توجہ فرمائیں وہ قلمکار جنہوں نے امریکا اور طالبان کی طاقت کو اپنے دماغی ترازو کے پلڑے میں تول کر یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ طالبان اپنی حماقت کی وجہ سے اب اپنی موت آپ مر جائیں گے...... کاش وہ تجزیہ نگار اپنی عقل پر ماتم کریں جنہوں نے قومی اخبارات میں بہ بانگ دہل اعلان کیا تھا کہ طالبان اب چند دن کی بات ہیں۔

اب کوئی دشمن سے پوچھے کہ اس نے مقدس، معطر اور منظم تحریک کا کیا بگاڑا ہے تو وہ شرم سے منہ چھپاتا ہے کہ واقعی ہماری کاروائی ابھی تک ناکامی کا سامنا کر رہی ہے۔ طالبان کو غیر مصلحت پسند قرار دینے والے اب سوچ رہے ہیں کہ کیا واقعی سادہ لوگوں پر مشتمل یہ تحریک اس قدر جاندار اور مضبوط تھی کہ ڈیڑھ سال کی طوفانی و شیطانی کاروائی ابھی تک اسے نہیں کچل سکی۔ آج افغانستان میں ہر طرف طالبان کے پوسٹر اور پمفلٹ نظر آرہے ہیں۔ ملک کے سترہ سے زائد صوبوں میں کٹھ پتلی گورنر خفیہ پیغامات بھیج کر طالبان سے زندگی کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ ملک کے اکثر حصے میں طالبان کی پرچی چلتی ہے اور ان کی عسکری و تحریکی قوت کے سامنے دشمن بے بسی اور خوف محسوس کر رہا ہے۔ بی بی سی پشتو سننے والے افراد اس وقت حیرت و استعجاب کے سمندر میں ڈوب گئے جب انہوں نے طالبان کے مایہ ناز گوریلا کمانڈر ملا داد اللہ اخوند کا اعتماد سے بھرپور انٹرویو سنا۔ اللہ تعالیٰ کی طاقت کو بھلا کر کافروں کی قوت کے سامنے سر جھکانے والے مسلمان کاش اسی ایک واقعے سے عبرت حاصل کریں اور جہاد کے بارے میں اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کریں۔ ملا داد اللہ قندوز کا محاصرہ توڑ کر کس طرح سے اپنے علاقے میں

پہنچے؟ آخر کون اس ایک ٹانگ سے معذور کمانڈر کو اٹھا کر جنوبی افغانستان لایا؟ اور پھر کس نے اسے اتنی قوت بخشی کہ اب وہ سٹیلائٹ فون پر کفر کے طاغوت کو للکار رہا ہے...... سبحان من تعزز بالقدرۃ...... ادھر ذرائع ابلاغ میں یہ بات بھی شائع ہو چکی ہے کہ الحمد للہ طالبان کی اصل قیادت محفوظ ہے اور ان کے محض دو تین اہم افراد گرفتار ہوئے ہیں۔ اور اب یہ بات بھی پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ الحمد للہ...... طالبان پورے افغانستان میں فعال ہیں اور ملک کے اکثر حصے میں ان کی آمد و رفت جاری ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اور اصل طاقت اسی کے پاس ہے۔

اب جبکہ دشمن ان کی مستحکم ایمانی تحریک کو ختم نہیں کر سکے تو انہوں نے ایک بار پھر سازش کا غلیظ جال پھینکا ہے۔ آپ حضرات نے خبروں میں پڑھا اور سنا ہوگا کہ آلی جناب (عالی نہیں) حامد کرزئی صاحب اپنے نقصانی ابا حضور کی طرف سے بار بار یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ عنقریب معتدل طالبان کو حکومت میں شامل کر لیا جائے گا۔ ادھر یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ طالبان تحریک کے سرکردہ افراد کے سامنے ڈالروں کی نہر بہائی جا رہی ہے کہ وہ اگر صرف اپنا امیر بدل لیں تو پشتون علاقے میں انہیں حکومت دے دی جائے گی۔

یعنی بالفاظ دیگر...... اگر طالبان اپنا سر کاٹ دیں تو انہیں سب کچھ دے دیا جائے گا۔ چنانچہ اب یہ اعلان کیا جا رہا ہے کہ اصل مجرم طالبان نہیں ملا محمد عمر صاحب تھے لہٰذا اگر طالبان اس مجرم سے چھٹکارہ حاصل کر لیں تو پھر وہ قابل قبول ہیں...... اس سلسلے میں کئی پرانی قبروں کو کھودا جا رہا ہے کہ کسی طرح کوئی ایسا قد آور آدمی مل جائے جسے طالبان تحریک اپنے امیر کے طور پر تسلیم کر لے۔ باوثوق اخباری ذرائع بتاتے ہیں کہ ملا وکیل احمد متوکل صاحب پر بھی اس سلسلے میں شدید دباؤ ڈالا

جا رہا ہے...... مگر وہ ابھی تک نہیں ٹوٹے۔ حالانکہ انہیں قید میں ایک سال کا عرصہ بیت چکا ہے۔ ان کے بعد اب کرزئی صاحب کی نظر انتخاب ملا غوث صاحب پر پڑی ہے۔ مگر دال گلتی نظر نہیں آتی کیونکہ ملا غوث اول تو یہ پتھر اٹھانا پسند نہیں فرمائیں گے اور اگر خدانخواستہ وہ راضی ہو بھی گئے تو دشمن کو ان کے لئے بھی افغانستان کے باہر سے محافظ دستے فراہم کرنے پڑیں گے...... طالبان اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کی تحریک حضرت امیر المومنین کے ہاتھوں منظم ہوئی ہے ورنہ افراد تو پہلے بھی موجود تھے...... دوسری طرف گورے کافروں نے سلطان صلاح الدین ایوبی سے مار کھانے کے بعد یہ طے کر لیا ہے کہ مسلمانوں کا کسی ایک فرد کے گرد وفاداری سے جمع ہو جانا ان گورے کافروں کی موت ہے۔

چنانچہ اب ڈالروں کے انبار اور ترغیبات کے خزانے منہ کھول کر طالبان کو ہلاکت کی طرف بلا رہے ہیں۔ اور دوست نما دشمن انہیں سمجھا رہے ہیں کہ صرف ایک فرد کی خاطر ضد مت کرو...... امیر المومنین نہ رہے تو کیا ہوگا، تحریک تو بچ جائے گی، اسلام کا بھی بھلا ہوگا اور افغانستان بھی محفوظ ہو جائے گا...... باعتبار اخباری ذرائع بتا رہے ہیں کہ طالبان نے اس سازشی چھری سے اپنی گردن بچانے کا حتمی فیصلہ کر لیا ہے...... اللہ کرے ایسا ہی ہو اور انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا...... وہ طالبان جنہوں نے دشت لیلیٰ میں دس ہزار گردنیں کٹوا کر اپنے امیر کی نافرمانی نہیں کی وہ اب بھی پہلے کی طرح مسلمان ہیں اور حالات نے ان کے عقیدے اور نظریے کو...... عزیمت سے رخصت کی طرف نہیں پھیرا...... بامیان کے بت گراتے وقت ان پر جتنا دباؤ تھا شاید ہی کوئی اور برداشت کر سکتا...... مگر وہ ہنستے مسکراتے اس دباؤ کو سہتے رہے اور بتوں کو تہس نہس کرتے رہے۔

طالبان...... سچے مسلمان کا نام ہے اور سچے مسلمان حالات کو جھکاتے

ہیں ان کے سامنے خود نہیں جھکتے کفر کی حالیہ سازش کافی مضبوط اور خطرناک ہے مگر دل کی گہرائیوں سے ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ '' کا کلمہ پڑھنے والے...... ایسی سازشوں کا منٹوں میں قلع قمع کر دیا کرتے ہیں......اللہ تعالیٰ کی نصرت دیکھتے ہوئے اور طالبان کے سرفروشانہ کردار کو سمجھتے ہوئے ...... میں نے اس سازش کو ''تماشا'' کہا ہے۔ جی ہاں! ایک بے وقعت اور رسوا ہونے والا ''تماشا'' جو ان شاء اللہ بری طرح ناکام ہوگا......مگر اس کے ساتھ ساتھ ایک دوسرا تماشا بھی ہے، جو مشرق کی طرف کھیلا جا رہا ہے......ان شاء اللہ اگلے ہفتے اس پر بات کریں گے۔

والسلام

محمد مسعود ازہر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دوسرا تماشا

جہادِ کشمیر بری طرح کھٹک رہا ہے۔ کیوں نہ کھٹکے؟ اس مبارک تحریک کی بدولت ایک بہت بڑے خطے اور ایک بہت بڑے طبقے میں ...... جہاد زندہ ہے...... جہاد کی زندگی دین کی زندگی ہے جو دین کے دشمنوں کو کبھی گوارہ نہیں ہے۔ اس تحریک کی بدولت ''غزوۂ ہند'' کا مبارک عمل زندہ ہے......اور لفظ غزوہ یا جہاد، کفر کے لئے ناقابل قبول ہے۔ اسی تحریک کی بدولت کشمیر میں ''خالص اسلامی تہذیب'' دوبارہ پنپ رہی ہے۔ پھر اکیسویں صدی عیسوی......اور جہادی تحریک......ان دونوں میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ اکیسویں صدی عیسوی......صلیبیوں کے گمان میں ان کی صدی ہے اور ان کا مدمقابل صرف اور صرف اسلام ہے۔

جی ہاں! وہ اسلام جو عقیدے، جہاد اور آزادی کا علمبردار ہے...... وہ اسلام نہیں ...... جو رسومات، دنیا پرستی اور کفر کی غلامی کے نام سے لوگوں کے سامنے لایا جا رہا ہے...... بلاشبہ کشمیر میں جہاد ہو رہا ہے...... خالص اسلامی، ایمانی، روحانی جہاد...... بالکل شرعی اور مؤید من اللہ جہاد ...... بلکہ اس زمانے میں جہادِ کشمیر اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اگر مسلمانوں کو دنیا کے کسی خطے میں سیاسی استقلال حاصل ہوتا...... اور جہادِ کشمیر کی حقیقت کو بیان کیا جاتا تو یقیناً لاکھوں

غیر مسلم ...... اسلام قبول کر لیتے ...... سات لاکھ انڈین آرمی ...... اور چند ہزار مجاہد ...... سامان اور اسلحے میں نہ کوئی توازن ...... نہ برابری کا تصور ...... مگر انڈیا چیخ رہا ہے ...... چلا رہا ہے ...... رو رہا ہے اور بے بسی سے ہاتھ مل رہا ہے۔ جبکہ مجاہدین ...... خوش ہیں ...... مطمئن ہیں اور اپنی نصرت کرنے والے رب کے شکر گزار ہیں ...... کیا خیال ہے؟ ...... اللہ تعالیٰ کی قوت، طاقت اور عظمت سمجھ آتی ہے یا نہیں؟ وہ بہت سارے دیندار افراد ...... جو جہاد کشمیر کے بارے میں شکوک رکھتے ہیں ...... سنی سنائی باتوں کا شکار ہیں ...... کاش وہ اندر اتر کر جھانکتے ...... اور غازیوں کے منور چہرے اور شہداء کے معطر خون کو دیکھتے ...... اپنے چھوٹے موٹے دینی کاموں کو بچانے کے لئے حکومتی اہلکاروں سے بنا کر رکھنے والے بھی ...... جہاد کشمیر کو ایجنسی کا جہاد کہہ جاتے ہیں ...... واقعی تعجب کا مقام ہے ...... ایک طرف اپنے پر امن کاموں کی حفاظت کے لئے رشوت کے دہانے اور دستر خوان کے سینے ہر وقت کھلے رکھے جاتے ہیں جبکہ دوسری طرف ...... اپنے سرخ خون سے تحریک چلانے والوں کو بلا دھڑک ایجنسی کا ایجنٹ کہہ دیا جاتا ہے ...... پس اپنے اپنے نصیب کی بات ہے۔ مجاہدین کی گاڑیاں اور نوٹ وہی بدنصیب لوگ گنتے ہیں جن کے منہ سے خود گاڑیوں کے لئے رال ٹپکتی رہتی ہے۔ ورنہ دنیا بھر کی دولت جہاد کے مقابلے میں ...... مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتی ...... ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجاہدین کو اور زیادہ اسباب دے کیونکہ اسباب انہیں لوگوں کے پاس زیب دیتے ہیں جو اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ کے پاس بیچ چکے ہیں ...... اور جو ہر وقت کفر کی آنکھوں میں کانٹا بن کر کھٹکتے رہتے ہیں ...... جہاد کشمیر کی حقیقت ان لوگوں سے نہ پوچھیں جنہوں نے کبھی جہاد کی معطر مٹی کو سونگھا ہی نہیں ...... جہاد کشمیر کا معاملہ ان لوگوں سے نہ سمجھیں جو ہندو کو ابھی تک مسلمانوں کا خیر خواہ سمجھتے ہیں۔ ہمیں

اعتراف ہے کہ کسی زمانے میں ...... انگریز کی نسبت ہندو کو کم دشمن سمجھا جاتا تھا ...... اور انگریز کو ہندوستان سے نکالنے کے لئے ہندو کو اپنے ساتھ ملا لیا جاتا تھا ...... اس زمانے کی وہ حکمت عملی درست تھی ...... مگر تاریخ میں صرف یہی کچھ نہیں لکھا ...... اور بھی بہت کچھ لکھا ہوا ہے۔ ہمارے اکابر نے ہندوؤں کی طرف سے جاری شدھی سنگھٹن کا کس طرح سے مقابلہ کیا؟ ...... ہمیں ضرور یاد رکھنا چاہئے ...... سنگھ پریوار کے بارے میں ہمارے اکابر کی رائے کیا تھی؟ ہمیں ضرور معلومات لینی چاہئیں ...... شاید آپ کو اچنبھا ہو کہ یہی سنگھ پریوار آج ہندوستان کی سرکار اور فوج پر قابض ہے ...... پھر ماضی کے سرے دور دور تک پھیلے پڑے ہیں آپ صرف قریب کے سرے کو کیوں دیکھ رہے ہیں؟ ہندوستان کی پوری تاریخ پڑھئے ...... اپنے اکابر کی مکمل تاریخ دیکھئے ...... اور معلوم کیجئے کہ ہندو کا اصلی چہرہ کیا ہے؟ اگر زیادہ فرصت نہ ملے تو حضرت مولانا ظفر علی تھانوی رحمہ اللہ کی اعلاء السنن کے چند صفحے دیکھ ڈالئے آپ کو ہندو کی اصلیت معلوم ہو جائے گی ......

جہاد کشمیر کی حقیقت ان نوجوانوں سے پوچھئے جو خود کشمیر کی خونچکاں وادی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں ...... اور جنہوں نے اس مبارک ومعطر تحریک میں بنفس نفیس شرکت کی ہے ...... آج ایک خطرناک ''تماشا'' اس تحریک کی بربادی کے لئے کھیلا جا رہا ہے تاکہ برصغیر میں اسلام اور جہاد کی شمع کو بجھایا جا سکے۔

تماشے کا آغاز انڈیا کے بدلتے پینترے سے ہوا ...... وہ انڈیا جو گذشتہ دو سال سے ...... نہ بات کرنے پر تیار تھا اور نہ سننے پر ...... اچانک مذاکرات کا راگ الاپنے لگا ...... واجپائی کی طرف سے مذاکرات کا پیغام ''موسم'' دیکھ کر ...... اور ''حالات'' بھانپ کر کیا گیا ...... گرمیوں کے موسم میں کشمیر کے پہاڑ برف کی چادر اتار پھینکتے ہیں ...... وادیاں اپنے دامن کھول دیتی ہیں اور لوگ انگڑائیاں لے

کر کام کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ ان دنوں مجاہدین خوب گھومتے ہیں، سامان برابر کرتے ہیں، لوگوں سے ملتے ہیں اور اپنی تحریک کے لئے ایندھن جمع کرتے ہیں واجپائی کے فوجی تنگ ہیں، پریشان ہیں اور اپنی حکومت پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں ...... مذاکرات کا پتہ اس لئے پھینکا گیا تا کہ مجاہدین پر دباؤ بڑھ جائے اور انہیں وہ عوامی حمایت نہ ملے جو گرمیاں منانے کے لئے از حد ضروری ہوتی ہے۔ پھر آگے ایک خوفناک منصوبہ ہے...... جموں اور لداخ کا علاقہ انڈیا کو دے دیا جائے، پونچھ کا کچھ علاقہ پاکستان کے حوالے کیا جائے ...... جبکہ وادی کشمیر اقوام متحدہ یا کسی اور ملک کے تحت عالمی امن فورس کے سپرد کر دی جائے ...... کشمیر کی اس ''بندر بانٹ'' کے بعد پاکستان اور انڈیا کے درمیان جنگ بندی کا طویل المیعاد معاہدہ کرایا جائے ...... اس معاہدے کے فوراً بعد پاکستان سے کہا جائے...... اب تمہیں ایٹمی اسلحے کی ضرورت نہیں ...... وہ ہمارے حوالے کرو...... زیادہ فوج کی بھی ضرورت نہیں اسے بھی کم کرو...... پاکستان اگر ڈرتے ڈرتے عرض کرے کہ...... انڈیا سے بھی ایسا کرنے کا فرمائیں تو جواب دیا جائے کہ انڈیا کا بم اور اس کی فوج صرف تمہارے خلاف نہیں تھی ...... جبکہ تمہارا سب کچھ اسی کے خلاف تھا اب جبکہ جنگ کا امکان ختم ہو چکا ہے، تمہارے اسلحے اور فوج کا جواز بھی ختم ...... جبکہ انڈیا نے ابھی چین سے نمٹنا ہے اس کے بعد انڈیا کی پیٹھ پر ہاتھ رکھا جائے اور اس کے ذریعے سے چین کو برابر کیا جائے۔

یہ سب کچھ اس لئے ہو کہ دنیا میں صرف تین ''الف'' مضبوط رہیں امریکہ، انڈیا، اور اسرائیل ...... باقی سب ٹھپ ......

یہ سازش بہت پرانی ہے مگر اب ...... اس پر عمل کا وقت آ چکا ہے یا یہ کہا جائے کہ اس پر عمل کے لئے حالات سازگار ہو چکے ہیں ...... اب سوال یہ پیدا ہوتا

ہے کہ یہ منصوبہ کامیاب ہوگا یا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ اگر ہمیں اس کی کامیابی کا امکان نظر آتا تو ہم اسے تماشا کہنے کی جسارت نہ کرتے ...... یہ منصوبہ کیوں ناکام ہوگا اس کی وجوہات کو سمجھنے کے لئے چند موٹی موٹی باتیں سمجھنا ضروری ہیں۔

۱۔ دنیا میں وہ کچھ نہیں ہوتا جسے ''تین الف'' چاہتے ہوں بلکہ وہ کچھ ہوتا ہے جسے الف اللہ چاہتا ہے۔ ماضی اس پر گواہ اور حال اس پر شاہد ہے۔ مسلمان کافروں کی طاقت گنتے وقت اللہ تعالیٰ کی قوت و عظمت کو بھول جاتے ہیں ...... خدارا! صرف ان ستاروں اور سیاروں کی تعداد اور حجم معلوم کریں جنہیں اب تک سائنسدانوں نے دیکھ لیا ہے...... پھر اس ذات کی عظمت و قوت کا اندازہ لگائیں جس کے ہاں یہ سارے سیارے اور ستارے ایک ذرہ برابر حیثیت نہیں رکھتے۔

کاش انٹرنیٹ پر کوئی مسلمان ایک ایسی ویب سائٹ کھولے جس پر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی عظمت، قوت اور کبریائی کا تذکرہ ہو کیونکہ مسلمان بار بار اس حقیقت کو بھول جاتا ہے اسی لئے اسے ہر موقع پر یاد دلانا پڑتا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ موجود ہے''

معزز قارئین کو یاد ہوگا کہ افغانستان پر امریکی حملے کے آغاز میں ہم نے ''اللہ تعالیٰ موجود ہے'' کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا تھا الحمد للہ اس وقت اس مضمون کو بہت توجہ اور محبت سے پڑھا گیا اور کئی مسلمانوں نے اسے بڑی تعداد میں تقسیم بھی کیا۔ آج اسے دوبارہ پڑھئے آپ بھی بول اٹھیں گے کہ بے شک اللہ موجود ہے۔ کشمیر کے مقدس جہاد کے خلاف موجودہ سازش کے وقت بھی اسی اصلی سبق کو یاد کرنے کی ضرورت ہے۔

۲۔ پاکستان کے مسلمان کسی بھی حال میں ان شاء اللہ تحریک کشمیر، ایٹمی صلاحیت اور مضبوط فوج سے دستبردار نہیں ہوں گے۔ پاکستانی جانتے ہیں کہ ان چیزوں

سے دستبرداری انہیں غلامی کی اس ذلت میں جا دھکیلے گی جس کا شکار بنی اسرائیل کے لاکھوں افراد فرعون کے ہاتھوں رہے اور قرآن پاک نے اسے بدترین عذاب قرار دیا۔ اس سلسلے میں ضروری ہے کہ قوم کے شعور کو مزید بیدار کیا جائے۔

۳۔ انڈیا کے حکمرانوں میں اگر رتی برابر عقل موجود ہے تو وہ چین کے خلاف اس بری طرح استعمال ہونے کو گوارہ نہیں کریں گے کیونکہ وہ چین کے وزن اور چینی قوم کی فطرت کو جانتے ہیں۔

۴۔ کشمیر کی تحریک مجاہدین کے ہاتھ میں ہے اور مجاہدین بحمد اللہ آزاد ہیں، اگر کفر کی ساری طاقتیں مل کر بھی اس تحریک کو بالکل ختم کرنا چاہیں تو ایسا جلدی اور آسانی سے ممکن نہیں ہے...... بلکہ اس بات کا قوی امکان موجود ہے کہ اس تحریک کے ڈانڈے ہندوستان کے ساتھ دیگر صوبوں میں چلنے والی تحریکوں سے مل جائیں گے۔ تب...... بھیے کو...... دن میں تارے نظر آئیں گے...... کتنے؟ بہت سارے......

۵۔ اس منصوبے پر عمل کرانے والے خود بہت مصروف...... بلکہ مشغول بلکہ مبتلا ہیں ممکن ہے کچھ عرصہ بعد...... انشاء اللہ...... ان کے دانت سازش چبانے کے قابل ہی نہ رہیں۔

یہ پانچوں حقائق اپنی جگہ...... مگر دل جس چیز سے ڈر رہا ہے وہ اور ہے...... اللہ کرے ایسا نہ ہو...... اللہ تعالیٰ ہی ایسی خطرناک صورتحال سے بچا سکتا ہے...... ہندوستان اور اس کے سرپرست ممالک یہ طے کر چکے ہیں کہ مسلمانوں سے عبرتناک بدلہ لیا جائے...... اور وہ اس طرح کہ تحریک کشمیر...... جسے انڈیا چودہ سال کی انتھک اور خونی محنت کے باوجود ختم نہیں کر سکا...... اس تحریک کو پاکستان کے ذریعے ختم کرایا جائے......

جی ہاں! انڈیا جو جنگ ہار چکا ہے اب وہ یہ جنگ پاکستان سے لڑوانے کی تیاری کر رہا ہے...... یعنی پاکستان مجاہدین کے خلاف لڑے، انہیں مارے، پکڑے، ختم کرے اور انڈیا کے چانکیہ سیاستدان بھیانک قہقہوں کے ساتھ خوشیاں منائیں...... یقین جانیں دشمن ایسا ہی چاہتا ہے...... کیونکہ وہ اپنے ان نقصانات کا بدلہ لینا چاہتا ہے جو اسے اس تحریک نے پہنچائے ہیں...... وہ مسلمانوں کے خون سے دوسرے مسلمانوں کے ہاتھ رنگوانا چاہتا ہے...... اسلام دشمن کافر کے لئے اس سے زیادہ خوبصورت منظر اور کوئی نہیں ہوتا...... کیا واقعی ایسا ہوگا؟ کیا انڈین آرمی کے بعد اب اپنے لوگ مجاہدین کے سینے چھلنی کریں گے......

یا اللہ! ایسے دردناک منظر سے زمین کو محفوظ فرما...... ورنہ تیرے غضب کی آگ سے کون بچے گا...... مسلمان دعاء فرمائیں...... باصلاحیت لوگ کوشش کریں...... حکومت اپنے طرز عمل کو درست کرے...... اور مذاکرات کے میدان میں پھونک پھونک کر قدم رکھے...... عوام و خواص گناہ چھوڑ دیں...... ترک جہاد کا گناہ بھی اور دوسری نافرمانیاں بھی...... جہاد چھوڑنے کے وجہ سے ذلت کا مسلط ہونا یقینی ہے...... اس سے بڑی ذلت اور کیا ہوگی کہ مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو قتل کر کے مستقبل میں جہنم کا ایندھن بنے...... اور اپنے مسلمان بھائی کو گرفتار کر کے لعنت کا مستحق ہو......

یا اللہ! ہم سب مسلمانوں کی اس بدترین ذلت سے حفاظت فرما...... اس وقت یہی مسئلہ اہم ہے...... ارباب حل وعقد ضرور توجہ فرمائیں......

واجر کم علی اللّٰہ......

والسلام

محمد مسعود ازہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک مُفید سِلسلہ

ہمیں ان سات دنوں میں وہ کچھ ملا جو سالہا سال کی محنت سے بھی نہیں ملتا...... ہم اب الحمدللہ شعوری مسلمان بن گئے ہیں...... کاش یہ دورہ ہم بہت پہلے کر لیتے...... ہمیں جہاد اب سمجھ میں آیا ہے...... اس دورے نے ہمارے عقائد اور اعمال کی اصلاح کر دی ہے...... یہ اور ان سے ملتے جلتے تاثرات مجھے کل جمعہ کے دن خدام الاسلام کے بہاولپور مرکز میں سننے کو ملے...... ایک عالم دین فرما رہے تھے میرا واپس گھر جانے کو جی نہیں چاہتا کاش یہ دورہ بار بار ہو...... ایک جید عالم دین فرما رہے تھے اس دورے میں بہت مزہ آیا ہم نے بہت کچھ پایا اب انشاءاللہ اسے آگے پھیلائیں گے...... یہ پر کیف نشست تقریباً ایک گھنٹہ تک جاری رہی...... پہلے میرا مختصر سا بیان ہوا اس کے بعد میں نے شریک دورہ حضرات کو اپنے تاثرات بیان کرنے کی دعوت دی...... بس پھر کیا تھا ہر کسی نے جذبات کا دریا بہا دیا...... بعض کی آنکھیں نم تھیں اور بعض اپنے قلوب کے مکمل صاف ہونے کا اعلان کر رہے تھے۔

ایک ہفتہ قبل یہ سارے ساتھی جن میں اکثریت علماء کرام کی تھی بہاولپور مرکز میں ”دورہ اساسیہ“ کے لئے تشریف لائے۔ ان سب ساتھیوں کو ان سات

دنوں میں تہجد اور اذکار کا اہتمام نصیب ہوا...... پہلے دو دن مولانا قاری محمد صادق صاحب نے انہیں تاریخ اسلام نامی کتاب پڑھائی، سیرت کے موضوع پر یہ عمدہ کتاب مؤرخ اسلام شیخ القلم حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمہ اللہ کی تصنیف ہے...... قاری صاحب نے کتاب خوب محنت اور سوز سے پڑھائی...... جملہ شریک دورہ رفقاء نے قاری صاحب کی محنت کو قدر کی نگاہ سے دیکھا...... اور آخری دن کے تاثرات میں اسے برملا بیان کیا...... رفقاء کے بقول اس کتاب نے انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم...... اور آپ کے جہاد سے خوب خوب روشناس کرایا...... سیرت کا معطر علم انہیں نصیب ہوا...... حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ان مشکلات و تکالیف کا انہیں اندازہ ہوا جو انہوں نے دین کے راستے میں برداشت فرمائیں۔

قاری صاحب نے ان کے سامنے ان واقعات کا عملی نقشہ کھینچا تو سب کے عزائم مضبوط ہوئے...... اگلے دو دن...... تعلیم الجہاد جلد اول پڑھائی گئی...... یہ کتاب پڑھانے کی ذمہ داری مجھ پر ڈالی گئی...... میرے لئے خوشی اور سعادت کا موقع تھا کہ میں دور دراز علاقوں سے تشریف لانے والے علماء کرام کے سامنے کتاب کا مذاکرہ کر رہا تھا...... شرکاء دورہ حضرات نے نہایت توجہ اور اہتمام سے درس سنا اور خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا...... بندہ نے انہیں قرآن پاک کی آیات جہاد کی مکمل فہرست بھی لکھوا دی اور اہم موضوعات کا خلاصہ بھی عرض کر دیا...... دوسرے دن ایک نشست میں عقیدے پر مفصل بیان ہوا اس کے بعد احادیث جہاد یاد کرائی گئیں۔ الحمدللہ کئی رفقاء نے مکمل ”۴۱“ احادیث یاد کر لیں جبکہ بعض نے بیس اور بعض نے اس سے کم و بیش احادیث کو یاد کیا۔ وہ رات قابل دید تھی جب تنظیم میں اہم ذمہ داریاں سنبھالنے والے ساتھی رات کے دو بجے تک مسجد کے مختلف

کونوں میں جھوم جھوم کر...... سید المجاہدین حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے جہادی فرامین ...... محبت، محنت اور توجہ کے ساتھ یاد کر رہے تھے، اگلے دن جب احادیث سنی گئیں تو جماعت کے ایک مرکزی عہدیدار نے سب سے پہلے کھڑے ہو کر...... اکتالیس احادیث فرفر سنا دیں ...... سبحان اللہ ایک رات میں ان ساتھیوں کو کتنی بڑی نعمت نصیب ہو گئی ...... بے شک جماعت اور اجتماعیت مسلمانوں کی صلاحیتوں کو چار چاند لگا دیتی ہے...... جبکہ تفرقہ اور انتشار انسان کی خوبیوں کو چھپا دیتا ہے اور اس کی برائیوں کو ظاہر کر دیتا ہے...... کاش مسلمان جماعت کی برکات و ثمرات کو سمجھیں تو کبھی بھی ...... ایک بالشت برابر ...... جماعت سے نہ نکلیں۔

دورہ اساسیہ کے ابتدائی چار دنوں کی مختصر کارگزاری آپ نے سن لی ...... تمام رفقاء خوشی اور مسرت سے سرشار تھے۔ انہوں نے چار دن میں دو کتابیں پڑھ لیں ...... بلکہ خوب اچھی طرح سمجھ لیں ...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی معطر فرامین یاد کر لئے ...... تہجد کی لذت اجتماعی طور پر چکھ لی ...... ایک رات مجلس ذکر کا لطف بھی اٹھایا ...... عقیدہ اہلسنت والجماعت کے فضائل بھی مستحضر ہو گئے۔

اب ان کے پاس تین دن تھے۔ جبکہ ایک کتاب تعلیم الاسلام کا درس باقی تھا ...... چوتھے دن رات کے وقت ہمارے محبوب دینی و روحانی رہنما حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کے محبوب شاگرد ...... کئی مفید کتابوں کے مصنف ...... علم و تواضع کے پیکر حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب صادق آبادی ...... بہاولپور تشریف لے آئے ...... تیسری کتاب انہوں نے پڑھانی تھی رات کو شریک دورہ علماء کرام وطلبہ سے ان کا تعارف کرایا گیا۔ اگلے دن ان کا پر بہار سبق شروع ہوا۔ حضرت مفتی صاحب نے بقیہ ایام میں جم کر کتاب پڑھائی اور رفقاء کے سوالات کے جوابات دیئے ...... انہوں نے اذان، اقامت اور نماز کی

ادائیگی کی عملی مشق کرائی جس سے شرکاء دورہ کو بے حد فائدہ پہنچا ...... اللہ تبارک و تعالیٰ نے علم فقہ میں مفتی صاحب کو قابل قدر مہارت عطا فرمائی ہے۔ طلبہ نے اس مہارت سے بھرپور استفادہ کیا اور حضرت مفتی صاحب کو خوب تھکایا ...... آپ کے جامع دروس کا یہ سلسلہ جمعہ کے دن صبح آٹھ بجے تک جاری رہا ...... کئی علماء کرام کا کہنا تھا کہ ہمیں اس سبق سے بہت فائدہ پہنچا ...... ہمارا علمی ذوق بیدار ہوا اور ہم نے زندگی میں پہلی بار اپنی نماز کو سنت کے مطابق درست کرنے کا موقع پایا ......

دورہ کے آخری دن جمعۃ المبارک کی نماز کے بعد آخری نشست ہوئی ...... اس نشست کے بعض تاثرات آپ کالم کے آغاز میں پڑھ چکے ہیں ...... دعا کے ساتھ اس مبارک مجلس اور اس بابرکت دورے کا اختتام ہوا ...... پھر وہی مصافحہ، معانقہ اور جدائی ...... دنیا دار الفراق ہے اللہ تعالیٰ اس بات کا یقین ...... ہماری کیفیت بنا دے اب الحمدللہ اس دورے کا باقاعدہ آغاز ہو چکا ہے آپ شمشیر کے اسی شمارے میں دورے کی جملہ تفاصیل پڑھ لیں گے ...... اپنے رفقاء کے پیہم اصرار ...... دعاؤں اور استخارے کے بعد مجاہدین کی علمی رہنمائی کے لئے اس دورے کو متعارف کرایا گیا ہے۔ کتابوں کے انتخاب میں دین اسلام کی جامعیت اور کمال مد نظر رہا ...... اسلاف میں سے کسی کا قول ہے کہ اصلاح نفس کے لئے سیرت کا علم اور مطالعہ ...... نسخہ اکسیر ہے، اسی قول کو سامنے رکھتے ہوئے ...... ''تاریخ اسلام'' کا انتخاب ہوا ...... فقہ، قرآن وسنت کی تفسیر وتشریح کا نام ہے اسی لئے عقائد وفقہ پر مشتمل کتاب ''تعلیم الاسلام'' کو چنا گیا ...... یہ کتاب خود ایک ...... علم ...... ہے اور اگر اسے کسی باقاعدہ عالم ومفتی سے پڑھا جائے تو دین وشریعت سے اجنبیت ختم ہو جاتی ہے ...... ''تعلیم الجہاد'' میں جہاد کا جامع تذکرہ ہے ...... جہاد کے بغیر دین مکمل نہیں ہو سکتا ...... جہاد کے بغیر قرآن پاک مکمل نہیں ہوتا جہاد کے بغیر حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مکمل نہیں ہوتی ...... اسی لئے پورا دین سمجھانے کی خاطر ...... اس کتاب کو شامل نصاب کیا گیا ہے ...... بندہ نے یہ انتخاب اپنے رفقاء کے سامنے رکھا تو انہوں نے پسند فرمایا ...... عام افراد کے لئے اس کی مدت تعلیم ایک ماہ اور علماء کرام کے لئے ایک ہفتہ رکھی گئی ہے ...... خدام الاسلام کی عاملہ نے اس نصاب، اس کے طریقہ کار اور اس کے التزامات کی باقاعدہ منظوری دی ہے ...... تجربہ کے طور پر سب سے پہلے دس غیر عالم ساتھیوں کو یہ نصاب پڑھایا گیا ...... ایک ماہ بعد جب ان کا امتحان لیا گیا تو مجھے بے حد خوشگوار حیرت ہوئی ۔ یہ دس ساتھی خوشی سے رو رہے تھے اور بار بار شکریہ ادا کر رہے تھے ۔ وہ جب آئے تھے تو دین سے بے بہرہ تھے مگر ایک ماہ کے اندر ...... ان کا کلمہ درست ہوا ...... وضو، اذان، اقامت اور نماز درست ہوئی ...... سینکڑوں مسائل یاد ہوئے ...... عقیدے کے بارے میں ذہن پختہ ہوا ...... بدعت والحاد کے معنی معلوم ہوئے ...... اور ان دونوں خباثتوں سے نفرت ہوئی ...... طہارت، نماز، زکوۃ، صدقہ فطر، روزے اور تیمم کے احکامات یاد ہوئے ۔ جہاد کے متعلق ...... جامع علم نصیب ہوا ...... جہادی احادیث اور اصطلاحات یاد ہوئیں ...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب، خاندان، بچپن، جوانی، دعوت، نبوت اور غزوات کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل ہوئیں ...... سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خوبصورت باغ کی سیر کا شرف ملا ...... حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی بلند مرتبہ ہستیوں سے تعارف ہوا ...... ایک ماہ پابندی سے جہادی پہرے اور رات کے قیام کی توفیق ملی اور اس کے علاوہ بہت کچھ حاصل ہوا ...... پہلے تجربے کی کامیابی کے بعد دس مزید رفقاء کو یہ نصاب پڑھایا گیا ...... اس بار بھی الحمدللہ نتائج توقع سے بہتر تھے ...... اس ترتیب پر اللہ تعالیٰ کی نصرت کی بوچھاڑ دیکھ کر ...... ارادہ کیا گیا کہ یہ نصاب پڑھانے والے

علماء ...... مدرسین ...... تیار کئے جائیں ۔ چنانچہ سرحد، پنجاب، سندھ اور بلوچستان سے علماء کرام کو دعوت دی گئی ۔

ان حضرات نے سات دن تک دینی وعلمی ماحول میں رہ کر یہ دورہ مکمل کیا ہے ۔ اب الحمدللہ ہمارے پاس مدرسین کی ایک کھیپ تیار ہو چکی ہے ...... کچھ عرصے بعد پورے ملک میں عوام الناس کے لئے ...... انشاء اللہ ...... اس ترتیب کو جاری کر دیا جائے گا ...... اسی طرح علماء کرام کے لئے بھی انشاء اللہ ...... ہر دو یا تین ماہ کے بعد سات دن کا ''دورہ'' رکھا جائے گا ...... جو علماء کرام اس میں شرکت فرمانا چاہیں ...... براہ راست بہاولپور مرکز ...... یا ...... خدام الاسلام کے صوبائی منتظمین حضرات سے رابطہ فرمائیں ...... اور جو مسلمان مجموعی طور پر ایک ماہ میں یہ نعمت حاصل کرنا چاہیں ...... وہ بھی خط لکھ کر رابطہ فرمائیں ......

والسلام

محمد مسعود ازہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شکریہ!

اے اہلِ پشاور

اہلِ پشاور کافی عرصہ سے دعوت دے رہے تھے...... مگر عجیب اتفاق کہ صوبہ سرحد کے دور دراز علاقوں میں کئی بار اجتماعات ہوئے...... مگر پشاور ہمیشہ آنے جانے کا رستہ بنا رہا...... اس مرتبہ پشاور کے لئے جمعۃ المبارک طے ہوا تو مختلف اندازے لگائے جا رہے تھے...... پھر ایک دن پہلے تیمر گرہ کا اجتماع...... الحمدللہ...... بہت ٹھاٹھ والا ہوا۔ حضرات اکابر، مشائخ، علماء...... اور غیرت مند مسلمانوں نے بھرپور شرکت فرمائی۔ پشتو اور اردو نظموں اور گرجدار نعروں نے فضا کو گرما دیا...... لوگ دور دور سے آئے تھے...... یہاں تک کہ چترال تک سے بھی...... تیمر گرہ کے منتظم صاحب اور ان کے کارکنوں نے بہت خوب انتظامات کئے تھے...... چنانچہ مجمع زیادہ ہونے کے باوجود کوئی افراتفری یا...... دھکم پیل نہیں ہوئی...... الحمدللہ ہزاروں افراد کے اس مبارک اجتماع کے سامنے قرآن پاک کا جہادی پیغام بیان ہوا۔ پھر کئی علماء کرام سے انفرادی ملاقاتیں ہوئیں۔ عصر کے بعد کارکنوں کا جوڑ بھی خوب رہا...... کیا پشاوری احباب نے بھی ایسی ہی محنت کی ہوگی؟ یہ سوال تیمر گرہ کے اجتماع

کے دوران بار بار اٹھ رہا تھا۔ جمعہ کے دن ہم مردان سے پشاور روانہ ہوئے تو راستے میں یہ خبر آتی رہی کہ سخت گرمی کے باوجود پشاور کی تاریخی...... پتین مسجد...... ہر طرف سے بھر چکی ہے...... اہلِ پشاور دیدۂ دل فرشِ راہ مجاہدین کا انتظار کر رہے ہیں...... بس جلدی پہنچیں...... ہم تقریباً پونے ایک بجے پتین جماعت پہنچے تو پشاور کے غیور مسلمانوں کا جمِ غفیر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ یقیناً وہ منظر بہت متاثر کن تھا جب اہلِ پشاور فلک شگاف نعروں سے جہاد کا نام بلند کر رہے تھے۔ مجمع کے ایمانی جذبات دیکھ کر دل اہلِ پشاور کی محبت سے لبریز ہوگیا...... اور کئی آنکھیں چھلک پڑیں...... جہاد کے خلاف خارجی اور داخلی طوفانِ بدتمیزی کے دوران...... ایسا اجتماع...... ایسے جذبات اور ایسے مناظر، اللہ اکبر کبیرا...... بے شک...... اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ دو بجے تک یہ روحانی، ایمانی...... اور جہادی اجتماع پوری آب و تاب کے ساتھ جاری رہا۔ پشاور نے پہلے بھی مجاہدین کے لئے اپنا سینہ کھلا رکھا تھا اور اب بھی پشاور والوں کے جذبے سرد نہیں پڑے۔ مجھے وہ دن اچھی طرح یاد ہیں جب پشاور والوں نے ساری دنیا کی دشمنی مول لے کر اہلِ ہجرت اور اہلِ جہاد کو خوش آمدید کہا تھا۔ کون بھولے گا ڈاکٹر عبداللہ عزام شہید کے جہادی زمزموں کو...... ان کا مکتب الخدمات اسی شہر میں سرگرم رہا اور پشاور والوں نے ان پر اپنی محبت اور مہمان نوازی دل و جان سے نچھاور کی۔ ڈاکٹر صاحب بڑے آدمی تھے انہیں پشاور ایسا پسند آیا کہ یہیں کے ہو رہے...... اپنے دو جوان بیٹوں کے ساتھ اسی سرزمین پر جام شہادت نوش فرمایا اور یہیں خاک کی چادر اوڑھ کر حیاتِ شہداء کی بلندیوں میں محو پرواز ہوگئے...... میں نے اسی پشاور کی سرزمین پر مکتب الانصار دیکھا۔ افغان جہاد کے دوران پوری دنیا کی خوش نصیب...... بلند قسمت اور حسین ترین روحیں مکتب الانصار کی طرف کھنچی چلی آتی تھیں...... کس کس کا تذکرہ کیا جائے؟ مکتب الانصار

کے منور چہرے اب بھی یاد آتے ہیں تو دل اس دنیا سے اپنا تعلق توڑنے لگتا ہے۔شیخ اسامہ بن لادن اسی مکتب میں بیٹھ کر درس ایمان دیا کرتے تھے......ابوحفص شہید یہیں سے اسلامی دنیا کے شہبازوں کو اٹھایا کرتے تھے......ابوعبیدہ شہید کی مسکراہٹیں اور ابویاسر شہید کی دلنوازیاں ......کون ہے جو بھلا سکے......واہ پشاور تیری قسمت کہ تو نے زمانے کی بہترین ہستیوں کو راحت پہنچائی اور تیری زمین ان کے لیے سجدوں کی گواہ بنی ......یہی پشاور ہے جہاں سے شیخ تمیم عدنانی کی تقاریر نے عالم اسلام میں غیرت کی سانس بحال کی ......اسی پشاور میں مولانا جلال الدین حقانی اپنی پیشانی پر سجدوں کے نشان لئے سکون کے ساتھ سوویت سامراج کی جڑیں کاٹتے پھرتے تھے ......اور بھی بہت سارے مجاہدین، بہت سارے اولیاء صدیقین، بہت سارے وقت کے قطب ابدال پشاور میں ڈیرے جما کر بیٹھے رہے......مگر پشاور کا سینہ تنگ نہیں ہوا۔

کہاں سوویت یونین کی طاقت......اس کا اسلحہ......اور اس کے ایٹی اثاثے اور کہاں پشاور کا یہ چھوٹا سا شہر......مگر پشاور میں بننے والی عبوری حکومتیں ......سوویت یونین تو کیا ساری دنیا کے کفر کو لرزہ براندام کر دیتی تھیں ......مگر کوئی بھی پشاور کی طرف ٹیڑھی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت نہیں کرتا تھا...... یہ شہر مجاہدین کا دارالامن بنا رہا وہ یہاں امن وسکون کے ساتھ بیٹھ کر جنگوں کی کمان کرتے رہے اور کفر کی گردن ناپتے رہے۔

اس پورے عرصے میں......کچھ بری وبائیں بھی اس شہر میں پھیلانے کی کوشش کی گئی......ایک زمانے میں عرب مجاہدین پر یہاں کی زمین تنگ کرنے کا پروگرام بھی شروع ہوا۔مگر یہ سب کچھ عارضی تھا...... جبکہ اہل پشاور کی دین سے محبت......اور جہاد سے عشق دائمی اور ناقابل زوال ہے......جمعۃ المبارک کے بعد اگلی

نشست ”پریس کلب“ میں تھی ......مجاہدین کو ویسے ہی پریس کلبوں کے ساتھ کوئی خاص نسبت نہیں ہے یہ تو مسجدوں کے لوگ ہیں......اللہ تعالیٰ انہیں مساجد سے ہی جوڑے رکھے...... چنانچہ مسجد کا اجتماع خوب رہا جبکہ پریس کلب والی نشست پر حکومت نے پابندی عائد کر دی......مقامی ساتھیوں نے ہر طرح سے اس پابندی کو ہٹانے کی کوشش کی ......مگر بے سود......حکومت کے باوردی......اور بے وردی افراد مصر تھے کہ پاک سرزمین پر یہ پروگرام نہیں ہو سکتا...... کیونکہ......دنیا کو اگر یہ پتا چل گیا کہ پاکستان میں اب بھی ...... اللہ تعالیٰ کا جہاد والا حکم ......کھلم کھلا بیان کیا جاتا ہے تو وہ ناراض ہو جائے گی......ہم پر پابندیاں لگائے گی اور ممکن ہے ہم پر حملہ بھی کر دے۔

کافی تگ ودو کے بعد جب حکومت راضی نہ ہوئی تو مشورے کے ساتھ یہ نشست منسوخ کر دی گئی۔ہمارے انتہائی معزز، محترم اور ہر دلعزیز...... بزرگ میزبانوں نے ماحول کی تلخی اور پابندی کی کڑواہٹ دور کرنے کے لئے نمک منڈی کا مشہور کڑاہی گوشت تیار کروا لیا، ہم نے عرب ممالک میں دعوتوں کے دوران وہ بڑے تھال کئی مرتبہ دیکھے ہیں جن میں سالم بکرا چاولوں پر تشریف فرما ہوتا ہے...... مگر اتنی بڑی کڑاہی......جس میں پانچ کلو گوشت......لقمہ بننے کے لئے تیار ہو...... پہلی مرتبہ اپنے سامنے دیکھی ...... غالباً...... یہ سرکاری پابندی کی برکت تھی......اللہ تعالیٰ اہل پشاور پر خصوصی برکات نازل فرمائے......اور ان کو اپنے دین کی مقبول محنت اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے قبول فرمائے۔رات کو ہم نے پشاور سے کوچ کیا تو......بہت ساری اچھی یادیں ساتھ تھیں......شکریہ اے اہل پشاور!

والسلام

محمد مسعود ازہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن مجید کی آیاتِ جہاد

چند دن پہلے بعض اکابر علماء کرام کی خدمت میں حاضری ہوئی وہاں مردان کے دورۂ تفسیر کا ذکر چھڑ گیا ۔ بندہ نے بتایا کہ یکم محرم الحرام ۱۴۴۴ھ سے ۵ محرم تک ’’دورۂ تفسیر آیات الجہاد‘‘ کے عنوان سے یہ دورہ منعقد ہوا تھا ۔

الحمد للہ...... کئی ہزار افراد نے اس میں پورے ذوق وشوق کے ساتھ شرکت فرمائی ...... دورہ کے اختتام پر آٹھ سو سے زائد طلبہ کو سند بھی جاری کی گئی ...... اس پانچ روزہ دورۂ تفسیر میں ...... اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل وکرم اور اس کی بے پایاں رحمت کے طفیل ...... قرآن مجید کی ...... چار سو چوراسی ...... مدنی آیات جہاد کا مکمل بیان ہوا ...... اور اگر سورۂ نحل کی آیت نمبر ۱۱۰ کو بھی (اکثر مفسرین کے قول کے مطابق) مدنی مان لیا جائے تو قرآن پاک کی کل آیات جہاد وقتال چار سو پچاسی ۴۸۵ ہو جاتی ہیں ۔ مجلس میں موجود ایک عالم دین نے مشورہ عنایت فرمایا کہ اس دورے کا عنوان ’’آیات الجہاد‘‘ کی بجائے قرآن پاک کی کسی سورۃ کے نام پر رکھا جائے ۔ پھر اس سورۃ کے ضمن میں جملہ آیات جہاد کو بیان کر دیا جائے ...... فقیہ العصر یادگار اسلاف حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب زید مجدھم نے یہ مشورہ سن کر ارشاد فرمایا کہ چونکہ آج کل زور وشور سے آیات جہاد کے خلاف مہم چل رہی ہے اس لئے ’’آیات الجہاد‘‘ کا عنوان ہی زیادہ مفید اور بہتر ہے ۔ حضرت اقدس دامت برکاتہم کی تحسین وتصدیق سے دل کو بہت سکون نصیب ہوا ۔

فجزاہ اللہ احسن الجزاء فی الدارین ۔

اسی مجلس میں یہ تقاضا بھی سامنے آیا کہ ان آیات کی فہرست فوری طور پر شائع کر دی جائے تاکہ علماء کرام اور عوام سب کی توجہ ادھر ہو جائے ...... چونکہ بہت تیزی کے ساتھ یہود ونصاریٰ اور منافقین نے جہاد کے خلاف کام شروع کر دیا ہے اور مسلمان ان کے منفی الزامات سے متاثر ہو سکتے ہیں اس لئے جہاد کو قرآن پاک کے ذریعے اجاگر کیا جائے تاکہ مسلمانوں کا جہاد کے بارے میں عقیدہ اور نظریہ پختہ ہو جائے ...... اور انہیں کامل یقین ہو جائے کہ جہاد وقتال اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور یہ حکم قرآن پاک کی سینکڑوں آیات میں موجود ہے ۔ اس مبارک مجلس سے پہلے بندہ کا ارادہ تھا کہ ان آیات جہاد کی مختصر تشریح لکھ کر تعلیم الجہاد جلد دوم کے طور پر انہیں شائع کیا جائے ۔ اس ارادے کی تکمیل کے لئے ...... الحمد للہ کافی سامان مہیا کیا جا چکا ہے مگر بے ہنگم مشاغل کی کثرت میں ...... اس کام کے لئے وقت نکالنا مشکل ہو رہا ہے ...... قارئین سے گزارش ہے کہ وہ اس مبارک کام کی تکمیل کے لئے خصوصی دعا فرما دیں ...... بندہ کی کئی کتابیں ابھی تشنۂ تکمیل ہیں ...... تین کتابیں صرف نظر ثانی کے انتظار میں رکھی ہوئی ہیں جبکہ بعض کتابوں کا مواد ذہن میں بکھرا ہوا ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اس سے دعا کرتا ہوں کہ وہ عافیت کے ساتھ ...... وہ تمام کام پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق مرحمت فرما دے ...... جو امت مسلمہ کے لئے مفید اور میری آخرت کے لئے نفع مند ہوں ۔

آیات جہاد کی تفسیر کا کام معلوم نہیں کب مکمل ہوگا ...... اس مجلس کے بعد یہ ارادہ ہوا کہ اس کالم میں آیات جہاد کی فہرست اور دیگر مختصر وضروری چیزیں شائع

کردی جائیں تا کہ ایک امانت مسلمانوں تک پہنچ جائے اور انہیں پورے شرح صدر کے ساتھ معلوم ہو جائے کہ جہاد و قتال کس قدر اہم اسلامی فریضہ ہے...... بندہ کی تالیف تعلیم الجہاد پڑھنے والوں کو یاد ہوگا کہ اس کتاب کے چوتھے حصے میں بندہ نے قرآن پاک کی چارسوگیارہ آیات جہاد کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ ترجمے کے ساتھ کہیں کہیں مختصر تشریح بھی عرض کی گئی ہے...... چارسوگیارہ آیات کا یہ مجموعہ ۱۹۹۶ء تہاڑ جیل دہلی میں مرتب کیا گیا تھا...... وہاں بندہ کے پاس تفاسیر موجود نہیں تھیں اس لئے ظاہری طور پر جن آیات کا جہاد و قتال سے تعلق واضح نظر آیا انہیں اس مجموعہ میں شامل کرلیا گیا۔ پھر نظر ثانی کے بعد ان آیات کی تعداد میں اضافہ ہوا اور یہ تعداد چارسوسولہ تک جا پہنچی۔ حالیہ نظر بندی کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے مکمل آیات جہاد کا دورۂ تفسیر پڑھانے کی توفیق مرحمت فرمائی تو...... الحمدللہ...... میرے پاس اکثر مشہور و معتبر تفاسیر موجود تھیں...... ان تفاسیر کے مطالعے کے بعد...... معلوم ہوا کہ آیات جہاد کی تعداد چارسوسولہ سے کہیں زیادہ ہے...... چنانچہ اب تک چارسو چوراسی آیات کا انتخاب کیا جاچکا ہے...... دورۂ تفسیر کے دوران علماء کرام کی خدمت میں یہ بات بھی عرض کی گئی تھی کہ ۴۸۴ آیات کی یہ تعداد...... حتمی نہیں ہے...... بلکہ اگر آپ ان آیات پر غور فرمائیں جن میں منافقین کے احوال درج ہیں...... یا جن میں کفار کے ساتھ عدم ولاء...... اور براءۃ کا حکم ہے تو مزید کئی آیات کا تعلق فریضہ جہاد سے نکل سکتا ہے......

علماء کرام اگر اس موضوع پر محنت فرمائیں گے تو انشاء اللہ اسلام کا یہ اہم فریضہ پوری طرح سے امت کے سامنے واضح ہو جائے گا اور سینکڑوں قرآنی آیات کی موجودگی میں کوئی بھی اسے دہشت گردی قرار نہیں دے سکے گا اور نہ ہی کسی مسلمان کو اس فریضے کے انکار کی جرأت ہوگی اور نہ ہی کوئی کلمہ گو اس کی مخالفت کا گناہ کرے

گا...... الحمدللہ مردان کے دورۂ تفسیر کی کیسٹیں ہزاروں کی تعداد میں پھیل چکی ہیں اور دورہ پڑھنے والے کئی علماء کرام نے اطلاع دی ہے کہ وہ بھی الحمدللہ...... مسلمانوں کو آیات جہاد کا باقاعدگی سے درس دے رہے ہیں اور طلبہ کو جہادی آیات کی فہرستیں لکھوا رہے ہیں...... ادھر یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ کئی جید علماء کرام اس دورۂ تفسیر کی کیسٹوں کو لکھ رہے ہیں اور وہ اس موضوع پر مستقل تصانیف کا ارادہ رکھتے ہیں۔

الحمد للہ و ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم......

الحمدللہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات......

آیئے! اب ایک نظر قرآن پاک کی آیات جہاد پر ڈالتے ہیں۔

مدنی سورتوں میں ایک جائزے کے مطابق کل آیات جہاد......۴۸۴ ہیں

وہ سورتیں جن میں آیات جہاد موجود ہیں

البقرہ......آل عمران......النساء......المائدہ......الانفال......التوبہ......
الحج......النور......الاحزاب......محمد (القتال)......الفتح......الحجرات......الحدید......
المجادلہ......الحشر......الممتحنہ......الصف......التحریم......العادیات......النصر......

(یعنی قرآن پاک کی بیس سورتوں میں اس فریضے کا مفصل بیان ملتا ہے)

وہ سورتیں جن میں جہاد کی طرف اشارات ملتے ہیں

البقرہ......آل عمران......المائدہ

قرآن پاک میں عمومی طور پر جہاد کا موضوع ان دس عنوانات کے تحت ملتا ہے

(۱) اجازت وفرضیت جہاد۔ (۲) احکام جہاد۔ (۳) قصص جہاد۔ (۴) جہاد اور

مجاہدین کے فضائل نیز شہداء کرام کے فضائل۔(۵)اصول و قواعد جنگ۔ (۶)جان و مال سے جہاد کی ترغیبات۔(۷)ترک جہاد پر وعیدیں۔(۸) منافقین کی جہاد سے پہلوتہی۔(۹)جہاد کی تیاری۔(۱۰)جہاد میں مال خرچ کرنے کے الگ فضائل۔

وہ غزوات وسرایا جن کا تذکرہ قرآن پاک میں موجود ہے

(۱) سریہ ابن جحش رضی اللہ عنہ۔(۲)غزوہ بدر۔(۳)غزوہ بنی قینقاع۔(۴)غزوہ احد۔(۵)غزوہ حمراء الاسد۔(۶)غزوہ بدر(صغریٰ)۔ (۷)غزوہ خندق (احزاب)۔(۸)غزوہ بنی قریظہ۔(۹)غزوہ حدیبیہ۔ (۱۰)فتح مکہ۔(۱۱)غزوہ خیبر۔(۱۲)غزوہ تبوک۔(۱۳)غزوہ حنین۔ (۱۴)غزوہ طائف۔(۱۵)غزوہ بنی نضیر۔

یہ پندرہ معرکے اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ قتال اسلامی فریضہ اور عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑائی اور جنگ کرنا انبیاء علیہم السلام کا کام ہے......نیز یہ غزوات جہاد کے شرعی معنیٰ کو بھی متعین کرتے ہیں

جہاد کی شرائط

(۱)مسلمان ہونا۔(۲)مرد ہونا۔(۳)آزاد ہونا۔(۴)عاقل ہونا۔
(۵)بالغ ہونا۔(۶)استطاعت کا ہونا (معذور پر فرض نہیں)

(فرض عین ہونے کی صورت میں احکام مختلف ہیں اور جہاد چار صورتوں میں فرض عین ہو جاتا ہے)

جہاد کے اہداف

قرآن پاک نے جہاد کے تین اہداف بیان فرمائے ہیں:

(۱)۔اسلام کی دعوت محفوظ و غالب ہو جائے۔

(۲)۔مستضعفین کی نصرت، یعنی مغلوب اور کمزور مسلمانوں کی مدد و حفاظت۔

(۳)۔رَدُّ الْعُدْوَان، یعنی اس طاقت کو توڑنا جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سرکشی کر سکتی ہو۔

جہاد کی فرضیت کے دلائل

قرآن پاک کی درج ذیل آیات میں قتال کی فرضیت کا مسئلہ بیان ہوا ہے:

(۱) سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۱۶، ۲۵۱، ۲۹۰، ۲۴۴

(۲) سورۃ التوبہ آیت نمبر ۵، ۲۹، ۳۶، ۳۸، ۴۱

(۳) سورۃ الحج آیت نمبر ۴۰

(۴) سورۃ محمد آیت نمبر ۴

اب ایک ایک سورۃ پر مختصر نظر ڈالتے ہیں:

البقرہ

سورۃ البقرۃ مدنی سورۃ ہے اس میں کل دو سو چھیاسی آیات ہیں، اس سورۃ میں آیات جہاد ۳۲ ہیں......اس میں جہاد کے متعلق ۴ اہم مباحث ہیں۔

(۱)فرضیت جہاد۔(۲)حکمت جہاد۔(۳)اہمیت اطاعت امیر (۴)فدائی حملہ

اس سورۃ مبارکہ میں سریہ ابن جحشؓ......صلح حدیبیہ اور شہداء بدر کا تذکرہ ہے۔

وہ ۳۲ آیات جن میں جہاد و قتال کا بیان ہے، یہ ہیں: ۱۰۹۔۱۱۴۔ ۱۵۳۔۱۵۴۔۱۵۵۔۱۵۶۔۱۵۷۔۱۷۷۔۱۹۰۔۱۹۱۔۱۹۲۔۱۹۳۔۱۹۴۔۱۹۵۔

۲۰۷۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔
۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۴۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۷۳۔ ۲۸۶۔

نیز سورۃ بقرہ کی درج ذیل پانچ آیات میں جہاد کی طرف اشارات موجود ہیں:

۵۸۔ ۵۹۔ ۸۹۔ ۲۱۴۔

ال عمران

ال عمران مدنی سورۃ ہے اس میں کل دوسو آیتیں ہیں۔ اس سورۃ مبارکہ میں آیات جہاد کی تعداد ۵۷ ہے۔ ان آیات میں جہاد کی کئی مباحث کا بیان ہے، خصوصاً ان تین موضوعات کا مفصل بیان ملتا ہے: (۱) کافروں سے تعلقات کی نوعیت۔ (۲) شکست سہنے اور پھر سنبھلنے کا طریقہ۔ (۳) رباط...... اس سورۃ میں غزوہ احد اور غزوہ حمراء الاسد کا تذکرہ ملتا ہے اور غزوہ احد کے ضمن میں غزوہ بدر کا تذکرہ بھی موجود ہے۔

سورۃ ال عمران کی ۵۷ آیات جہاد کی فہرست یہ ہے:

۱۲۔ ۱۳۔ ۲۸۔ ۱۱۰ تا ۱۱۲۔ ۱۱۸ تا ۱۲۹۔ ۱۳۹ تا ۱۷۵۔ ۱۹۵۔

نیز سورۃ ال عمران کی درج ذیل چودہ آیات میں جہاد کی طرف اشارات ملتے ہیں:

۱۹۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۸۱۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔
۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔

النساء

النساء، مدنی سورۃ ہے اس میں کل ایک سو چھہتر آیتیں ہیں۔ اس مبارک

سورۃ میں ۱۴۱ آیات جہاد ہیں۔ ان آیات میں جہاد کے متعلق یہ پانچ بحثیں خصوصی طور پر ملتی ہیں: (۱) مظلوموں کے لئے قتال۔ (۲) مجاہدین کی قاعدین (گھر بیٹھنے والوں) پر فضیلت۔ (۳) بے بسی کو مجبوری بنا کر جہاد سے رکنے والوں کا انجام۔ (۴) نفاق اور ترک جہاد کی اہم وجہ عزت کا شوق۔ (۵) کافروں کی جنگ اور یلغار روکنے کا الٰہی طریقہ...... اس سورۃ میں غزوہ حمراء الاسد یا بدر صغریٰ کا تذکرہ موجود ہے۔

سورہ نساء کی ۱۴۱ آیات جہاد درج ذیل ہیں:

۶۹ تا ۸۴۔ ۸۸ تا ۹۱۔ ۹۴ تا ۱۰۴۔ ۱۳۸۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔

المائدۃ

المائدۃ مدنی سورۃ ہے اس میں کل ایک سو بیس آیتیں ہیں۔ اس سورۃ مبارکہ میں آیات جہاد کی تعداد ۲۰ ہے۔ ان آیات میں خصوصی طور پر دو اہم بحثیں ہیں (۱) حزب اللہ کون؟ (۲) دشمنوں کے درجات۔ اس سورۃ میں فتح مکہ کے دن کا تذکرہ ہے۔

سورۃ المائدۃ کی ۲۰ آیات جہاد یہ ہیں:

۲۔ ۳۔ ۱۱ تا ۱۳۔ ۲۰ تا ۲۶۔ ۳۵۔ ۵۱ تا ۵۶۔ ۸۲۔

نیز سورۃ المائدۃ کی درج ذیل آٹھ آیات میں جہاد کی طرف اشارات موجود ہیں۔

۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۲۶۔ ۶۳۔ ۶۷۔

الانفال

الانفال مدنی سورۃ ہے اس میں کل پچھتر آیتیں ہیں، اس سورۃ مبارکہ میں آیات جہاد کی تعداد ۵۷ ہے۔ ان آیات میں دو اہم مسئلے بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) اقدامی جہاد۔ (۲) غنیمت کی حلت۔ اس بابرکت سورۃ میں غزوہ بدر کا مفصل بیان ملتا ہے۔

اس سورۃ کا دوسرا نام سورۃ البدر ہے اس سورۃ مبارکہ میں جہاد کے ۲۰ فوائد، مجاہدین کے ۲۵/ اوصاف اور ۱۵/ جنگی قوانین بیان کئے گئے ہیں۔

(۲۰) فوائد جہاد

(۱) انسان کو حق کا رستہ عطا ہوتا ہے۔ آیت ۵۔ (۲) اسلام کو ایسا غلبہ عطا ہوتا ہے جس کو کافر بھی تسلیم کرتے ہیں۔ آیت ۸۔ (۳) انسانوں کی فرشتوں سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ آیت ۹، ۱۰۔ (۴) اللہ تعالیٰ خرق عادت چیزوں سے نصرت فرماتے ہیں۔ آیت ۱۱۔ (۵) اللہ تعالیٰ کی محبت اور قرب نصیب ہوتا ہے۔ آیت ۱۷۔ (۶) انسان کو زندگی نصیب ہوتی ہے۔ آیت ۲۴۔ (۷) جہاد کی برکت سے اللہ تعالیٰ پاکیزہ روزی اور ٹھکانہ دیتے ہیں۔ آیت ۲۶، ۷۴۔ (۸) اللہ تعالیٰ گناہ معاف فرماتے ہیں۔ آیت ۲۹۔ (۹) اللہ تعالیٰ مجاہد کو قوت فیصلہ اور عقل دیتے ہیں۔ آیت ۲۹۔ (۱۰) کافروں کو شدید مالی نقصان ہوتا ہے (دیوالیہ ہو جاتے ہیں)۔ آیت ۳۶۔ (۱۱) حق اور باطل الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ آیت ۳۷۔ (۱۲) کافروں کی طاقت ٹوٹ جاتی ہے۔ آیت ۳۹۔ (۱۳) جہاد کی وجہ سے مال غنیمت ملتا ہے۔ آیت ۴۱۔ (۱۴) کافروں پر حجت تام ہو جاتی ہے۔ آیت ۴۲۔ (۱۵) مسلمانوں کو اللہ کی طرف سے خاص خاص بشارتیں نصیب ہوتی ہیں۔ آیت ۴۳۔ (۱۶) ترقی اور کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ آیت ۴۵۔ (۱۷) کافروں پر مسلمانوں کا رعب بیٹھ جاتا ہے۔ آیت ۶۰۔ (۱۸) مسلمانوں میں اتحاد اور جوڑ پیدا ہوتا ہے۔ آیت ۶۳۔ (۱۹) اللہ تعالیٰ قوت کو بڑھا دیتے ہیں۔ آیت ۶۵۔ (۲۰) ایمان کامل ہو جاتا ہے۔ آیت ۷۴۔

مجاہدین کے (۲۵) اوصاف

(۱) تقویٰ۔ آیت ۱۔ (۲) اصلاح ذات البین۔ آیت ۱۔ (۳) اللہ و رسول کی اطاعت۔ آیت ۱۔ (۴) اللہ کا خوف۔ آیت ۲۔ (۵) قرآن مجید سے تعلق۔ آیت ۲۔ (۶) توکل۔ آیت ۲۔ (۷) نماز قائم کریں۔ آیت ۳۔ (۸) انفاق فی سبیل اللہ۔ آیت ۳۔ (۹) استغاثہ من اللہ۔ آیت ۹۔ (۱۰) ثابت قدمی۔ آیت ۱۱۔ (۱۱) دعوت جہاد پر فوراً لبیک کہیں۔ آیت ۱۵۔ (۱۲) اطاعت امیر۔ آیت ۲۰۔ (۱۳) شکر گزاری۔ آیت ۲۶۔ (۱۴) نہی عن المنکر۔ آیت ۲۷۔ (۱۵) مال و اولاد قربان کریں۔ آیت ۲۸۔ (۱۶) کافروں کی طاقت کو توڑنے کا جنون سر پر سوار رہے۔ آیت ۳۹۔ (۱۷) اجتماعی اموال کی شرعی تقسیم۔ آیت ۴۱۔ (۱۸) نزاع سے بچیں۔ آیت ۴۶۔ (۱۹) صبر کریں۔ آیت ۴۶۔ (۲۰) تکبر اور ریاء سے بچیں۔ آیت ۴۷۔ (۲۱) مسلسل قوت و تربیت کو بڑھاتے رہیں۔ آیت ۶۰۔ (۲۲) حالات پر کڑی نظر رکھیں۔ آیت ۶۱۔ ۶۲۔ (۲۳) دعوت جہاد۔ آیت ۶۵۔ (۲۴) حب دنیا سے بچیں۔ آیت ۶۷۔ (۲۵) قومیت وطنیت لسانیت کو بالائے طاق رکھ کر اسلامی رشتے کو ملحوظ رکھیں۔ آیت ۷۲۔

(۱۵) قوانین جنگ

(۱) ڈٹ کے لڑنا ہے پیٹھ نہیں پھیرنی۔ آیت ۱۵۔ (۲) جنگ کے دوران اللہ اور رسول کی اطاعت۔ آیت ۲۰۔ (۳) اطاعت امیر۔ آیت ۲۴۔ (۴) جب کوئی جنگی تدبیر دل میں آجائے اس پر فوراً عمل کریں دیر نہ لگائیں۔ آیت ۲۴۔ (۵) اموال میں خیانت نہ کریں کیونکہ یہ موجب جبن ہے۔ آیت ۲۷۔ (۶) تنافس کریں۔ (۷) مسلسل اور کثرت سے ذکر کیا کریں (الفاظ کا اثر ہوتا ہے)۔ آیت ۴۵۔

(۸) لشکر متحد رکھنا چاہئے۔ آیت ۴۶۔ (۹) کافروں کو ہلکی مار دے کر پیچھے نہ ہٹ آؤ۔ آیت ۵۷۔ (۱۰) مسلسل دشمن کو رعب میں رکھو۔ آیت ۶۰۔ (۱۱) ایک جماعت ایسی رکھو جو مسلسل جہاد پر ابھارتی رہے۔ آیت ۶۵۔ (۱۲) جب دشمن ہاتھ آئیں تو پہلے خوب خونریزی کرو پھر قیدی بناؤ۔ آیت ۶۷۔ (۱۳) جن کو قیدی بنا لو ان کو اندر اندر اپنے ساتھ ملا کر انہیں گھر کا بھیدی بنا لو۔ آیت ۷۰۔ (۱۴) جب کوئی مظلوم مدد کے لئے پکارے تو دیر مت لگاؤ (یہ اللہ کی مدد کا وقت ہوتا ہے)۔ آیت ۷۲۔ (۱۵) جب کافروں کا آپس میں اتحاد ہو تو تم ان کے خلاف اتحاد کر لو۔ آیت ۷۳۔

التوبہ

التوبہ مدنی سورۃ ہے اسمیں کل ایک سو انتیس آیتیں ہیں...... اس مبارک سورۃ میں آیات جہاد ۹۲ ہیں۔ ان آیات میں درج ذیل اہم مباحث کا بیان ہے:

(۱) قتال کے سات فوائد اور حکمتیں۔ (۲) جہاد کی افضلیت۔ (۳) اہل کتاب سے جہاد اور اسکی وجہ۔ (۴) منافقین کی جہاد سے پہلوتہی اور ان کے بہانے۔ اس سورۃ میں فتح مکہ، غزوہ حنین اور غزوہ تبوک کا ذکر ملتا ہے۔

سورۃ توبہ کی ۹۲ آیات جہاد کی فہرست یہ ہے:

۱ تا ۶۰۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۸۱ تا ۹۶۔ ۱۰۶ تا ۱۱۲۔ ۱۱۷ تا ۱۲۳۔

الحج

الحج مدنی سورۃ ہے اس میں کل آیتیں ایک سو اٹھتر (۱۷۸) ہیں جبکہ آیات جہاد کی تعداد ۱۷ ہے۔ ان آیات میں دو اہم بحثیں ہیں (۱) جہاد کی حکمت۔ (۲) اجازت جہاد برائے مظلومین۔ اس سورۃ میں ایک تفسیری قول کے مطابق غزوہ بدر کے مجاہدین کا تذکرہ ملتا ہے۔

سورۃ حج کی ۱۷ آیات جہاد درج ذیل ہیں:

۱۹ تا ۲۴۔ ۳۸ تا ۴۱۔ ۵۵۔ ۵۸ تا ۶۲۔ ۷۸۔

النور

النور مدنی سورۃ ہے اس میں کل چونسٹھ آیتیں ہیں۔ اس سورۃ میں آیات جہاد ۴ ہیں اور اہم موضوعات دو ہیں: (۱) خلافت۔ (۲) اطاعت امیر...... ان چار آیات کے نمبرات یہ ہیں: ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۶۲۔

الاحزاب

الاحزاب مدنی سورۃ ہے اس میں کل تہتر آیتیں ہیں جبکہ آیات جہاد کی تعداد ۲۲ ہے۔ اہم موضوعات درج ذیل ہیں۔ (۱) غزوہ احزاب کا مفصل تذکرہ جس میں بہت سارے مسائل جہاد کا بیان ہے۔ (۲) غزوہ بنی قریظہ اور نصرت خداوندی۔ (۳) گستاخ رسول کی سزا......

سورۃ احزاب کی ۲۲ آیات جہاد یہ ہیں: ۹ تا ۲۷۔ ۶۰ تا ۶۲۔

محمد

محمد مدنی سورۃ ہے اس میں کل آیتیں اڑتیس ہیں جبکہ آیات جہاد ۲۲ ہیں۔ اہم مباحث یہ ہیں: (۱) قیدی کے احکام۔ (۲) منافقین کی جہاد سے دوری۔ (۳) جہاد میں مال خرچ کرنے کی ترغیب...... سورہ محمد کی ۲۲ آیات جہاد کی فہرست درج ذیل ہیں: ۱ تا ۱۳۔ ۲۰ تا ۲۸۔

الفتح

الفتح مدنی سورۃ ہے اس میں کل انتیس آیتیں ہیں۔ اس سورۃ مبارکہ کی تمام

۲۹ آیات میں جہاد کا بیان ہے۔اس میں اہم جہادی بحث ''بیعت علی الجہاد'' کی ہے۔
جبکہ غزوات میں سے صلح حدیبیہ،غزوہ خیبر اور فتح مکہ کا تذکرہ ہے۔فہرست:۱تا۲۹

الحجرات

الحجرات مدنی سورۃ ہے اس میں کل اٹھارہ آیتیں ہیں۔اس مبارک سورۃ میں آیات جہاد ۵ ہیں۔اہم مباحث دو ہیں (۱) دشمن کے بارے میں تحقیق۔
(۲) مسلمان مقاتلین کی باہم صلح۔

پانچ آیات کی فہرست درج ذیل ہیں۔

۲۔۹۔۱۰۔۱۴۔۱۵۔

الحدید

الحدید مدنی سورۃ ہے آیات کی تعداد انتیس (۲۹) جبکہ آیات جہاد ۴ ہیں اس سورۃ مبارکہ میں فتح مکہ یا حدیبیہ کا تذکرہ ہے ۴، آیات جہاد کی فہرست یہ ہے ۱۰۔۱۱۔۱۹۔۲۵

المجادلہ

المجادلہ مدنی سورۃ ہے۔آیات کی تعداد بائیس جبکہ جہادی آیات ۳ ہیں۔اس مبارک سورۃ میں ''حزب اللہ'' کی تعیین کی گئی ہے۔

تین آیات جہاد یہ ہیں:

۲۰۔۲۱۔۲۲

الحشر

الحشر مدنی سورۃ ہے۔آیات کی تعداد چوبیس ہے جن میں سے ۱۷ آیات میں جہاد کا بیان ہے۔اہم مباحث دو ہیں (۱) کفار کس طرح لڑتے ہیں؟

(۲) مال فئے کے احکامات۔اس سورۃ مبارکہ میں غزوہ بنی نضیر اور اشارۃً غزوہ بنی قیقناع کا تذکرہ ملتا ہے۔

۱۷ آیات جہاد کی فہرست یہ ہے:۱تا۱۷

الْمُمْتَحِنَةُ

الممتحنہ مدنی سورۃ ہے آیات کی تعداد تیرہ ہے جبکہ آیات جہاد بارہ ہیں۔
اس سورۃ میں خصوصی طور پر جاسوسی کے احکامات کا تذکرہ ہے۔نیز بعض دیگر جنگی قوانین کا بیان بھی ہے۔سورۃ میں فتح مکہ کا تذکرہ ملتا ہے۔

۱۲ آیات جہاد کی فہرست یہ ہے:۱تا۱۱۔۱۳۔

الصّف

الصف مدنی سورۃ ہے۔آیات کی تعداد چودہ ہے جبکہ آیات جہاد ۱۱ ہیں۔اس سورۃ میں جہادی صف بندی اور مجاہدین کے اتحاد کی فضیلت کا بیان ہے۔
نیز جہاد کو ایک کامیاب تجارت قرار دیا گیا ہے۔فہرست درج ذیل ہے:

۱تا۴۔۸تا۱۴

التّحریم

التحریم مدنی سورۃ ہے آیات کی تعداد بارہ ہے جبکہ ایک آیت میں جہاد کا بیان ہے۔اس سورۃ میں کفار ومنافقین سے جہاد کا حکم ہے۔یہ حکم آیت نمبر ۹ میں ہے۔

العادیات

العادیات مدنی سورۃ ہے۔آیات کی تعداد گیارہ جبکہ آیات جہاد ۶ ہیں۔اس سورۃ میں جہادی گھوڑوں کا بیان ہے۔فہرست درج ذیل ہے:

۱تا۶......

النصر

النصر مدنی سورۃ ہے۔آیات کی تعداد تین ہے۔آیات جہاد ۳ ہیں۔اس سورۃ میں فتح کے آداب کا بیان ہے۔فہرست یہ ہے:

۱تا۳ ......

اب ایک نظر مجموعی فہرست پر ڈالیے

سورۃ کا نام	آیات جہاد کی تعداد
البقرہ	۳۳
آل عمران	۵۷
النساء	۴۱
المائدہ	۲۰
الانفال	۷۵
البرأۃ	۹۲
الحج	۷۱
النور	۴
الاحزاب	۲۲
محمد	۳۲
الفتح	۲۹
الحجرات	۵
الحدید	۴
المجادلہ	۳

الحشر	۱۷
الممتحنہ	۱۲
الصف	۱۱
التحریم	۱
العادیات	۲
النصر	۳
کل آیات جہاد	۴۸۴

اور اگر سورۂ نحل کی آیت ۱۱۰ شامل کی جائے تو کل آیات جہاد ۴۸۵ ہیں

چند ضروری گزارشات

آیات جہاد کی فہرست آپ نے پڑھ لی ہے۔اب اس سلسلے میں چند اہم گزارشات پیش خدمت ہیں:

(۱) وہ حضرات وخواتین جن کے پاس ''تعلیم الجہاد'' کے پرانے نسخے موجود ہیں وہ اپنے قلم سے ان نسخوں میں درج آیات جہاد کی فہرست درست فرمالیں۔یہ مضمون ان شاء اللہ ان کی رہنمائی کے لئے کافی ہوگا۔

(۲) وہ حضرات وخواتین جن کے دل میں یہ مضمون پڑھ کر جہاد فی سبیل اللہ کو سمجھنے کی امنگ پیدا ہو وہ اس مضمون میں پیش کی گئی فہرست کو سامنے رکھ کر تفسیر ''عثمانی'' تفسیر ''بیان القرآن'' (حضرت تھانوی رحمہ اللہ) تفسیر ''معارف القرآن'' (حضرت مفتی شفیع صاحبؒ) میں ان آیات کا ترجمہ اور تشریح ملاحظہ فرمائیں۔ان شاء اللہ ایک بار ان آیات کا ترجمہ اور تفسیر پڑھنے کے بعد انہیں جہاد کے بارے میں کسی طرح کا کوئی خلجان باقی نہیں رہے گا۔جہاد کے اس مبارک فریضے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا

خون گرا اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جسموں کے ٹکڑے ہوئے۔

کیا ہمارا اتنا بھی فرض نہیں بنتا کہ ہم صرف چند گھنٹے خرچ کر کے آیات جہاد کو پڑھ لیں۔

(۳) علماء کرام سے گزارش ہے کہ اگر انہیں بعض آیات کے جہاد کے ساتھ تعلق کے بارے میں کوئی شبہ ہو تو معتمد اور متداول تفاسیر کو ایک نظر ضرور دیکھ لیں۔ امید ہے کہ موافق تفسیری اقوال تک آپ کی رسائی ہو جائے گی۔ اگر مطالعے کے باوجود کوئی اشکال باقی رہے یا کوئی غلطی سامنے آئے تو بندہ کو ضرور مطلع فرمائیں تا کہ غلطی کی اصلاح کی جا سکے۔

(۴) کمپیوٹر اور انٹرنیٹ پر دینی خدمات سرانجام دینے والے احباب اس مضمون میں درج تمام تفاصیل اور جہادی آیات کی فہرست کسی بھی ویب سائٹ پر دے سکتے ہیں...... اس سلسلے میں زیادہ مفید طریقہ کار یہ ہے کہ ہر ایک یا دو دن بعد چند آیات کو نمایاں کر کے پیش کیا جائے اور ان آیات کا اردو اور انگریزی ترجمہ کسی مستند تفسیر سے لکھا جائے...... زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ...... حضرت تھانوی رحمہ اللہ...... حضرت مولانا فتح محمد جالندھری رحمہ اللہ...... کے ترجمے دیئے جائیں۔ نیز آیات کی تشریح میں فی الحال تفسیر عثمانی کے فوائد کافی ہیں۔

(۵) وہ مسلمان جو اب تک جہاد و قتال کے فریضے کے بارے میں مطمئن نہیں ہیں اگر یہ تمام قرآنی تفاصیل پڑھ کر اپنے غلط نظریئے یا طرز عمل سے توبہ کرنا چاہیں تو یہ ان کے لئے بڑی سعادت کی بات ہوگی۔ مگر اس توبہ کی مزید پختگی اور قبولیت کے لئے انہیں چاہئے کہ وہ دوسرے مسلمانوں تک اس مضبوط، یقینی، مفید اور قطعی دعوت کو پہنچائیں۔

والسلام

محمد مسعود ازہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک صاف ستھری ہستی

شیخ المشائخ، استاذ الاساتذہ حضرت اقدس مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ ایک شہرہ آفاق اور مایہ ناز علمی شخصیت تھے۔ آپ کا تعلق مستوئی بلوچ خاندان سے تھا۔ والد محترم کا نام محمد مراد خان تھا۔ آپ کی ولادت با سعادت یکم جنوری ۱۹۲۵ء کو علاقہ اوچ شریف بستی مُد مستوئی ضلع بہاولپور میں ہوئی ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے والد محترم اور بعض دوسرے اساتذہ کرام سے حاصل کی۔ آپ کے معروف اساتذہ کرام میں حضرت مولانا حاجی محمد حیات خان شیخ المعقول حضرت مولانا شمس الدین، حضرت مولانا حبیب اللہ گمانوی، حضرت مولانا عبداللہ درخواستی، حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب، استاذ العرب والعجم مولانا خیر محمد مکی رحمہم اللہ شامل ہیں۔ آپ نے دورۂ حدیث شریف دارالعلوم دیوبند میں ۱۳۵۹ھ میں پڑھا جہاں حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، حضرت مولانا ابراہیم بلیاوی، حضرت مولانا اعزاز علی اور حضرت مفتی محمد شفیع رحمہم اللہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ اصلاحی تعلق آپ نے مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمہ اللہ سے قائم کیا تاہم حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا عبداللہ بہلوی، مولانا عبدالقادر رائے پوری، خلیفہ دین محمد دین پوری رحمہم اللہ سے بھی باطنی فیض حاصل کیا۔ آپ نے اپنے علاقہ میں ایک بہت بڑے علمی مرکز کی بنیاد رکھی جہاں آخر وقت تک تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ آپ کا انتقال پر ملال ۸ اپریل ۲۰۰۳ء کو ہوا۔ آپ کا انداز تدریس اہل علم کے ہاں مسلّم تھا۔ آپ کے معروف تلامذہ میں حضرت مفتی عبدالقادر صاحب (کبیر والا) مولانا محمد مکی حجازی (مکہ مکرمہ) مولانا فداء الرحمٰن درخواستی (کراچی) مولانا عبدالصمد ہالیجوی (سندھ) مولانا شفیق الرحمٰن درخواستی (خانپور) اور مولانا محمد مسعود ازہر (بہاولپور) شامل ہیں۔ ان کی وفات پر مولانا محمد مسعود ازہر نے جو "معرکہ" لکھا وہ قارئین کے لئے پیش نظر ہے۔ (ناشر)

پہلے ان سے غائبانہ تعارف ہوا...... اس وقت میں درجہ اولیٰ کا طالبعلم تھا...... استاد محترم حضرت مولانا مفتی عبدالسمیع صاحب شہید نوراللہ مرقدہ...... ان کے شاگرد تھے...... وہ طلبہ کے سامنے اپنے استاد کے علمی مقام کو والہانہ انداز میں بیان کرتے تھے...... پھر میرے مرشد و مربی حضرت اقدس مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی...... نوراللہ مرقدہ...... نے اپنے صاحبزادے مولانا سجاد حسن صاحب زید ورعہ کو دورہ حدیث سے فراغت کے بعد...... تکمیل کے لئے ان کی خدمت میں بھیجا......

ہمارے لئے یہ واقعہ ان کی علمی قدر و منزلت سمجھنے کے لئے کافی تھا......

کہاں کراچی کا پر رونق اور علمی شہر...... جہاں ملک کے نامور ادارے اور نابغہ علمی شخصیات موجود تھیں...... اور کہاں طاہر والی کی دور افتادہ...... پسماندہ سی بستی...... حضرت شیخ مفتی ولی حسن رحمہ اللہ تعالیٰ خود باکمال علمی شخصیت تھے...... اور اس زمانے میں ان کا حلقہ درس کراچی میں سب سے بڑا تھا...... پاکستان ہی نہیں عرب، افریقہ، یورپ، افغانستان اور بنگلہ دیش سے سینکڑوں طلبہ اس چشمہ شیریں سے سیراب ہونے کے لئے کھنچے چلے آتے تھے...... حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی علمی نظر نے طاہر والی کا مقام پہچانا۔ چنانچہ آپ نے اپنے صاحبزادے کو ایک سال کے لئے وہاں بھجوادیا...... غائبانہ عقیدت اور تعارف کے بعد...... ایک روز زیارت بھی نصیب ہوگئی مگر دور دور سے...... وہ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے جارہے تھے۔ کراچی اترے تو جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن بھی قدم رنجہ فرمایا...... اپنے شاگرد رشید حضرت مولانا سجاد حسن کا ہاتھ پکڑ کر ہماری درسگاہ کے سامنے سے گزرے تو ہم نے بھی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی کرلیں...... وہ منظر مجھے ابھی تک یاد ہے...... ماشاءاللہ اس وقت...... خوب صحتمند تھے اور آپ کے گورے چہرے پر بلوری آنکھیں خوب چمک رہی تھیں...... نہ مصافحہ ہوا نہ گفتگو...... مگر عقیدت و محبت میں اضافہ ہوگیا اور دل

میں ٹھان لی کہ انشاءاللہ دورہ حدیث کرنے کے بعد ایک سال ان کی خدمت میں گزاریں گے اور علوم کی تکمیل کریں گے...... مگر کہاں؟ ابھی تو دورہ حدیث کا سال آنے میں بھی سات سال باقی تھے...... راتیں دنوں کو ہڑپ کرتی رہیں اور مہینے سال بنتے رہے۔ اس دوران ان کے ساتھ کوئی رابطہ نہیں تھا۔ دورہ حدیث کے فوراً بعد بنوری ٹاؤن میں تدریس کی ذمہ داری ڈالی گئی...... ادھر مجاہدین سے رابطہ بڑھا تو ایک جہادی تنظیم میں بھی شمولیت ہوگئی...... پھر پہلے ہی سال ایک ماہنامہ بھی...... اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نکال لیا...... جامعہ کی تدریس...... تنظیم کے ایک شعبہ کی ذمہ داری اور رسالے کی ادارت...... عملی زندگی کے پہلے سال ہی ایسی چکی چلی کہ مزید پڑھنے کا شوق...... ایک حسرت بن کر دل و دماغ میں گم ہوگیا...... میں ان کی خدمت میں تعلیم کے لئے نہ جاسکا...... مگر سچی محبت و عقیدت اپنا رنگ ضرور دکھاتی ہے۔

میں افغانستان کے ایک جہادی مرکز میں تھا کہ...... وہ خود اپنے کئی رفقاء اور شاگردوں کے ہمراہ وہاں تشریف لے آئے...... اللہ اکبر کبیرا...... اس دن میری خوشی کی کوئی حد نہ تھی۔ برسوں سے جس کی محبت دل میں لئے پھرتا تھا وہ آج میرا مہمان تھا...... روحانی محبوب مہمان بن جائے تو دل رب کے شکر میں ڈوب جاتا ہے۔ اب میں نے انہیں دل بھر کر دیکھا ان کے ہاتھوں کے بوسے لئے اور ان کی تواضع و سادگی دیکھ کر عش عش کر اٹھا...... نماز کے بعد میں نے ان کی خدمت میں بیان کی درخواست کی جو انہوں نے تھوڑے سے انکار کے بعد قبول فرمالی...... وہ بیان کرنے بیٹھے تو یوں لگا جیسے علمی موتیوں کی جھڑی برس رہی ہیں۔ سبحان اللہ، سادہ الفاظ میں کس قدر جامع علمی بیان تھا کہ میں آج تک اسے نہیں بھلا سکا۔ وہ دارالعلوم دیوبند کے پڑھے ہوئے تھے انہوں نے حضرت اقدس مدنی نوراللہ مرقدہ کی صحبت کے مزے لوٹے تھے اس لئے ان کی اردو پر یوپی کے لہجے کی چھاپ تھی...... مگر مسلسل

سرائیکی میں پڑھانے کی وجہ سے وہ اردو اور سرائیکی ملا کر بولتے تھے میں نے ایسی خوبصورت زبان پہلی بار سنی۔ بیان کا آغاز انہوں نے ان الفاظ سے فرمایا ''جہاد'' مسلمانوں پر نماز روزے کی طرح فرض ہے، اس کا منکر کافر ہے اور اسے بلاعذر چھوڑنے والا فاسق۔ اس کے بعد انہوں نے مجاہدین کے فضائل پر کئی احادیث سنائیں...... رات کو مغرب کے بعد میرا بیان تھا۔ ان کے سامنے مجھ جیسے ناقص طالبعلم کا بیان کرنا...... بہت عجیب لگ رہا تھا...... میں نے عذر بھی کیا مگر انہیں کے اصرار پر مفصل بیان کرنا پڑا...... وہ بہت توجہ سے بیان سنتے رہے، محبت کے ساتھ تحسین فرماتے رہے اور جب میں نے گزارش کی کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے گھر پے کوئی جہادی علامت جھنڈا وغیرہ لگائیں تو انہوں نے بلند آواز سے پوچھا یہ جھنڈا کہاں سے ملے گا؟ ہم انشاء اللہ ضرور لگائیں گے۔ ایک طرف ان کی علمی بلندی اور دوسری طرف ان کی سادگی اور تواضع...... میرے لئے یہ بے حد حیرت انگیز اور خوشگوار تجربہ تھا۔ ہم ان کے ادب میں سمٹے سمٹے رہتے جبکہ وہ مجاہدین کے سامنے چار زانو تک نہیں بیٹھتے تھے۔ بلا مبالغہ میں نے ان میں علمی، انسانی...... اور اخلاقی عظمت کا وہ عروج دیکھا جسے دیکھ کر انسان چکرا جاتا ہے...... اگلے دن میں انہیں جہاد وال کے ان مراکز میں لے گیا جہاں عرب مجاہدین اور تاجکستانی جانباز زیر تربیت تھے۔ عرب مجاہدین سے ہم نے ان کا تعارف کرایا کہ حضرت کتنے بڑے عالم ہیں۔

عرب مجاہدین نے بیان کے لئے اصرار فرمایا تو حضرت نے مجھے آگے کر دیا میں نے حسب استطاعت چند باتیں عرض کر دیں...... حضرت بہت مسرور ہوئے، ایسا ہی منظر تاجکستان مجاہدین کے ہاں پیش آیا...... اسی معسکر میں جب مجاہدین نے خصوصی تربیت کا ایک عملی مظاہرہ پیش کیا تو حضرت نے بہت دعائیں دیں اور خوب تحسین فرمائی۔

معسکرات کے دورے کے بعد ہم نے خوست کا سفر کیا...... یہ شہر ابھی حال ہی میں فتح ہوا تھا۔ خوست بازار کے علاوہ...... قلعہ تختہ بیگ اور قلعہ متون پر بھی جانا ہوا...... وہ اس سفر میں بہت خوش تھے اور قدم قدم پر مجاہدین کو دعاؤں سے نوازرہے تھے...... بالآخر تین دن کا یہ یادگار ایمانی سفر...... اختتام پذیر ہوا۔ وہ واپس اپنے دانشکدہ میں چلے گئے اور ہم اپنی بے ترتیب زندگی کے پیچ وخم میں گم ہو گئے......

انڈیا میں قید کے دوران ان کی یادیں تازہ رہیں میں نے اپنے دو چھوٹے بھائیوں کو خط کے ذریعے ان کی خدمت میں حاضری اور ان سے علمی استفادے کی ترغیب دی...... دونوں بھائیوں نے دورہ حدیث کے بعد ان کے ہاں تکمیل کی سعادت حاصل کی...... اور مجھے انہیں کے ذریعے ان کے حالات اور دعائیں پہنچتی رہیں۔

اس عرصے میں میرے والد محترم اور بڑے بھائی جان نے بھی ان کی خدمت میں حاضری دی۔ میری رہائی کے لئے ان سے دعا کرائی...... وظیفے پوچھے اور غالباً بھائی نے کوئی قرآنی تعویذ بھی اپنے لئے لکھوایا...... یہ سارے حالات مجھے قید کے دوران پہنچتے رہے اور میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہا۔ بے شک اتنی بڑی علمی...... اور روحانی شخصیت کے ساتھ روابط کا بڑھنا ایک عظیم سعادت ہے...... اللہ تعالیٰ نے مجھے رہائی عطا فرمائی تو دونوں طرف سے محبت اپنے عروج تک پہنچ چکی تھی...... کبھی میں ان کے دربار میں پہنچ جاتا تو کبھی وہ غریب خانے کو رونق بخشتے۔

تنظیم کے قیام میں ان کی سرپرستی ان چار ستونوں میں سے ایک تھی جن پر اس تنظیم کی عمارت کھڑی تھی...... وہ دعا بھی خوب دیتے تھے اور مشورہ بھی...... مگر وہ اپنے بلند مقام کو پردوں میں چھپا کر رکھنے کے عادی تھے۔ میری تمنا تھی کہ ان کا شاگرد ہوں...... انہوں نے احسان کرتے ہوئے ایک دن بخاری شریف کا سبق پڑھایا اور

اجازت وسند بھی مرحمت فرمائی...... پھر کسی دن انہوں نے بندہ کی التجاء پر جلالین کا سبق پڑھایا...... اللہ اکبر ان کی تدریس بہت عجیب تھی وہ کتاب اور اس کی عبارت کو اپنی گرفت میں لے کر طالبعلم کو پلا دیتے تھے اور مختصر الفاظ میں لمبی تقریر کا حق ادا کر دیتے تھے میں نے اپنی زندگی میں کئی ماہر مدرس دیکھے ہیں مگر ان جیسا نہیں دیکھا وہ بلاشبہ اس میدان کے نابغۃ العصر شہسوار تھے...... انہیں فخر وغرور کی ہوا تک نہیں لگی تھی مگر جب کوئی ماہر مدرس انہیں سبق پڑھاتے دیکھ لیتا تو احساس کمتری کا شکار ہو جاتا۔ ایک بار انہوں نے مجھے خط لکھا...... میں ان کی خوبصورت تحریر دیکھ کر جھوم اٹھا انہوں نے حکم فرمایا تھا کہ مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں حاضری دو...... میرے لئے یہ خط اور حکم سعادت ہی سعادت تھا...... الحمدللہ بہت خوب...... اور بہت بڑا جلسہ ہوا...... حضرت نے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھلایا، سبق پڑھایا اور دعاؤں سے نوازا...... ابھی اسی سال جب میری نظر بندی ختم ہونے کا اعلان ہوا تو حضرت سخت علالت کے باوجود تشریف لے آئے...... مگر نظر بندی برقرار تھی وہ نیچے والے کمرے میں دعائیں دیتے رہے...... جبکہ میں اوپر ان کی دید کے لئے ترستا رہا...... رہائی ملتے ہی میں ان کی خدمت میں جا پہنچا...... انہوں نے جلسے میں حاضری کا حکم دیا میں نے عرض کیا...... سر آنکھوں پر...... وہ جلسہ بھی خوب رہا حضرت کی صحت کافی گر چکی تھی...... ایسا لگتا تھا کہ میدان علم ووفا کا یہ شہسوار ایک لمبی اور مشکل زندگی کا حق ادا کر کے اب تھک چکا ہے۔ بس ان کی استقامت تھی جس نے انہیں سنبھال رکھا تھا۔ آخرت کی فکر اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی وراثت کو پھیلانے کا جنون...... دونوں بیک وقت آپ پر طاری تھے...... امارت اسلامیہ افغانستان کا سقوط ہوا تو آپ کے لطیف وحساس دل پر ایک غیر محسوس چوٹ لگی...... غالباً یہی چوٹ زخم بن کر رستی رہی اور علم کا یہ پہاڑ اندر ہی اندر سے گھلتا رہا...... آخری جلسے کے دن آپ پر تھکن، کمزوری اور بے چینی کے آثار دیکھ کر...... میں اپنا دل تھام کر رہ گیا...... میں نے

اپنے رفقاء سے کہا کہ حالات خطرناک نظر آ رہے ہیں اللہ تعالیٰ خیر فرمائے...... میں نے درخواست پیش کر دی کہ مجھے الفوز الکبیر فی اصول التفسیر سے کچھ لگاؤ اور مناسبت ہے للہ یہ کتاب مجھے پڑھا دیجئے۔ حضرت جلسے میں میری حاضری پر بہت خوش تھے اور فرما رہے تھے کہ میرے یار نے تو وفا کی ہے۔ یہ جملہ اس لئے فرمایا تھا کہ جلسے میں مدعو ایک اور عالم دین کسی عذر کی وجہ سے تشریف نہیں لا سکے تھے...... میری درخواست پر فرمایا کہ ٹھیک ہے میں یہ کتاب پڑھاؤں گا حالانکہ اب کافی کمزور ہو چکا ہوں...... دن طے ہو گیا۔ اس دن میں نہ جا سکا۔ فون پر اطلاع بھجوا دی اگلے دن پہنچا تو حضرت صاحب فراش تھے...... بندہ عیادت کر کے واپس آ گیا ان کی حالت دیکھ کر دل سے آہ نکلی...... جانا تو سب نے ہے کون یہاں رہے گا؟ مگر وہ لوگ جو فتنوں کے راستے کا بند ہوتے ہیں جب جانے کی تیاری باندھتے ہیں تو زمین کی تمام مخلوق روتی ہے...... اس دن میں طاہر والی سے رخصت ہوا تو میری آنکھوں میں آنسو تھے حضرت نے فرمایا انشاءاللہ صحت ہو جائے گی تو کتاب پڑھاؤں گا۔ اس ملاقات کے بعد پھر دو تین بار ملاقات ہوئی۔ حضرت نے تھوڑا بہت پڑھانا بھی شروع کر دیا مگر طبیعت اچھی طرح سے نہ سنبھل سکی...... انہیں دنوں مجھے ان کا ایک اور خط ملا تحریر بتا رہی تھی کہ کپکپاتے ہاتھوں سے لکھی گئی ہے آپ نے مجھے اوچ شریف میں جلسے کے لئے وقت دینے کا حکم فرمایا...... میں نے حضرت کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے ۸ جون کا وعدہ کر لیا۔ اوچ شریف والے احباب ...... اور شہداء کرام کے محترم ورثاء کافی عرصہ سے جلسہ کا تقاضہ فرما رہے تھے۔ بندہ ان کے سامنے مسلسل انکار کی وجہ سے شرمسار تھا۔ مگر انکار کی وجوہات معقول تھیں...... یہ حضرات اچانک حضرت کے پاس جا پہنچے اور ان سے سفارش لے آئے...... میں نے خط دیکھ کر کہا اب مجھے انکار کی مجال نہیں ہے...... ۸ جون کا دن آ پہنچا مگر حضرت تو کئی دن پہلے ہی ہم سب کو چھوڑ کر اپنے محبوب حقیقی کے پاس جا چکے تھے...... میں بوجھل قدموں

سے جامعہ انوریہ حبیب آباد طاہر والی پہنچا......مگر حضرت کہاں ہیں؟ وہ مسکراتا ہوا منور چہرہ......وہ علم سے معمور بلوری آنکھیں اور وہ سادگی وروحانیت کا پیکر؟ نماز ادا کرنے کے بعد میں ایک پکی قبر کے قدموں میں کھڑا تھا......اس قبر کے سرہانے ایک تختی پر ان کا نام لکھا ہوا تھا:

"امام المعقول والمنقول استاذ العلماء حضرت مولانا منظور احمد نعمانی........"

مدرسہ اداس اداس نظر آرہا تھا حضرت کے شاگرد رشید اور دستِ راست حضرت مولانا قاری اللہ بخش صاحب زید مجدہم نے حضرت کی طرح مہمان نوازی اور اکرام کا معاملہ فرمایا......مگر وہ خود رنجیدہ نظر آرہے تھے اور ان کی حسین نورانی آنکھوں میں...... آنسو صاف چمک رہے تھے...... صاحبزادہ مولانا حبیب الرحمٰن...... جو صورت اور سیرت میں حضرت کا عکس ہیں کسی "یتیم بچے" کی طرح بجھے بجھے دکھائی دیتے تھے......حضرت کی نماز جنازہ کے عظیم الشان اجتماع کے بعد آج یہاں......میری پہلی حاضری تھی......اوچ شریف کا جلسہ زوروں پر تھا مقامی حضرات کے بقول......اتنا بڑا اجتماع پہلے نہیں ہوا......حضرت کے رفیق ودوست حضرت مولانا حاجی احمد زید مجدہم صدارت فرما رہے تھے...... حالانکہ خود حضرت نے اس جلسے کی صدارت کرنی تھی......ایک بچے نے حضرت نعمانی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے جب نظم پڑھی تو کئی آنکھیں اس مرد درویش کی یاد میں چھلک پڑیں۔ان کے انتقال کے دن میں کراچی میں تھا......کسی طرح آخری دیدار اور جنازے کے لئے پہنچ گیا میری زبان پر یہ دو دعائیں تھیں:

(۱) اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ

(۲) اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْهَا

اللہ کرے حضرت کا گلشن......جامعہ انوریہ حبیب آباد طاہر والی......آباد رہے طلبہ کے قافلے مدرسہ کا رخ کرتے رہیں اور اہل خیر مسلمان مدرسہ کے ساتھ اپنے تعاون کو بڑھا دیں۔

بے شک ایسے ادارے جہاں علم واخلاص کا شاندار امتزاج ہے اس قابل ہیں کہ لوگ ان کی خدمت کریں......اور اپنے لئے آخرت کا سرمایہ بنائیں۔

اللہ کرے حضرت کا خاندان......علم وروحانیت کی زندگی کے ساتھ آباد رہے اللہ تعالیٰ انہیں ظاہری وباطنی ترقیات سے مالا مال رکھے......اور اللہ تعالیٰ حضرت کی اولاد کو ان کے علم وتقویٰ میں سے وافر حصہ عطا فرمائے......

حضرت اپنے پیچھے......ہزاروں شاگرد علماء اور کئی مفید علمی کتابیں......اور جامعہ انوریہ جیسا ادارہ......بطور صدقہ جاریہ چھوڑ کر......اعلیٰ علیین میں چلے گئے......ان کا علم انشاء اللہ قیامت تک ان کے شاگردوں اور کتابوں کے ذریعے زندہ رہے گا۔وہ مجاہدین کے اجر میں بھی برابر کے شریک رہیں گے......کیونکہ انہوں نے مجاہدین کی بے لوث سرپرستی فرمائی۔

ہمارے لئے حضرت کی زندگی میں بہت سارے سبق ہیں:

اتنے بڑے عالم میں اس قدر تواضع کس طرح سے تھی؟

علمی انہماک کے باوجود جہاد کے بارے میں آپ کے جذبات کس قدر بلند تھے؟

ظاہری آرائشوں سے کنارہ کش رہ کر اس قدر مسلسل محنت اور جفاکشی کی توفیق آپ کو کس طرح سے ملی؟

معقولات پر کامل دسترس کے باوجود تعلّی اور غرور کا نام ونشان تک کیوں پیدا نہیں ہوا؟ اور زندگی کے آخری دن تک آپ کے روحانی وتدریسی معمولات

کس طرح سے جاری وساری رہے؟

دینی خدمات سرانجام دینے والے حضرات کو ان سوالات میں غور کرنے سے بہت کچھ ہاتھ آ سکتا ہے...... اسباب ووسائل کی گھما گھمی اور تو تو میں میں کے طوفان میں حضرت نعمانی صاحب نوراللہ مرقدہ جیسی صاف ستھری ہستی کو دیکھ کر ...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ فرمان یاد آتا ہے جو آپ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا:

''اے ابوعبیدہ حالات نے سب کو بدل دیا...... مگر وہ تمہیں نہ بدل سکے............''

والسلام

محمد مسعود ازہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بہترین فصل

اللہ تعالیٰ کے راستے میں قید ہونے والوں کی تعداد...... ایک دم بڑھ گئی ہے...... پہلے یہ حضرات درجنوں میں تھے...... مگر اب ہزاروں میں گنے جاتے ہیں۔ ان میں سے کچھ قیدی تو کبھی بھی ہمارے شمار میں نہیں رہے...... مثلاً فلسطین کے جانباز...... سرفروش قیدی...... ہمارے ہاں عام طور سے ان کا تذکرہ نہیں ملتا...... عزم وہمت کے یہ پہاڑ اکیلے ہی صہیونی طوفانوں سے ٹکرا رہے ہیں اور تو اور ان کی خبریں بھی پوری طرح ہم تک نہیں پہنچتیں...... حالانکہ اسرائیلی عقوبت خانے ان مسلمان...... قیدیوں کی آہوں اور سسکیوں سے آباد ہیں...... کبھی کبھار کوئی ایک آدھ خبر اڑتے اڑتے ہمارے دیس تک پہنچ جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ صہیونی ظلم کی چکی سے جو خون رس رہا ہے وہ بھی اپنا ہے...... ماضی میں بعض صاحب کردار ہستیوں نے مسلمانوں کے باہمی فاصلے دور کرنے کی کوشش کی تھی ان دنوں ہم نے حماس کے غیور جیالوں کو یہاں آزادی سے گھومتے پھرتے دیکھا تھا مگر پھر اس موسم بہار پر خزاں کا مہلک جادو چل گیا...... چیچن جانباز بھی بڑی تعداد میں گرفتار ہیں مگر ہم ان کی خبروں سے بھی ناآشنا ہیں سوویت یونین کا جبر مشہور تھا مسلمانوں کے لئے اب بھی اس میں کوئی نرمی نہیں آئی۔ دن ابھرتے ہی ناپاک

جرائم عقوبت خانوں کی درو دیوار کو ہلانے لگتے ہیں...... سوویت یونین باقی نہیں رہا مگر ظالمانہ ذہنیت اب بھی اپنا کام دکھا رہی ہے پانچ کروڑ مسلمانوں کا خون چوسنے والا عفریت اب اپنے دانت چیچن مسلمانوں کی گردن میں گاڑے ہوئے ہے...... مگر اس بار اس کے دانت پہلے جیسی آسانی اور لذت محسوس نہیں کر رہے۔ کاش عالم اسلام ایک دوسرے کے دکھوں میں شریک ہوتا تو بہت سارے نوکیلے دانت ٹوٹ چکے ہوتے...... امیر المومنین حضرت ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ تعالیٰ ورعاہ نے چیچنیا کے مجاہدین کو کابل کا روسی سفارت خانہ دے دیا تھا یوں اہل چیچنیا کی تنہائی کسی حد تک ختم ہو رہی تھی...... مگر اب پھر وہ اکیلے ہیں اور ان کے قیدی روسی جیلوں اور عقوبت خانوں کی غاروں میں عالم اسلام سے پوشیدہ ہیں۔ کس کس گمنام جیل کا تذکرہ کروں...... بوسنیا کے جہاد میں پکڑے جانے والے کہاں گئے...... کون انہیں جانتا ہے؟ کون ان کی فکر کرتا ہے؟ فلپائن کے مسلمان مجاہد قیدی کس حالت میں ہیں؟ کوئی ہے جو ان کے بارے میں سوچتا ہو؟ عرب ممالک کے نام نہاد انقلابی رہنماؤں نے...... جہاد اور اسلام کے جرم میں کتنے افراد کی آزادی چھینی؟ انہیں جانوروں سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور کیا...... آج یہ حکمران اپنی کھال بدل رہے ہیں، اپنا قبلہ تبدیل کر رہے ہیں مگر قیدیوں کی راحت کا کوئی سامان نہیں ہو رہا کیونکہ وہ اسلام اور جہاد کی بات کرتے ہیں جو کسی بھی حکمران کے لئے قابل قبول نہیں ہے۔ بعض بڑے ممالک کے ساتھ ہمارے دوستانہ تعلقات ہیں ان ممالک میں بے شمار قیدی اسلامی آزادی مانگنے کے جرم میں کئی کئی دہائیوں سے بند ہیں۔ مگر ہم ان کا نام تک نہیں لے سکتے کہ ''دوستی'' میں فرق نہ آجائے کاش ہماری دوستی مسلمانوں کی راحت کا ذریعہ ہوتی...... مگر ایسا کبھی نہیں ہوا...... پوری دنیا کے ہر یہودی انسان اور کتے کی نمائندگی کے لئے اسرائیل موجود ہے...... وہ ہر یہودی

کے تحفظ کو اپنا مقصد سمجھتا ہے، عیسائیوں کے تحفظ کے لئے بے شمار ممالک اور ادارے موجود ہیں...... یہ ادارے اور ممالک رنگ و نسل کے امتیاز سے بالاتر ہو کر صرف اور صرف عیسائی کہلانے والوں کی اندھی تائید اور مدد کرتے ہیں۔ دنیا بھر میں رہنے والے ہندوؤں کو تسلی ہے کہ ان کی پشت پر انڈیا اور نیپال موجود ہیں حالانکہ قانونی طور پر صرف نیپال ایک ہندو ریاست ہے جبکہ انڈیا دستوری لحاظ سے سیکولر ملک ہے...... لیکن دنیا کا کوئی ایک ملک بھی خود کو فخر کے ساتھ مسلمان ملک کہلانے کے لئے تیار نہیں ہے اور نہ کوئی ملک خود کو مسلمانان عالم کا نمائندہ سمجھتا ہے۔ اسلامی ملکوں کے حکمران ہمیشہ کافروں کے سامنے شرمندہ شرمندہ رہتے ہیں اور یہ جملہ تو اب فیشن بن چکا ہے کہ ہمیں باہر ملکوں میں جا کر شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے...... اللہ اکبر کبیرا...... وہ غیر مسلم ممالک جن کی ہر حرکت سراپا شرمندگی ہے جن کا وجود خود ان کے افعال سے شرمندہ ہے جن کے ہاں ہر خرابی اور خباثت تھوک کے حساب سے پائی جاتی ہے وہ کمینے، ناپاک اور ظالم لوگ منٹوں میں ہمارے حکمرانوں کو شرمندہ کر دیتے ہیں اور ہمارے لوگوں سے ان کے سامنے کوئی جواب نہیں بن پاتا۔ کاش ہم اسلام کی عظمت کو سمجھتے کاش ہم اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو پہچانتے۔ کاش ہم امت محمدیہ کی فضیلت کو سمجھتے، کاش ہم قرآن کے آئینے میں اپنے آپ کو سنوارتے، کاش ہم اپنے اندر سے ظاہری ترقی کی مرعوبیت کو نکال پھینکتے...... تب ہمیں کسی کے سامنے شرمندہ ہونے کی ضرورت نہ پڑتی...... مگر ہم نے ہمیشہ غیروں کو خدا سمجھا ہے اور ہماری نظر میں خود اپنے افراد کوئی حیثیت نہیں رکھتے اسی لئے ہم دوسروں کو اپنے معاملات میں مداخلت کی اجازت دیتے ہیں۔ وہ ممالک جہاں نسل پرستی کے نام پر روزانہ درجنوں قتل ہوتے ہیں ہمیں کس طرح فرقہ واریت کا طعنہ دے سکتے ہیں؟ وہ ممالک جہاں کے بعض انسان دوسرے بعض

کو جانوروں جتنا درجہ نہیں دیتے۔ وہ ہمیں کس طرح سے طبقاتی کشمکش کا طعنہ دے سکتے ہیں؟ وہ ممالک جہاں کرائے کے قاتل قانونی حیثیت اور جسم فروش اخلاقی مقام رکھتے ہوں وہ ہمیں کس بات پر شرمندہ کر سکتے ہیں؟ اللہ کرے ہم اپنی ذہنی پستی سے نجات حاصل کر لیں پھر کسی کو ہمارے سامنے آنکھ اٹھا کر بات کرنے کی ہمت نہیں ہو گی۔

بات قیدیوں کی چل رہی تھی کہ ہم مسلمان ہونے کے باوجود اپنے جسم کے بعض ٹکڑوں کا تذکرہ نہیں کر سکتے اور نہ ان کے لئے برملا دعا کر سکتے ہیں یقیناً یہ ذلت اور پستی کا وہ آخری درجہ ہے جو ترکِ جہاد کی وجہ سے ہم پر مسلط ہے۔

ان گمنام مجاہد قیدیوں کے علاوہ ہمارے اردگرد ایسے قیدی بھی موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں گرفتار ہوئے اور ہم انہیں جانتے ہیں...... ہندوستان کی جیلوں میں بندراہ عشق کے وہ معتکف جن کا تذکرہ آپ ماضی میں پڑھتے سنتے رہے ہیں ان میں سے بہت ساروں کے خطوط اب بھی آتے ہیں مگر اب یہ ایمان پرور خطوط آسانی سے شائع نہیں کیے جا سکتے اسلام کے جانبازوں کو دس سال سے زیادہ کا عرصہ بیت چکا ہے کہ انہوں نے ایک سانس بھی آزادی کی حالت میں نہیں لیا۔ دس بارہ سال وہ بھی جوانی کے...... اللہ اکبر کبیرا...... ان میں سے بعض کے بچے جوان ہو چکے ہیں جبکہ بعض کی بچیاں...... خواتین بن چکی ہیں...... مذاکرات کی بات آتی ہے تو امید بندھ جاتی ہے کہ شاید یہ حضرات بھی آزاد ہو جائیں...... انہیں کی آزادی اور راحت کے لئے ہم بھی مذاکرات کی تائید و حمایت کرتے ہیں...... لیکن ایسے مذاکرات جو مقصد کے حل کی طرف بڑھ رہے ہوں...... گذشتہ دو دنوں سے میں ان جانبازوں کے خطوط پڑھتا رہا تھا اور مسلسل دعا کر رہا تھا کہ یا اللہ ان سب کو باعزت و عافیت رہائی عطا فرما۔ مسلمان آہستہ آہستہ انہیں بھولتے جا رہے ہیں،

دعاؤں کا سلسلہ کمزور اور مالی تعاون کا سلسلہ تقریباً بند ہوتا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم نے انہیں نہیں بھلایا اور نہ ان شاء اللہ کبھی بھلائیں گے یہ لوگ زمانے کے امام اور وقت کے اولیاء اللہ ہیں ان کی خدمت سعادت اور ان سے تعلق ایمان کی نشانی ہے یہ حضرات مصیبت زدہ ضرور ہیں مگر معصیت زدہ نہیں ہیں۔ ادھر افغانستان کے قیدی عجیب صورتحال کا شکار ہیں انسانوں کی خرید و فروخت کے لئے ایسی بدترین منڈی لگے گی ایسا کسی نے بھی نہیں سوچا تھا۔ ایک لاکھ سے دس لاکھ تک کی قیمت پر یہ قیدی چھوڑے جاتے ہیں بوڑھے ماں باپ اور لاوارث بچے دردر کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں اور انسانوں کے تاجر بہروپ بدل بدل کر ناپاک نوٹ کما رہے ہیں افغانستان میں گرفتار ہونے والے یہ عظیم لوگ طرح طرح کی آزمائشوں کا شکار ہیں۔ ان میں سے بعض کو گوانتاناموبے بھیج دیا گیا ہے جبکہ باقی افراد پر طرح طرح کے خطرات کی تلواریں لٹک رہی ہیں۔ حکومتی طور پر مسئلہ آسانی سے حل کیا جا سکتا ہے حزبِ اختلاف بھی اسے آسانی سے حل کرا سکتی ہے۔

لیکن اس معاملے کو وہ اہمیت نہیں دی جا رہی...... جو اسلامی نقطہ نظر سے دینی چاہئے تھی کافروں ظالموں سے ایک قیدی کو چھڑانا کس قدر فضیلت رکھتا ہے اگر اسی کو سمجھ لیا جائے تو انسان اپنا بہت کچھ لٹانے پر تیار ہو جائے۔ مگر اونچے ایوانوں کی اپنی الگ ترجیحات ہوتی ہیں۔ ہاں بعض افراد اس معاملے میں فکر مند اور سنجیدہ نظر آتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر اور کامیابی عطا فرمائے۔ ماضی میں افغانستان کے جہاد کو شبہے کی نظر سے دیکھنے والے اب اپنے نظریے پر نظر ثانی کر رہے ہیں۔ کیونکہ شمالی اتحاد کے گماشتے جس انداز میں قیدیوں کی خرید و فروخت کر رہے ہیں، اس سے ان کے عقیدے اور نظریے کا آسانی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے...... اسلام کی خاطر اپنی آزاد زندگی کو قید میں بدلنے والے مسلمان بہت

سارے ہیں ان حضرات نے قربانی دیکر اسلام اور مسلمانوں کی لاج رکھ لی ہے۔ اب مسلمانوں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ان تمام سرفروشوں کو یاد رکھیں ...... ان کے لئے باقاعدہ دعاؤں اور وظائف کا اہتمام کریں انہیں راحت پہنچانے اور رہائی دلانے کے لئے حسب استطاعت مال خرچ کریں اور اپنے مقام کی حیثیت اور طاقت کے مطابق ان قیدیوں کے لئے جو کچھ کر سکتے ہوں کر گزریں بے شک دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور اس کھیتی کے لئے شاید اس سے بہتر فصل اور کوئی نہ ہو ......

والسلام

محمد مسعود ازہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈاک کا نظام

تیرہ مہینے کی نظر بندی کے دوران خطوط کا سلسلہ تقریباً بند رہا ...... غالباً چند خطوط کا جواب لکھا اور بس ...... پھر رہائی کے بعد بھی یہ سلسلہ فوری طور پر بحال نہ ہوسکا مگر اب ...... الحمد للہ ...... دو ماہ سے کافی خطوط آرہے ہیں اور ان کا جواب بھی لکھا جا رہا ہے ...... بندہ کے پاس جو ڈاک آتی ہے وہ کئی طرح کے خطوط پر مشتمل ہوتی ہے۔

(۱) قیدی ساتھیوں کے خطوط ...... یہ الحمد للہ ایک بے حد مفید اور مبارک سلسلہ ہے (اور جب تک ان ساتھیوں کی رہائی نہیں ہو جاتی) اللہ کرے یہ جاری رہے ہم ان کی ایک کاپی ان کے اہل خانہ کو بھجوا دیتے ہیں اور اگر کاپی ممکن نہ ہو تو اصل خطوط بھجوا دیتے ہیں ان خطوط کے ساتھ چونکہ کافی سارے کام اور بھی منسلک ہوتے ہیں اس لئے دو افراد پر مشتمل عملہ ان تمام کاموں کو نمٹاتا ہے ...... اس بارے میں مزید تفصیلات عرض کرنا مناسب نہیں ہے ...... تمام قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ راہ اللہ میں قید کاٹنے والے ان عظیم بندوں کے لئے دعاء کو اپنا مستقل معمول بنائیں ......

(۲) اصلاحی خطوط ...... وہ حضرات وخواتین جنہوں نے اصلاحی بیعت

کی ہوئی ہے وہ اپنے احوال و معمولات کے متعلق ماہانہ خط لکھتے ہیں یہ سلسلہ بھی الحمدللہ بہت مفید ہے۔الحمدللہ کافی سارے مسلمانوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس ذریعے سے فائدہ پہنچایا ہے۔

(۳) تنظیمی خطوط......کئی حضرات تنظیمی کاموں سے متعلق مشورے عنایت فرماتے ہیں اور بعض حضرات کسی تنظیمی ترتیب کی تحسین کرتے ہیں جبکہ بعض خطوط میں کچھ خامیوں کی نشاندہی بھی کی جاتی ہے۔ہمارے ہاں ان خطوط کو خوب غور وخوض سے پڑھا جاتا ہے اگر کسی خط میں کسی شعبے یا فرد کے خلاف شکایت ہوتی ہے تو اس خط کو شعبہ امر بالمعروف یا متعلقہ شعبہ کے ذمہ دار کی طرف تحقیق وکاروائی کے لئے بھجوا دیا جاتا ہے۔جبکہ قابل قبول اور اہم مشوروں پر مشتمل خطوط کے مندرجات کو عاملہ کے اجلاس میں رکھا جاتا ہے۔

(۴) حماسی خطوط......وہ حضرات وخواتین جن کے دل میں جذبہ جہاد اور شوق شہادت موجزن ہوتا ہے وہ خطوط کے ذریعے اپنے ان جذبات کا اظہار کرتے ہیں اور خود کو اسلام کی خاطر ہر طرح کی قربانی کیلئے پیش کرنے کا عزم کرتے ہیں۔بندہ کی ڈاک میں اس طرح کے خطوط کی بہتات ہوتی ہے جو الحمدللہ ایک اچھی بات ہے......

(۵) توصیفی خطوط......کئی مسلمان ایمانی محبت کا اظہار کرنے کے لئے خطوط لکھتے ہیں اور ان خطوط میں کتابوں،کیسٹوں اور بعض دیگر حوالوں سے اپنی پسند اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔

(۶) تنقیدی خطوط......بعض حضرات بندہ پر مختلف حوالوں سے تنقید کرنے کے لئے خط لکھتے ہیں اور کاغذ وقلم کے ذریعے اپنے دل کا غصہ نکالتے ہیں۔میں ایسے خطوط کو غور سے پڑھتا ہوں اور اس بات کا جائزہ لیتا ہوں کہ یہ تنقید درست

ہے یا غلط......لیکن یہ حضرات چونکہ اپنا نام اور جوابی پتہ نہیں لکھتے اس لئے میں ان کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر رہتا ہوں۔انڈیا سے رہائی کے بعد جب تنظیم کا اعلان ہوا تھا تو دو چار بہت سخت خطوط آئے تھے اور اب موجودہ حالات کے حوالے سے چند ایک خطوط آئے ہیں لیکن گمنام اور بے نام۔

(۷) استفساری خطوط......کئی حضرات وخواتین مختلف طرح کے دینی اور جہادی سوالات لکھ کر بھیجتے ہیں۔بعض حضرات یہ مشورہ مانگتے ہیں کہ وہ کونسی کتابیں پڑھیں؟ بعض حضرات مسائل بھی پوچھتے ہیں......اسی طرح خوابوں کی تعبیر پوچھنے کے لئے بھی کچھ خطوط بھیجے جاتے ہیں...... جبکہ بعض حضرات اپنی زندگی اور مستقبل کے بارے میں مشورہ مانگتے ہیں یا اپنے مسائل کے حل کے لئے دعا اور وظیفہ پوچھتے ہیں۔

(۸) دعوتی خطوط......بعض خطوط جلسوں میں شرکت کی دعوت دینے کے لئے لکھے جاتے ہیں اس قسم میں شادی کارڈ بھی شامل ہیں......شہداء کرام کے ورثاء اپنے گھر یا علاقے میں حاضری دینے کے لئے بھی خطوط لکھتے ہیں۔

......ان چند اقسام کو پڑھ کر آپ کو اندازہ ہو چکا ہوگا کہ ڈاک کا میدان کتنا وسیع ہے اور اس برقی زمانے میں بھی ڈاک کے ذریعے کتنے کام نکلتے ہیں۔

بندہ ڈاک کو کبھی بھی اپنے لئے بوجھ نہیں سمجھتا بلکہ یہ تو ایک سعادت اور خوش نصیبی ہے اور اپنے مسلمان بھائیوں اور بہنوں سے رابطے کا ایک ذریعہ ہے۔

البتہ ہر کام کے کچھ آداب ہوتے ہیں ڈاک کے بارے میں ضروری گذارشات پہلے بھی عرض کی جا چکی ہیں اب کئی بے قاعدگیوں کو دیکھتے ہوئے دوبارہ اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ چند باتیں عرض کی جائیں!

۱۔خط جس قدر ممکن ہو مختصر لکھا جائے۔بہت زیادہ مفصل خطوط کو پڑھنا بجائے خود ایک مشکل کام ہے۔اس میں چونکہ طرفین کا وقت ضائع ہوتا ہے چنانچہ

زیادہ مفصل خطوط کا جواب نہیں بھیجا جا سکے گا، پیشگی معذرت قبول فرمائیں۔ اچھی تحریر وہ ہوتی ہے جو فضولیات سے پاک ہو۔

۲۔شہداء کرام کے ورثاء تعاون وامداد کے سلسلے میں جو خط لکھتے ہیں...... وہ خطوط سر آنکھوں پر لیکن اگر وہ پہلے براہ راست متعلقہ شعبے کو خط لکھیں اور پھر اگر کوئی شکایت ہو تو بندہ کے پاس خط بھیجیں تو یہ ترتیب زیادہ مفید اور مناسب رہے گی۔

۳۔ ہفت روزہ ......اور ماہنامہ بنات عائشہ رضی اللہ عنہا کے دفاتر کراچی میں واقع ہیں جن خطوط کی اشاعت مطلوب ہو وہ خطوط براہ راست ان رسالوں کے پتے پر بھیجے جائیں۔

۴۔جوابی لفافہ ضرور بھجوائیں اور اس پر اپنا پتہ بھی لکھ دیا کریں الحمدللہ...... اکثر خطوط میں جوابی لفافہ ہوتا ہے لیکن بغیر جوابی لفافے والے خطوط بھی کم نہیں ہوتے......اب تک تو لفافے خرید کر جواب بھجوایا جا رہا ہے مگر آئندہ کے لئے اس بارے میں کوئی وعدہ نہیں ہے اس لئے اگر جواب مطلوب ہو تو لفافہ ضرور بھیجیں۔

۵۔اصلاحی خطوط لکھنے والے حضرات وخواتین یہ بات یاد رکھیں کہ ان کی طرف سے ماہانہ خط لکھنا اصلاحی نصاب کا حصہ ہے اور محض خط لکھنے اور بھیجنے سے بہت سارے روحانی فوائد حاصل ہوتے ہیں اور کئی بیماریوں کا از خود علاج ہو جاتا ہے۔اس لئے جواب کے انتظار میں خط لکھنا موقوف نہ کریں بلکہ جواب پہنچے یا نہ پہنچے ماہانہ خطوط بھیج دیا کریں......بعض اوقات جواب جان بوجھ کر نہیں بھجوایا جاتا اس لئے کسی تشویش میں مبتلا نہ ہوں......

۶۔ایک لفافے میں ایک خط بھیجیں اس سے جواب لکھنے میں آسانی رہتی ہے بعض حضرات ایک لفافے میں کئی کئی خطوط روانہ کر دیتے ہیں جنہیں سنبھالنا اور ان کے جواب لکھوانا مشکل ہو جاتا ہے۔

۷۔خط میں بلاضرورت قرآنی آیات وغیرہ نہ لکھا کریں اس میں بے حرمتی کا خطرہ رہتا ہے اگر کوئی فرمائش لکھیں تو اس کی شرائط کو سخت نہ بنائیں مثلاً: بعض خطوط میں لکھا ہوتا ہے کہ ”بس جیسے ہی آپ میرا خط پڑھیں اٹھ کر دو رکعت نماز پڑھ کر میرے لئے دعا کریں......“ ایسا ہی ایک خط میں نے سفر کے دوران پڑھا جبکہ گاڑی سڑک پر تیزی سے دوڑ رہی تھی......ایک دوسرے سے دعا کی درخواست کرنا سنت ہے مگر اس میں کڑی شرط نہ رکھی جائے بندہ کا طریقہ یہ ہے کہ جب بھی کسی خط میں دعا کے لئے لکھا جاتا ہے تو اسی وقت ہاتھ اٹھا کر......یا بغیر ہاتھ اٹھائے درود شریف پڑھ کر دعا کر دیتا ہوں۔

۹۔ عام شرعی مسائل تو خطوط میں پوچھ سکتے ہیں لیکن اگر آپ نے باقاعدہ فتویٰ لینا ہو تو کسی مستند دینی ادارے کے دارالافتاء سے رجوع فرمایا کریں۔

۱۰۔اگر اپنے کسی خط کا جواب نہ پہنچنے کی شکایت لکھیں تو یہ ضرور لکھیں کہ وہ خط آپ نے کس تاریخ کو ارسال کیا تھا۔

امید ہے کہ آپ ان گذارشات کا خیال رکھتے ہوئے خطوط کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔

والسلام

محمد مسعود ازھر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(پہلی قسط)

کراچی میں چند روز

آج صبح اہل کراچی نے بہت عرصہ بعد...... بارش دیکھی ہے...... جمعہ کے دن حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نماز کے بعد بارش کی دعا مانگ رہے تھے، گرمی سے جھلسے ہوئے ہزاروں افراد نے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اس دعا پر آمین کہی...... بے شک ہمارا رب ''سمیع قریب'' ہے بس بیچ میں ہفتے کا دن ہی خالی گزرا...... جب کہ آج اتوار کے دن ہر طرف جل تھل ہوگئی...... الحمدللہ الذی رحمتہ أقرب من غضبہ ...... اس بار کراچی میں گرمی نے خوب زور دکھایا ہے صرف ایک دن کی بارش اس زور کو توڑنے کے لئے کافی نہیں ہے...... اللہ کرے اور مینہ برسے...... خوب برسے...... خیر کا برسے اور خیر ہی برسائے...... مجھے کراچی آئے ہوئے کئی دن گزر چکے ہیں پچھلے جمعۃ المبارک کو آنا ہوا تھا اس بار یہ سفر خلاف عادت ریل گاڑی سے ہوا...... ملتان سے کراچی تک کا سفر ہانپ ہانپ کر طے کرنے والی ''زکریا ایکسپریس'' ہماری سواری تھی...... سلیپر کا ڈبہ خستہ حال تھا معلوم نہیں درجہ دوم اور اول کا کیا حال ہوگا؟ غالباً دس سے گیارہ بجے کے بیچ کراچی پہنچنا ہوا...... جمعہ کی نماز کا وقت قریب تھا...... بھاگتے دوڑتے...... غسل، صاف

کپڑے، خوشبو، مسواک، سرمہ اور سعی الی الجمعہ کی سنتیں...... الحمد للہ پوری ہوئیں...... قریبی مسجد پہنچے امام صاحب کی اردو تقریر آخری مراحل میں تھی...... تقریر کے بعد سنتوں کا وقت ملا ہم ایک برآمدے کی اوٹ میں تھے مگر دیکھ لئے گئے...... محراب سے اعلان ہوا کہ...... آگے آجائیں۔ بادل نخواستہ راستہ بناتے ہوئے...... بچتے بچاتے منبر و محراب تک پہنچے تو خطبہ دینے کا حکم ملا...... سفر وغیرہ کا عذر کیا جو نامنظور ٹھہرا...... غالباً گذشتہ تین جمعوں سے ایسا ہی ہو رہا ہے...... سبحان اللہ! انسان چاہتا کیا ہے...... اور ہوتا کیا ہے۔ دو جمعہ پہلے...... ایک لمبے سفر کے دوران سرگودھا کے نواح میں ایک دوست کے ہاں ستانے کے لئے رکے تو جمعہ کا وقت ہوگیا...... مسجد میں پہنچے تو پہچان لئے گئے...... عربی خطبہ جہاد کے موضوع پر پڑھ ڈالا...... ممکن ہے کچھ لوگ سمجھے ہوں...... اگلے جمعہ ایک طویل سفر سے واپسی پر بہاولپور پہنچا تو اپنی مسجد کے خطیب صاحب...... غائب تھے۔ خطبہ کا وقت آپہنچا گردنیں پیچھے کی طرف اور نگاہیں گھڑیوں کی طرف اٹھنے لگیں...... صف کے پڑوسی سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت قاری صاحب کہیں اور جمعہ پڑھانے کے لئے مدعو تھے...... دائیں بائیں کوئی اور نظر نہیں آرہا تھا اس لئے خود ہی ذمہ داری نبھانے کا ارادہ کیا اور خطبہ اور نماز دونوں کی سعادت حاصل کرلی...... آج تیسرا جمعہ تھا اور بندہ منبر پر بیٹھا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وسعت پر غور کر رہا تھا...... الحمدللہ دونوں خطبے مکمل ہوئے پہلے خطبے میں کئی قرآنی آیات...... جو جہاد کے موضوع پر تھیں اور کئی جہادی احادیث پڑھی گئیں...... خطبے کا موضوع یہ تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے سب سے محبوب اور سب سے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں کا حکم فرمایا:

فقاتل فی سبیل اللہ لاتکلف الا نفسک وحرض المومنین

ترجمہ: اے نبی! آپ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال فرمائیں آپ پر صرف آپ کی ذمہ داری ہے اور آپ ایمان والوں کو قتال پر ابھاریں۔

پہلا حکم "فقاتل" کے لفظ میں جبکہ دوسرا "حرض" کے لفظ میں ہے۔

"فقاتل" اور "حرض" دونوں امر کے صیغے ہیں...... امر حکم کو کہتے ہیں "فقاتل" کا معنیٰ آپ قتال کیجئے، جنگ کیجئے، میدان جہاد میں نکل کر لڑائی کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کو کتنی محبت، اہتمام اور رغبت سے پورا فرمایا...... اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستائیس غزوات گواہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون مبارک گواہ ہے، آپ کے جہادی زمزمے گواہ ہیں، آپ کی جنگی تدابیر اور عسکری کمان گواہ ہے...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ستائیس غزوات جہاد کے خلاف ہر اعتراض کا جواب ہیں اور جہاد کے خلاف پھیلائے جانے والے ہر وسوسے کا علاج ہیں...... اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتال کا حکم فرمایا تو آپ نے جنگ کرنے کو عبادت سمجھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میں ضحوک (ہنس مکھ) قتال (خوب جنگجو) ہوں''۔

حرض کا معنیٰ ابھارنا...... برانگیختہ کرنا اور پکڑ کر لانا ہے یعنی اے نبی! آپ ایمان والوں کو قتال پر ابھاریئے اور انہیں اس فریضے پر کھڑا فرمایئے!...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو کتنے اہتمام سے پورا فرمایا...... اس پر وہ ہزاروں احادیث گواہ ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب جہاد کے لئے ارشاد فرمائیں...... سبحان اللہ! ان احادیث کو پڑھنے والا انسان خود کو گھر بیٹھنے پر راضی نہیں کر سکتا...... بلکہ وہ اپنے جسم وروح کے ساتھ میدان جہاد کی طرف محو پرواز ہو جاتا ہے۔ جہاد کے بارے میں وہ کونسا سوال ہے جس کا جواب ان احادیث میں نہ ہو اور جہاد کا وہ کونسا کام یا شعبہ ہے جس کا تذکرہ آقا مدنی صلی اللہ

علیہ وسلم نے نہ فرمایا ہو......

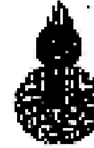
پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب کو میدان میں نکلنے کا حکم دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلا چون وچرا نکل پڑے اور بار بار نکلتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاد کی دعوت دینے کا حکم دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت جہاد کا حق ادا کر دیا...... پس اے مسلمانو! تم بھی جہاد کے لئے نکلو اور جہاد کی دعوت دو...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد میں نکلنے والوں کو جنت کی بشارت دی ہے جبکہ جہاد چھوڑنے والوں کو نفاق اور ناقص رہنے کی وعید سنائی ہے۔

یہ تھا پہلے خطبے کا موضوع جو میں نے قدرے اختصار اور قدرے تفصیل سے عرض کیا ہے دوسرے خطبے میں حمد وثناء کے بعد درود شریف، خلفاء راشدین کا ذکر خیر...... خیر القرون کا تذکرہ اور پھر بہت ساری دعائیں...... دعاؤں کا زیادہ حصہ مجاہدین کے لئے وقف تھا...... کیوں نہ ہوتا وہ تو اس اکرام واعزاز کے اہل ہیں...... نماز جمعہ کے بعد گھر واپسی ہوئی...... جانشین شہید اسلام حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت اقدس مولانا مفتی نظام الدین صاحب شامزئی مدظلہ العالی کے ساتھ ساڑھے چار بجے ملاقات طے تھی۔ استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحب نے بھی اس ملاقات میں تشریف لانا تھا...... میرے سفر کے مقاصد میں سے...... ان دونوں حضرات سے ملاقات کرنا اہمیت کے ساتھ شامل تھا...... کیونکہ ان حضرات نے ازراہ کرم مجھے اس کی دعوت دی تھی...... وقت مقررہ پر حاضری ہوئی تو...... الحمد للہ...... دونوں حضرات موجود تھے انہوں نے بے حد محبت اور تپاک سے استقبال فرمایا اور دعاؤں سے نوازا...... تھوڑی دیر کی مثبت گفتگو کے بعد حضرت مفتی صاحب نے اپنا لیٹر پیڈ طلب فرمایا...... اس وقت ان کے پرنور چہرے پر حضرت اقدس لدھیانوی شہید نور اللہ مرقدہ جیسی محبت وشفقت صاف نظر

آ رہی تھی۔ دونوں بزرگوں نے باہم مشورے کے بعد ایک تحریر تیار فرمائی اور اس پر اپنے دستخط ثبت فرمائے...... دورہ کراچی میں ابھی بہت کچھ باقی ہے آپ آج کی مجلس کے اختتام پر حضرت مفتی صاحب اور حضرت استاد صاحب (حضرت مفتی جمیل خان صاحب) کی تحریر پڑھیے اور بندہ کو اگلی مجلس تک اجازت دیجئے......

والسلام ...... محمد مسعود ازہر

Dr. Mufti Nizamuddin Shamzai
Jamia-tul-Uloom-il-Islamiyyah,
Allama Muhammad Yousuf
Banuri Town, Karachi-5. PAKISTAN



ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی
شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی پاکستان

Date:________ حوالہ:________

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ، اما بعد

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(دوسری قسط)

کراچی میں چند روز

کراچی کا قیام خلاف توقع ...... طویل ہوتا گیا ...... کراچی ماشاء اللہ ایک لمبی بسائی دنیا ہے، اللہ تعالیٰ اسے دین کے ساتھ آباد رکھے ...... دنیا کے کئی ممالک کراچی شہر سے بہت چھوٹے ہیں ...... متحدہ عرب امارات کی سات ریاستیں آبادی میں کراچی کا مقابلہ نہیں کر سکتیں ...... اسی پر بس نہیں بلکہ کراچی پھیلے ہوئے سمندر کی طرح کئی اطراف سے بڑھتا ہی جا رہا ہے ...... ہاں! جس جانب سمندر ہے اس طرف بڑھنا ممکن نہیں ہے ...... خیر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ...... حیدرآباد ٹھٹھہ تک زمین ہی زمین پڑی ہے اور کراچی کے سیٹھ اس زمین پر نظریں گاڑے بیٹھے ہیں ...... پندرہ دن کے طویل قیام کے باوجود میں کراچی کا حق ادا نہ کر سکا ...... کئی دوست جو دو تین سالوں سے اپنے ہاں کھانے کی دعوت دے رہے تھے، اس بار خوش تھے مگر پھر انہیں معذرت کا تلخ گھونٹ پینا پڑا ...... ان پندرہ دنوں کے دوران کئی جگہ جانا ہوا ...... کئی افراد تشریف لائے کئی وفود سے ملاقات ہوئی ...... کئی تحریریں پڑھنے اور لکھنے کا موقع ملا ...... کئی محفلوں میں شرکت نصیب ہوئی اور کئی عظیم شخصیات سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ...... حضرت مفتی نظام الدین صاحب کی

تحریر آپ نے پڑھ لی ان کے ساتھ اس ملاقات کے علاوہ مزید دو ملاقاتیں ہوئیں ......ایک ملاقات دوپہر کے کھانے پر، جس میں پیر طریقت انجینئر عبدالمنان صاحب مدظلہ العالی خلیفہ مجاز حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری نور اللہ مرقدہ بھی شریک تھے...... بندہ کو دونوں حضرات کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا اور دونوں حضرات کے ملفوظات سے فیض یاب ہونے کی توفیق ملی۔ انجینئر عبدالمنان صاحب مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں ان دنوں وہاں کے مدارس میں گرمیوں کی چھٹیاں ہوئیں تو بچوں سمیت پاکستان تشریف لے آئے، یہاں ان کے مریدین کا ایک وسیع حلقہ ہے غالباً دو ماہ کے قیام کے دوران ملک کے مختلف حصوں میں تشریف لے جائیں گے، آپ کے مریدین کا حلقہ یورپ وامریکہ سے لیکر حرمین تک پھیلا ہوا ہے...... ماشاء اللہ خوب گفتگو فرماتے ہیں اور روحانی نکتے بیان فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دینی اور دنیوی دونوں طرح سے علوم وفنون سے نوازا ہے اپنے بڑوں کے عاشق اور چھوٹوں کے ساتھ مجسم شفقت ہیں۔ ان کے ساتھ تین گھنٹے کی مجلس ...... الحمد للہ بہت مفید رہی......

ملاقاتوں اور خوشیوں کے لحاظ سے ۵/ جولائی کا دن بہت مفید ومبارک رہا اکابر کے خادم اور اصاغر کے محبوب میرے ابتدائی استاذ محترم مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحب نے اپنے مؤقر ادارے اقراء روضۃ الاطفال ٹرسٹ کی تقریب میں شرکت کی زبانی اور تحریری دعوت دی تھی۔ حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحب زیدہ مجدہ ......حضرت بنوری رحمۃ اللہ کے شاگرد اور حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری رحمہ اللہ کے خلیفہ ہیں آپ کے والد محترم حاجی عبدالسمیع صاحب رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ کے ایک مقبول ولی اور اپنے زمانے کے عابد وزاہد تھے مفتی صاحب کے آباء کا تعلق افغانستان سے جبکہ ننھیال کا تعلق بخارا یا سمرقند سے

ہے......اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے انتہا نعمتوں سے نوازا ہے...... ان نعمتوں میں سے تین بہت خاص اور اعلیٰ درجے کی ہیں۔

(۱) اخلاص (۲) جہد مسلسل یا انتھک محنت (۳) اکابر کی خدمت کا جنون۔

آپ نے حضرت بنوری رحمہ اللہ کی خدمت کی۔ حضرت مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ کے جوتے اٹھائے۔ حضرت مفتی ولی حسن صاحب کی سفر وحضر میں خدمت فرمائی۔ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی کی تادم آخر خوب خدمت کی۔ پھر آپ کو حضرت مولانا سید مصباح اللہ شاہ صاحب کی خدمت کا شرف ملا جبکہ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کے تو آپ خادم خاص رہے۔ حضرت آپ پر بے انتہا اعتماد فرماتے تھے اور محبت والفت کے ساتھ طرح طرح کے القابات سے نوازتے تھے۔ آپ کو حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کے دست راست رہنے کا بھی شرف ملا اور اب آپ خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب، امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز صاحب صفدر اور عارف باللہ حضرت مولانا سید نفیس الحسینی شاہ صاحب کی حتی المقدور خدمت فرمارہے ہیں...... مجھے اس بارے میں اپنی کوتاہی کا اعتراف ہے کہ میں استاذ محترم کے بہت کم مخدومین کا ذکر کر سکا ہوں...... یقیناً سعادت وخوش بختی کی یہ فہرست بہت طویل ہے اور اس پر صرف یہی جملہ کہا جا سکتا ہے کہ......

ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ......

بندہ نے آپ کو حجاج کرام کی جس طرح سے انتھک خدمت کرتے دیکھا ہے اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ بس ہمت واستقامت اور قبولیت کی دعا ہی دی جا سکتی ہے...... ایک زمانے میں آپ غالباً ایک دوسال کے لئے جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں استاذ رہے۔ یہ تقرر حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحب

نوراللہ مرقدہ نے فرمایا تھا...... میری خوش نصیبی کہ میں اسی سال جامعہ میں داخل ہوا اور یوں مجھے پہلے درجے ہی میں حضرت مفتی صاحب جیسے مخلص خادم دین سے شرف تلمذ حاصل ہوگیا۔ لوگ اس وقت کئی معروف ہستیوں کو میرا استاد سمجھتے ہیں...... حالانکہ میرے اساتذہ کی تعداد بہت کم ہے کیونکہ میں نے اپنی مکمل دینی تعلیم اول تا آخر ایک ہی مدرسہ (بنوری ٹاؤن) میں حاصل کی ہے...... ان دنوں بنوری ٹاؤن میں مدرس کے لئے بہت سخت اور اونچا معیار تھا...... اس معیار کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ دورہ حدیث کی تمام سات کتابیں صرف چار اساتذہ کرام پڑھایا کرتے تھے...... چنانچہ ہم نے صحیح بخاری اور صحیح ترمذی حضرت اقدس مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی نوراللہ مرقدہ سے...... صحیح مسلم شریف حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری کے تلمیذ خاص حضرت مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی نوراللہ مرقدہ سے...... نسائی، ابن ماجہ، طحاوی حضرت مولانا سید مصباح اللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے اور ابوداؤد حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن صاحب نوراللہ مرقدہ سے پڑھی...... حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی صاحب مدظلہ میرے تعلیم مکمل کرنے کے بعد بنوری ٹاؤن تشریف لائے چنانچہ ان سے شرف تلمذ حاصل نہ ہوسکا...... مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کبھی بھی بنوری ٹاؤن میں مدرس نہیں رہے...... اور بھی کئی نامور حضرات جنہیں میرا استاد سمجھا جاتا ہے بعد میں بنوری ٹاؤن میں تشریف لائے...... خیر اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا...... چلتے چلتے ضمناً ایک بات زیر تحریر آگئی...... حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحب صرف ایک دو سال کے لئے بنوری ٹاؤن کے مدرس بنے اور الحمدللہ بندہ کو ان سے فیض حاصل کرنے کا شرف مل گیا...... آپ ہمیں اردو اور معاشرتی علوم پڑھاتے تھے مگر قارئین کرام حیران ہوں گے کہ انہوں نے صرف ایک سال کے مختصر سے عرصے میں اپنے کم سن طلباء کے ذہن میں کتنے عظیم دینی

کاموں کے بیج بو دیئے...... (۱) آپ نے طلباء کو مسنون دعائیں اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر چالیس احادیث زبانی یاد کرادیں...... یہ بہت عجیب اور خوشگوار بات تھی کہ درجہ اعدادیہ کے بچے چالیس حدیثیں عربی زبان میں فرفر سناتے پھرتے تھے (۲) آپ طلباء کو نوافل کی طرف رغبت دلاتے تھے اور اپنی موجودگی میں صلوٰۃ التسبیح پڑھاتے تھے اس دوران آپ طلباء کے رکوع، سجدے اور قیام کو مسنون طریقے سے درست کراتے رہتے۔ (۳) آپ طلباء کو مضمون نویسی کی طرف راغب کرتے تھے اور اپنی نگرانی میں ان سے مضامین لکھواتے تھے۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ آپ ایک موضوع پر دلنشین انداز میں مختصر مگر جامع بیان طلباء کو ایک دو بار سنادیتے اور پھر طلباء کو یہ تمام باتیں مضمون کی صورت میں لکھنے کا حکم دیتے پھر تمام مضامین کو خود پڑھتے اور ان کی تصحیح کرتے۔

دوسرا طریقہ یہ تھا کہ آپ طلبا کو جامعہ کے مختلف شعبوں میں خود لے جاتے اور طلبا سے کہتے کہ متعلقہ شعبے کو اچھی طرح دیکھ لیں اور جو کچھ پوچھنا چاہیں شعبے کے مسئول سے پوچھ لیں اور پھر بعد میں اپنے مشاہدے اور تاثرات کو قلمبند کرلیں۔

تیسرا طریقہ یہ تھا کہ آپ عصر حاضر کے بعض اکابر کی وفات پر ان کی سوانح حیات بیان فرماتے اور پھر طلباء کو اس پر مضمون لکھنے کی دعوت دیتے۔ استاذ محترم چونکہ روزنامہ جنگ کے دینی صفحے اقراء کے ایڈیٹر بھی تھے اسی لئے آپ طلباء کے قابل اشاعت مضامین کو جنگ اخبار میں چھپواتے تھے اسی سال آپ نے بندہ کا ایک مضمون جنگ کے رنگین صفحے پر شائع کرایا تھا جبکہ بندہ کی عمر بارہ سال تھی۔ اس سے آپ استاذ محترم کے انداز تربیت کا خود اندازہ لگا سکتے ہیں...... بارہ سال کے بچے کا مضمون استاد کی اصلاح، تصحیح اور تعاون کے بغیر کس طرح شائع ہوسکتا

ہے۔

چوتھا طریقہ یہ تھا کہ آپ طلباء کی اخلاقی تربیت کرتے تھے اور انہیں اس بات سے منع کرتے تھے کہ وہ ایک دوسرے کو ''تو'' کہہ کر پکاریں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ان میں نیکیوں کی طرف رغبت اور گناہوں سے نفرت کا جذبہ بھی پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

پانچواں طریقہ یہ تھا کہ آپ طلباء کے سامنے اپنے اسلاف واکابر کا دلنشین تعارف پیش فرماتے تھے جو یقیناً ان کے نرم دلوں میں اسلاف سے محبت کا بیج بو دیتا تھا۔

ہم سب طلباء کی خواہش تھی کہ آپ ہمیں مزید پڑھائیں بلکہ ہر سال پڑھاتے رہیں مگر یہ نعمت بس ایک سال ہی نصیب رہی اور استاد محترم اپنے بے شمار دینی کاموں میں مشغول ہو گئے۔ انہیں دنوں آپ نے اپنے اساتذہ کی سرپرستی میں اقراء روضۃ الاطفال کی بنیاد رکھی۔ یہ ادارہ اس قدر ترقی کرے گا ایسا کسی نے بھی نہیں سوچا تھا مگر اخلاص و محبت کی قوت کنکر کو پہاڑ اور قطرے کو دریا بنا دیتی ہے۔

حضرت مفتی صاحب کی خوش نصیبی تھی کہ انہیں اخلاص کے ساتھ ساتھ اچھے، باوفا اور مخلص رفقاء بھی مل گئے ...... مفتی خالد محمود صاحب...... مولانا ڈاکٹر مزمل کاپڑیا اور بہت سارے کارکن ...... ان تمام حضرات نے کراچی کے سیکولر ماحول میں نقب لگانے اور اونچے گھرانوں میں قرآن کی آواز پہنچانے کو اپنا مشن بنا لیا...... اور پھر رات دن کا فرق دیکھے بغیر اس میں جت گئے ...... یہ ادارہ ۱۹۸۴ء میں قائم ہوا اور ماشاء اللہ اب اس وقت ملک بھر میں اس کی درجنوں شاخیں کام کر رہی ہیں ...... ان شاخوں میں پڑھنے والے بچوں کی تعداد غالباً پچاس ہزار سے متجاوز ہے...... اس ادارے کی خوش بختی ہے کہ وقت کے اولیاء کرام کی سرپرستی

اسے حاصل رہی ہے اور اس کے مخلص منتظمین اللہ تعالیٰ کی توفیق سے متحد رہے ہیں ...... یہ ادارہ چھ سال بعد قرآن پاک حفظ کرنے والے بچوں اور بچیوں کے اعزاز میں ایک تقریب منعقد کرتا ہے اس بار یہ تقریب ۵/ جولائی بروز ہفتہ کو تھی جبکہ خواتین کا پروگرام ۶/ جولائی کو تھا...... دعوت نامے کی عبارت کے مطابق گذشتہ چھ سال میں پانچ ہزار بچوں اور بچیوں نے اس ادارے کی مختلف شاخوں سے قرآن پاک حفظ کیا ہے...... تقریب میں ان بچوں کو اعزازی نشان پیش کیا جائے گا۔

دعوت نامے میں پانچ اکابرین کے نام درج تھے...... حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب...... حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب...... حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب...... حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب، جبکہ اس تقریب کے داعی کے طور پر حضرت مولانا سید نفیس الحسینی شاہ صاحب کا نام درج تھا۔ یاد رہے کہ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کے بعد حضرت مولانا نفیس الحسینی صاحب ان کی جگہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر اور ادارہ اقراء روضۃ الاطفال کے سرپرست ہیں۔ تقریب میں شرکت کا دعوت نامہ بلاشبہ...... دلکش تھا...... کئی ہزار حافظ بچوں کی زیارت اور دعائیں...... حضرات اکابر کے ساتھ مجالست...... اور ایک دینی ادارے کے کام کا جائزہ...... عصر کی نماز کے بعد اس مجلس میں حاضری ہوئی...... ماشاء اللہ ہر طرف کرسیوں کی قطاریں تھیں ...... ہر طالبعلم کے ساتھ اس کے والد کی شرکت لازمی تھی...... کراچی بھر کے علماء کرام کی نمائندگی بھی مجلس میں صاف نظر آ رہی تھی...... جبکہ شہر کی اہم سرکردہ دینی شخصیات بھی موجود تھیں...... کم و بیش پندرہ ہزار افراد کا اجتماع تھا۔ مرکزی اسٹیج پر بچوں کا قبضہ تھا اسٹیج سیکریٹری سے لیکر خطابت و پیش کاری تک کے کام کاج وہ خود ہی سرانجام دے رہے تھے...... ان بچوں نے ماشاء اللہ عربی، انگریزی اور اردو

میں تقریریں کیں، بہت خوبصورت جذبات آفرین نظمیں پیش کیں اور خاکوں کی صورت میں کئی اہم عملی مظاہرے دکھا کر حاضرین کے ایمان کو جلا بخشی ...... ان بچوں نے فلسطین، افغانستان، کشمیر اور دیگر جہادی اور مظلوم علاقوں کا بھرپور تذکرہ کیا اور کئی بہت عمدہ جہادی مظاہرے بھی پیش کیے۔

یہ کم سن بچے جب امت مسلمہ کے احوال اور پھر ان پر اپنے جذبات پیش کرتے تو کئی آنکھیں فرط جذبات سے بھیگ جاتیں ...... بعض بچوں نے قیدیوں کا لباس پہن کر اور مصنوعی زنجیریں لگا کر ...... قیدیوں کے پیغام کو بھی خوبصورت اور موثر ڈھنگ میں پیش کیا ...... یہ مجلس دیکھ کر ایک مسلمان کے دل میں قرآن کی شان وشوکت اور اسلام سے محبت کے جذبات پیدا ہونا ایک یقینی بات ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد جمیل صاحب بے انتہا مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کی خدمت میں اتنا بہترین ادارہ پیش کیا ہے۔

تقریب کے آخر میں اکابر کو ایک الگ اسٹیج پر بٹھایا گیا اور حفاظ بچوں کو قطار در قطار ان کے سامنے سے گزارا گیا ...... یہ منظر بہت ایمان آفرین تھا ...... سو دو سو نہیں قرآن کے ڈھائی ہزار حافظ سفید کپڑے پہن کر قطار در قطار چل رہے تھے ...... میں ان کے قدموں کو دیکھ رہا تھا جن کے نیچے فرشتے پر بچھاتے ہیں ...... وہ دور جس میں اسلام اور قرآن کو مٹانے کی بات کی جا رہی ہے اس میں حفاظ کی اتنی بڑی تعداد دیکھ کر دل کو تقویت اور تسلی ملی اور زبان نے حقیقی شکر کا مزا پایا ...... ہمارے سن رسیدہ اکابر بھی یقیناً بہت خوشی محسوس فرما رہے ہوں گے کہ ان کے ایک خادم نے کراچی جیسے شہر میں یہ قرآنی انقلاب برپا کیا ہے ...... امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر زید قدرہ سخت علالت اور پیرانہ سالی کے باوجود مجلس میں تشریف لائے اور آخری دعا بھی انہوں نے کرائی ...... امیر مجلس تحفظ ختم

نبوت حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب بھی ان کے ہمراہ تشریف فرما تھے، جنوبی افریقہ کے علماء کرام کا ایک اعلیٰ سطحی نمائندہ وفد بھی موجود تھا۔

یہ خوبصورت محفل تقریباً چار گھنٹے جاری رہی ...... ڈھائی ہزار حفاظ بچے اکابر کے سامنے سے گزر کر وسیع وعریض مرکزی اسٹیج پر صفیں بنا کر کھڑے ہوگئے انہوں نے قرآن پاک کی آخری اور ابتدائی آیات کا اجتماعی ورد کیا پھر چند بچوں کی سرکردگی میں انہوں نے ختم قرآن کی مفصل دعا پڑھی ...... یہ منظر بہت مسحور کن، یادگار اور ناقابل فراموش تھا ...... اللہ تعالیٰ ایسی مجالس کو جاری وساری رکھے اور ان اداروں کی ہر طرح کے شرور، فتن، اعداء اور حساد سے حفاظت فرمائے ...... آمین

کراچی کے حالیہ قیام کے دوران اس مجلس میں شرکت میرے لئے خوشی اور سعادت کا مقام تھی ...... الحمدللہ کئی گھنٹے تک اپنے اکابر کے ساتھ بیٹھنے کی سعادت ملی ...... درجنوں کی تعداد میں اپنے پرانے احباب، علماء کرام اور دوستوں سے بھی سلام ودعاء ہوئی ...... بس کیا بتائیں زبان شکر سے تر ہوگئی اور دل ...... الحمدللہ ...... خوشیوں سے بھر گیا ......

آج کی مجلس یہیں تک ...... انشاء اللہ کراچی کی باقی باتیں اگلے ہفتے ......

والسلام

محمد مسعود ازھر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(تیسری اور آخری قسط)

کراچی میں چند روز

کراچی میں قیام کے دوران اپنے تنظیمی احباب سے کئی ملاقاتیں ہوئیں ...... جو الحمدللہ بے حد مفید ثابت ہوئیں ......عمومی تاثر کے برخلاف ......اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کام بڑھ رہا ہے اور مسلمانوں کو وہ بہت سارے حقائق سمجھ آ رہے ہیں جن پر خوف اور منفی پروپیگنڈے کے پردے پڑے ہوئے تھے......

کراچی مجلس رابطہ کے رکن اور ہمارے ایک مخلص ساتھی بھائی امین رضا کے گھر ڈاکہ پڑا تھا...... دین دشمن عناصر نے ان کے گھر کا پورا سامان لوٹ لیا...... بندہ اظہار ہمدردی کے لئے ان کے ہاں گیا تو ماشاءاللہ انہیں صبر ورضا کا پیکر پایا......

اپنے پرانے دوستوں کو جامعہ نور میں شام کے کھانے پر دعوت دی ارادہ یہ تھا کہ کھانا کھلانے کے ثواب کے ساتھ ساتھ پرانی یادیں بھی تازہ ہوں گی اور پرانے قصے بھی چھڑیں گے یوں دل کا غبار اترے گا اور محبت کے پودے کو ملاقات کا پانی ملے گا۔

پھر کہیں سے ڈھونڈ کر لا عمر رفتہ دل وہی
مے وہی مینا وہی ساقی وہی محفل وہی

کراچی میں زندگی کے کئی سال گزارے ہیں اور دینی نسبت سے

دوستوں کا ایک قابل قدر حلقہ بھی اس شہر میں موجود ہے......اندازہ تھا کہ ایک سو تک احباب شریک ہوں گے مگر تعداد دو سو سے متجاوز ہوگئی......عصر کے بعد شروع ہونے والی اس مجلس پر ''روحانی رنگ'' زیادہ غالب رہا، کراچی کے احباب نے جہادی نظمیں اور کارگزاری سنائی کراچی کے حلقہ ذمہ داروں کا تعارف بھی ہوا جبکہ مغرب کے بعد حضرت اقدس مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحب نے اصلاحی بیان فرمایا اور مجاہدین کو اخلاص، للٰہیت اور اجتماعیت کی درد بھری دعوت دی۔ بیان کے بعد دعاء اور پھر کھانے کا دور چلا اور یوں عشاء کی اذان تک مجلس ختم ہوگئی۔ جامعہ نور کے اساتذہ وطلبہ خوش تھے کہ انہیں طویل عرصہ بعد اس جنگل میں اتنی آبادی نظر آئی تھی ...... جامعہ نور پچیس ایکڑ زمین پر قائم ایک خالص دینی وتعلیمی ادارہ ہے یہاں پر حفظ وناظرہ کے علاوہ درجہ رابعہ تک درس نظامی کی تعلیم کا نظام موجود ہے جبکہ تخصص کا درجہ بھی قائم ہے۔ ارادہ یہ تھا کہ شہداء کرام کے بچوں کی مکمل دینی تعلیم کا بندوبست یہاں کیا جائے گا۔ اسی عزم کے تحت کام شروع ہوا تھا مگر حالات وعوارض کی وجہ سے یہ کام رفتار نہیں پکڑ سکا اور اس وقت مدرسہ میں ڈیڑھ سو سے زائد طلبہ زیر تعلیم ہیں ان طلبہ میں کئی شہداء کرام کے بچے بھی شامل ہیں۔ جامعہ میں ایک بڑی مسجد تیاری کے آخری مراحل میں ہے طلبہ کی رہائش اور درسگاہوں کے لئے تیس کمرے موجود ہیں مگر یہ تعداد ناکافی ہے۔ اساتذہ کرام کی رہائش کے لئے چھ مکانات ہیں ......اب بعض ساتھیوں نے مزید چوبیس کمرے (درسگاہوں کے لئے) بنوانے کا کام شروع کر دیا ہے۔ کراچی سے کافی دور پرسکون ماحول میں قائم یہ دینی تعلیمی ادارہ اپنی استطاعت کے مطابق مسلمانوں کی دینی خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ جن حضرات وخواتین تک بندہ کا یہ مضمون پہنچے گا ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ اگر آپ کے علم میں شہداء کرام کے ایسے بچے موجود ہوں جن کی

مناسب تعلیم وتربیت ودیکھ بھال کا انتظام نہ ہو تو وہ فوراً اس ادارے سے رابطہ کر کے ان بچوں کو یہاں بھجوائیں ...... انشاء اللہ پرسکون پاکیزہ دینی وروحانی ماحول میں امت مسلمہ کے ان خوش نصیب بچوں کی تعلیم وتربیت کا انتظام کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کچھ حضرات وخواتین اس ادارے میں اپنا اُخروی حصہ شامل کرنا چاہیں تو وہ بھی رابطہ فرما سکتے ہیں......

کراچی میں قیام کے دوران مکتبہ حسن کے جائزے کا موقع بھی ملا۔

الحمدللہ یہ ادارہ اب تک چالیس کے قریب دینی وجہادی کتابیں شائع کر چکا ہے۔ بندہ کی تمام کتابیں اب یہی ادارہ شائع کر رہا ہے...... اس ادارے کے تمام منافع فی سبیل اللہ وقف ہیں چنانچہ کتابوں سے حاصل ہونے والی تمام آمدنی ''وقف'' ہوتی ہے یعنی کسی کی ذاتی ملکیت نہیں بنتی ...... اس ادارے سے کتابیں چھپوانے والے مصنفین حضرات کو پہلے ہی بتا دیا جاتا ہے کہ انہیں کتاب کی آمدنی میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا...... اللہ تعالیٰ نے اس ادارے کو خصوصی مقبولیت عطا فرمائی ہے اور اب اسے اردو کے علاوہ پشتو میں بھی فضائل جہاد شائع کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ ادارے کے تحت شائع ہونے والی کتابوں کے ماشاء اللہ کئی کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور الحمدللہ ...... اشاعت کا یہ سلسلہ تاحال جاری ہے......

آپ نے مکتبہ حسن کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتابوں کی فہرست تو پڑھی ہوگی اب ان کتابوں کے علاوہ یہ ادارہ درج ذیل مزید کتابیں تیار کر رہا ہے۔ (۱) اے مسلمان بہن! ...... یہ ماہنامہ بنات عائشہ رضی اللہ عنہا کے اداریوں اور بعض دیگر مضامین کا مجموعہ ہے...... (۲) تحفۃ المومنات ...... اس کتاب میں خواتین کے لئے وظائف درج ہیں، منزل، اوراد فتحیہ، مسنون دعائیں، اسماء الحسنٰی وغیرہ...... (۳) مسلمہ اصول جنگ ...... حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ کی معرکۃ الآرا

کتاب جو تیاری کے بالکل آخری مراحل میں ہے اور حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی صاحب اس پر مفصل مقدمہ لکھ چکے ہیں...... (۴) دل کی لگی...... ایک روزنامہ میں درویش کے قلم سے چھپنے والی تحریروں اور بعض دیگر مضامین کا مجموعہ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس ادارے کی حفاظت فرمائے اور اسے ہمت واستقامت کے ساتھ امت مسلمہ کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

مکتبہ حسن کے علاوہ ادارہ علم وادب کے منتظمین کے ساتھ بھی تفصیلی ملاقاتیں ہوئیں، یہ ادارہ بھی ''فی سبیل اللہ'' ہے ہفت روزہ شمشیر اور ماہنامہ بنات عائشہ رضی اللہ عنہا اسی ادارے کے زیر اہتمام شائع ہو رہے ہیں۔ ان دو مؤقر رسائل کے علاوہ اس ادارے نے کئی خوبصورت اور اہم کتابیں شائع کی ہیں...... قارئین کرام نے اس ادارے کی مطبوعات کی فہرست ہفت روزہ شمشیر میں ملاحظہ فرمائی ہوگی ...... ہفت روزہ شمشیر الحمدللہ دینی صحافت میں ایک اہم اضافہ ہے اس اخبار کی خوش بختی ہے کہ اسے کئی اہم صاحب قلم علماء کرام اور ادیبوں کی بے لوث معاونت حاصل ہے۔ اسی طرح ملک کے کئی نامور شعراء بھی اس اخبار کے لئے تازہ نظمیں اور قطعات ارسال فرماتے ہیں اس ہفت روزہ اخبار میں عالم اسلام کی خبروں کے علاوہ دینی مسائل کے حل کے لئے الافتاء کے عنوان سے مستقل کالم موجود ہے نیز بہترین تجزیے اور چشم کشا حقائق بھی شامل اشاعت کیے جاتے ہیں۔ دو ماہ کے مختصر عرصہ میں اس ہفت روزہ نے پورے ملک میں اپنی جگہ بنالی ہے مگر اس کے بروقت نہ پہنچنے کی شکایات ہر طرف سے بکثرت موصول ہو رہی تھیں۔ ادارہ علم وادب کے منتظمین کے ساتھ ان شکایات کے ازالے کے بعد یہ طے پایا کہ ہفت روزہ شمشیر اور ماہنامہ بنات عائشہ رضی اللہ عنہا کو انشاء اللہ بروقت قارئین کے ہاتھوں

تک پہنچانے کی بھرپور کوشش کی جائے گی...... الحمدللہ گذشتہ شمارہ واقعی بدھ کے دن تک مختلف علاقوں میں پہنچ گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس اخبار کو خاص قبولیت و مقبولیت عطا فرمائے...... امید ہے کہ ہمارے معزز قارئین اور قاریات بھی اس رسالے کی ترویج و ترقی میں بھرپور تعاون فرمائیں گے۔

کراچی کے پندرہ روزہ قیام کے دوران اپنے خلاف شائع ہونے والے کئی مضامین اور رسائل کو بھی دیکھنے کا موقع ملا...... یہ مضامین اور رسائل جس طبقے کی طرف سے آرہے ہیں، ان کے بڑوں نے ہمارے بڑوں کے بارے میں یہی کچھ لکھا تھا اس لئے زیادہ افسوس نہیں ہوا...... جتنا ہوا اس پر اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید ہے۔

تیرہ مہینے کی نظر بندی کے دوران مجھے یہ دھمکی دی گئی تھی کہ تمہیں بدنام کیا جائے گا...... تا کہ تمہارے گرد سے لوگوں کا ہجوم کم ہو جائے...... تمہاری باتیں سننے والے تھوڑے رہ جائیں...... تمہاری کیسٹیں اور کتابیں اپنی مقبولیت کھو دیں...... بندہ اس دھمکی کے بعد ایسے مضامین اور پمفلٹوں کے لئے ذہنی طور پر تیار تھا...... الحمدللہ...... الحمدللہ...... الحمدللہ...... اس بات پر اطمینان ہے کہ میں اپنے دین، نظریے اور امانت پر قائم ہوں...... اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ابھی تک تھام رکھا ہے اور جو کچھ لکھا جارہا ہے الحمدللہ اس سے مکمل طور پر بری ہوں...... عزت و دولت کے چکروں میں الجھے بغیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے صراط مستقیم پر قائم رکھے، مجھے اپنی رحمت سے تھامے رکھے اور مجھ ناقص و ناچیز سے دین کا کام لیتا رہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق عطا فرمائی کہ میں نے اس کے دشمنوں کو بہت درد پہنچایا اب وہ مجھے درد پہنچانے کے لئے سرگرم ہیں۔ جبکہ میں اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت اور مغفرت کا امیدوار ہوں جس کے وہ کافر امیدوار نہیں ہیں۔ میں اللہ کا شکر

ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے میری طاقت سے زیادہ نہیں آزمایا اور دشمنان اسلام کو مجھ پر کھلی قوت نہیں دی...... میں رب کا شکرگزار ہوں کہ مجھے اتنا نہیں ستایا گیا جتنا ماضی کے مجاہدین کو ستایا گیا۔ مجھ پر وہ الزامات نہیں لگے جو حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ پر لگے تھے اور مجھے وہ گالیاں نہیں دی گئیں جو حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کو دی گئی تھیں۔

یا اللہ! میں سراپا شکر ہوں کہ تو نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا، تو نے وقت کے اولیاء کی محبت اور سرپرستی مجھ حقیر کو نصیب فرمائی...... یہ سچے اولیاء مجھے دعائیں بھی دیتے ہیں اور تسلی بھی...... یا اللہ! یہ سب تیرا کرم ہے...... یا اللہ! تو نے مجھے ایمان والے اچھی ساتھی دیئے اور میرے اپنے ہم خون افراد کو میرے دینی کام کی حمایت کے لئے کھڑا فرمادیا...... یا اللہ! تیری رضا کے لئے...... مجھے یہ گالیاں، پمفلٹ، اشتہارات، الزامات اور طعنے برداشت ہیں۔

یا اللہ! تو جانتا ہے کہ تیری توفیق سے میں نے جہادی اموال میں کوئی خیانت نہیں کی...... جہادی عہدے بغیر استحقاق کسی رشتہ دار کو نہیں دیئے...... کسی مخالف سے مخالف فرد کو پولیس کے حوالے نہیں کیا اور نہ کبھی کسی کی کسی کے سامنے مخبری کی...... یا اللہ تو جانتا ہے کہ میں اپنے قیدی بھائیوں کے لئے تڑپتا ہوں، بس تو مجھے اسی فکر میں لگائے رکھ اور مجھے شہداء اور غازیوں کے خاندانوں کی خدمت کی توفیق عطا فرما...... یا اللہ امت جہاد سے غافل ہے ہمیں جہاد کی ٹوٹی پھوٹی محنت کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرما...... یا اللہ! میں وہی کہتا ہوں جو مؤمن آل فرعون نے کہا تھا:

وَأُفَوِّضُ أَمْرِيْ إِلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ

ہاں! میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر چکا ہوں ان شاء اللہ وہی بہتر

معاملہ فرمائے گا۔

کراچی کے پمفلٹ اور اشتہار الحمدللہ آہستہ آہستہ دم توڑ رہے ہیں ......اب یہ خبر عام ہے کہ میں کوئی سیاسی اتحاد بنا رہا ہوں اور نعوذ باللہ اسرائیل کو تسلیم کر رہا ہوں۔

نعوذ باللہ ......نعوذ باللہ ......نعوذ باللہ ...... یا اللہ! میں اس خبر کے شر سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں ......

کراچی قیام کا ایک خوشگوار پہلو اپنے مشائخ زادوں سے ملاقات کی سعادت ہے......میرے مرشد و مربی حضرت اقدس مفتی ولی حسن صاحب نور اللہ مرقدہ کے صاحبزادے حضرت مولانا سجاد حسن صاحب زید قدرہ سے بہت محبت بھری ملاقات رہی......ایک گھنٹے سے زائد اپنے محبوب مرشد کا تذکرہ ہوتا رہا......خوب مزہ آیا خوب دل کو سکون ملا...... میں جب بھی کراچی جاتا ہوں دارالعلوم کورنگی کے نئے قبرستان میں اپنے حضرت کی قبر مبارک پر ضرور جاتا ہوں ......ان کے مجھ پر بڑے احسان ہیں ......حضرت کے صاحبزادے میں اب ماشاءاللہ ان کی شباہت جھلکنے لگی ہے ملاقات کے دوران معلوم ہوا کہ ہماری روحانی والدہ یعنی حضرت اقدس کی اہلیہ بھی وصال فرما چکی ہیں......انہوں نے حضرت کی بہت خدمت فرمائی تھی اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے......مضمون کے قارئین وقاریات سے بھی امی جی کے لئے دعا کی درخواست ہے......میرے استاذ و محسن حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب نور اللہ مرقدہ کے صاحبزادوں مولانا عزیز الرحمٰن رحمانی، مولانا طلحہ رحمانی اور مولوی حذیفہ رحمانی سے بھی کئی ملاقاتیں ہوئیں اور مولانا عزیز الرحمٰن صاحب رحمانی کی دینی خدمات دیکھ کر خوشی ہوئی جمعرات کی رات مغرب کی نماز اپنی مادر علمی جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری

ٹاؤن کی مسجد میں ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا......جمعرات کی رات اکثر طلباء اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں......یہی سوچ کر میں نے یہ رات منتخب کی تاکہ یکسوئی کے ساتھ حضرت بنوری رحمہ اللہ اور اپنے اساتذہ کی قبور پر حاضری دے سکوں...... بندہ چونکہ خود ایک ادنیٰ سا طالبعلم ہے اس لئے مدارس کے طلبہ مجھے گھیر لیتے ہیں ایسے ماحول میں قبور پر حاضری مشکل ہو جاتی ہے۔

مغرب کے فرض ادا کر کے بندہ معمولات میں مشغول تھا کہ اچانک محسوس ہوا کہ میرا گھیراؤ ہو چکا ہے سر اٹھا کر دیکھا تو مدرسے کے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کی ایک بڑی تعداد نے مجھے گھیر لیا تھا...... میں ان کے اکرام میں کھڑا ہوا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ان بچوں کی قیادت میرے استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد ولی صاحب نور اللہ مرقدہ کے دو بچے کر رہے ہیں......حضرت مفتی صاحب بہت عجیب انسان تھے، انشاءاللہ کبھی موقع ملا تو ان کے بارے میں کچھ عرض کروں گا......میری ہندوستان میں قید کے دوران ان کا قندھار میں انتقال ہوا......وہ علم کے شہسوار اور جہاد کے متوالے تھے......ان کی طبیعت میں سختی اور ظرافت دونوں کا عجیب امتزاج تھا ان کے بچوں سے مل کر ان کی محبت بھری یادیں تازہ ہو گئیں ان بچوں نے ملاقات کے بعد ایک اور بچے کو آگے کر دیا اور بتایا کہ یہ آپ کے استاذ شہید اسلام حضرت مولانا مفتی عبدالسمیع صاحب نور اللہ مرقدہ کا صاحبزادہ ہے......

سبحان اللہ! یہ بچے اتنی محبت و الفت کے ساتھ مل رہے تھے جیسے سالوں پرانا تعلق ہو......غالباً اساتذہ کرام کے ساتھ میرے والہانہ تعلق کے آثار تھے۔ ان تین بچوں کے علاوہ جامعہ کے دیگر اساتذہ کے بچے بھی موجود تھے ان بچوں سے ملاقات کے بعد میں نے سنتیں ادا کیں تاکہ بچے واپس چلے جائیں مگر کوئی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا......قبور پر حاضری سے لیکر شرقی دروازے سے باہر اپنی گاڑی میں بیٹھنے

تک بچوں کا جلوس میرے ساتھ چلتا رہا۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین اساتذہ کرام کے درجات بلند فرمائے ان کی اولاد و اہل کی حفاظت فرمائے ان کے گھر والوں اور بچوں کی اعانت وکفالت فرمائے اور انہیں بھی عالم باعمل مخلص مجاہد بنائے، حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب نوراللہ مرقدہ کے صاحبزادوں نے اپنے گھر کھانے کی دعوت دی اس موقع پر حضرت کی اہلیہ محترمہ جو ہمارے لئے امی جان ہیں نے پردے کے پیچھے سے بہت ساری دعاؤں سے نوازا اور موجودہ حالات کے تناظر میں کئی مفید مشورے عنایت فرمائے ...... اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے ......

جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے نامور فاضل، محقق حضرت اقدس مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب زید قدرہ کے جامعہ احسن العلوم میں بھی حاضری ہوئی ...... ماشاء اللہ یہ ادارہ خوب ترقی کر رہا ہے اور اب تو اس کی شاخیں بھی قائم ہو چکی ہیں ...... حضرت مفتی صاحب نے علمی ضیافت کے طور پر کچھ کتابیں عنایت فرمائیں اور بہت ساری علمی باتیں ارشاد فرمائیں ...... اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب زید قدرہ سے ملاقات کا اشتیاق تو ہمیشہ رہتا ہے اس بار بھی اللہ تعالیٰ نے موقع نصیب فرمایا حضرت کے ساتھ کافی دیر گزارنے کی سعادت ملی ...... خوب دعاؤں سے نوازا اور خوب نصیحتیں فرمائیں ...... کراچی کے پندرہ روزہ قیام کے دوران جن اکابر وعلماء کرام سے ملاقاتیں ہوئیں اگر ان سب کا تذکرہ کیا جائے تو یہ مضمون مزید کئی ہفتے چلتا رہے گا ...... یہ تذکرہ اگرچہ بہت لذیذ ہے مگر اسے مختصر کرنا اب ناگزیر ہے ...... غالباً تیس سے زیادہ حضرات اکابر ومشائخ سے ملاقات ہوئی ہمارے محسن حضرت مولانا قاری

محمد عرفان صاحب زید مجدہ بھی ہری پور سے کراچی تشریف لائے ہوئے تھے ان کے ساتھ دوبار بہت بھرپور ملاقاتیں ہوئیں ...... شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید قدرہ سے بھی مختصر ملاقات کی سعادت ملی ...... کراچی میں گرمیوں کی چھٹیاں ہو چکی ہیں اس لئے سفر کے تمام ذرائع پر خوب رش تھا ...... بہت مشکل سے جہاز پر نشست ملی جہاز کراچی سے ملتان روانہ ہوا تو بندہ نے کاغذ قلم سنبھال کر ''معرکہ'' لکھنا شروع کر دیا۔ ایک گھنٹے کے بعد جہاز کے اترنے کا اعلان ہوا دل میں ہوک اٹھی کہ مضمون پورا نہ ہو سکا اور سفر ختم ہو گیا ...... اچانک جہاز کے کپتان کی بھاری بھرکم آواز بلند ہوئی خواتین وحضرات ہم واپس کراچی جا رہے ہیں کیونکہ ملتان کا موسم خراب ہے اور جہاز کو اتارنا سیکورٹی کے منافی ہے ...... اعلان سنتے ہی جہاز کے مسافروں میں شور مچ گیا میں نے مسکرا کر اوپر دیکھا شکر ادا کیا اور مضمون لکھنے میں مشغول ہو گیا۔ مضمون کا تھوڑا سا حصہ باقی تھا کہ جہاز کراچی ایئرپورٹ پر اتر گیا میں جہاز سے اتر کر لاؤنج کی مسجد میں آیا نماز عشاء ادا کی اور قریب پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ کر پھر لکھنے لگا۔ اس دوران ایک صاحب آ گئے انہوں نے ہچکچاتے ہوئے میرا نام پوچھا میں نے کہا کوئی خدمت؟ انہوں نے میرا نام لیکر کہا آپ فلاں ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں! وہ محبت کے ساتھ ملنے لگے قریب بیٹھ کر فرمانے لگے کہ میں دبئی میں رہتا ہوں، وہاں فلاں امام مسجد آپ کی کیسٹیں اور کتابیں تقسیم کرتے ہیں میں نے آپ کی کئی تقاریر سن رکھی ہیں وہاں ایک آدمی ہے بنگلہ دیش کا رہنے والا وہ آپ کی ہر نئی کیسٹ کسی طرح منگوا لیتا ہے پھر سب لوگ اس سے لیتے ہیں وہ شخص داستان محبت کو طول دینا چاہتا تھا مگر میں مضمون کی آخری سطریں پوری کرنا چاہتا تھا وہ میری حالت بھانپ گیا جلدی سے اجازت لیکر اٹھا اور چلا گیا پھر بھاگ کر واپس آیا اور عطر کی ایک شیشی ہدیہ دے گیا ...... میں سوچ رہا تھا

کہ واپس کراچی کیوں آنا ہوا...... مضمون پورا کرنے کے لئے؟ یا اپنی قسمت کا عطر لینے کے لئے؟...... اللہ تعالیٰ کے کام وہی جانتا ہے۔ انسان کی روزی مقدر ہے جس جگہ ہو انسان تک پہنچ جاتی ہے پھر انسان کو کیا پڑی ہے کہ حرام کھائے، مشکوک کمائے اور اجتماعی جہادی اموال کے انگارے منہ میں ڈالے......

یا اللہ! ہمیں اپنی معرفت عطا فرما اور اپنی محبت کے فیض سے ہمیں سرشار فرما...... آمین

والسلام

محمد مسعود ازہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیاسی اتحاد

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب انڈیا کی قید سے رہائی عطا فرمائی تو میں ابھی پاکستان میں داخل بھی نہیں ہوا تھا کہ مجھے ملک کے ایک بڑے اہم دینی سیاستدان صاحب نے ملاقات کا پیغام بھیج دیا...... اس وقت مجھے کافی خوشی محسوس ہوئی تھی کیونکہ میرے دل میں ان کے لئے بے حد احترام اور عقیدت کے جذبات تھے...... اور الحمدللہ یہ جذبات آج بھی زندہ ہیں، پاکستان پہنچنے کے بعد انہوں نے دوبارہ پیغام بھیجا اس وقت تک ابھی جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان نہیں ہوا تھا۔ بندہ اپنے چند رفقاء کے ہمراہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے بہت محبت، شفقت اور گرمجوشی سے استقبال فرمایا۔ ابتدائی حال احوال کے بعد نہایت پر تکلف کھانا پیش کیا گیا کھانے کے دوران بھی گفتگو جاری رہی بندہ کچھ علیل تھا اس لئے کھانے کا صحیح حق ادا نہ کر سکا۔ یہ بات انہوں نے محسوس فرمائی اور وجہ دریافت کی...... بندہ نے اپنا عذر عرض کر دیا۔ کھانے کے بعد ایک نشست الگ کمرے میں منعقد ہوئی اس میں کئی کبار علماء کرام بھی شریک تھے کئی گھنٹے کی اس نشست میں بندہ کو ملک کی دینی سیاست میں شمولیت کی پرزور دعوت دی گئی...... مجھے یقین ہے کہ یہ دعوت خالصۃً اخلاص اور خیر خواہی پر مبنی تھی دعوت دینے والے بہت اونچے عالم اور

سیاستدان تھے اور انہیں مجھ جیسے کسی ناکارہ انسان سے کوئی غرض نہیں تھی ...... میں ششدر اور حیران تھا کہ کیا جواب عرض کروں؟ مجھے کوٹ بھلوال جیل کے قیدی ساتھیوں کے ساتھ آخری ملاقات کے رقت آمیز مناظر یاد تھے......اور پھر میری رہائی ایک بہت بڑی جہادی قربانی کا نتیجہ تھی......اس دعوت کو آسانی سے ٹھکرانا بھی ممکن نہیں تھا اور اسے فوراً قبول کرنا ......میرے بس کی بات نہیں تھی۔ انہوں نے شفقت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے کئی گھنٹے مسلسل......اور پر مغز گفتگو فرمائی تھی ان کے اردگرد بیٹھے ہوئے علماء کرام بھی ان کی رائے سے متفق نظر آرہے تھے......اور ان میں سے کوئی فرد بھی ایسا نہیں تھا جس کی رائے کو آسانی سے مسترد کیا جاسکے۔ بندہ نے اللہ کے بھروسے پر بات شروع کی اور پندرہ بیس منٹ میں اسے سمیٹ لیا خلاصہ بس اس قدر تھا کہ اگر آپ بندہ سے جہاد کا کام لینا چاہیں تو بندہ آپ کا غلام بن کر اُسے سرانجام دے گا اور اگر ایسا ممکن نہیں تو بندہ از خود......انشاء اللہ...... جہاد کا کام......جس قدر ممکن ہوا شروع کردے گا پھر آپ جب چاہیں اس کام کو اپنے زیر سایہ قبول فرمالیں۔ غالباً میری بات پسند نہیں کی گئی اور مجلس جلد برخواست ہوگئی......اُس مجلس کی کئی خوشگوار اور تلخ یادیں آج بھی دل و دماغ میں زندہ ہیں ظاہری طور پر میں نے اس مجلس میں بہت کچھ کھویا......اپنا ایک عزیز ترین دوست جس کا میں ہم سبق رہا اور ہم اکٹھے تکرار و مطالعہ کرتے تھے......اُس دن سے سخت ناراض ہے۔ وہ دینی سیاستدان جنہوں نے اخلاص و خیر خواہی کے ساتھ دعوت دی تھی اب پہلے جیسی شفقت دینے کو تیار نہیں ہیں۔ آج جب میں اخبارات میں پڑھتا ہوں کہ میں نعوذ باللہ متحدہ مجلس عمل کے خلاف کوئی اتحاد بنا رہا ہوں تو مجھے وہ مجلس یاد آجاتی ہے یقیناً اگر مجھے سیاست میں آنا ہوتا تو میں اُس دن یہ فیصلہ کر لیتا اُس دن تو خود میرے ہم نظریہ بزرگ مجھے نہایت اکرام کے ساتھ بلا رہے تھے...... جب اُن

جیسے بزرگوں کے ساتھ مل کر سیاست میں نہیں آیا تو طاہر القادری صاحب کے ساتھ مل کر کس طرح سے سیاست میں آسکتا ہوں؟

طاہر القادری کے ساتھ تو میرے حروف ابجد بھی نہیں ملتے اور شاید وہ پاکستان کے واحد سیاستدان ہیں جن کی کسی بھی رائے سے مجھے کبھی اتفاق نہیں رہا۔ قارئین کو یاد ہوگا کہ پندرہ روزہ جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اداریئے میں...... قادری صاحب سے کھل کر اختلاف رائے کی سعادت حاصل ہوئی تھی...... پھر دلچسپ بات یہ ہے کہ بندہ کی زندگی بھر کبھی بھی طاہر القادری سے ملاقات نہیں ہوئی۔ غالباً بیس سال پہلے چند گز کے فاصلے پر مسجد حرام میں انہیں دیکھا تھا۔ قادری صاحب ماضی قریب میں جہاد کے سخت مخالف رہے ہیں اور انہوں نے افغانستان پر امریکی حملے کے موقع پر امت مسلمہ سے بالکل الگ موقف اختیار کیا تھا...... خیر چھوڑیئے اس تذکرے کو کیونکہ اگر قادری صاحب کے محاسن کا ذکر چھڑ گیا تو بات بہت دور چلی جائے گی۔ دوسرا نام جس کی طرف مجھے دھکیلا گیا مولانا اجمل قادری صاحب کا ہے۔ حالانکہ گزشتہ ڈھائی سال سے میرا قادری صاحب سے کسی طرح کا کوئی رابطہ نہیں ہے۔ پچھلے دنوں فیصل آباد میں جمعہ پڑھانے گیا تو فون پر مختصر علیک سلیک ہوئی۔ میرے اور ان کے تعلقات کبھی بھی اس نوعیت کے نہیں رہے کہ ہم خدانخواستہ کسی جماعت میں اکٹھے چل سکیں۔ وہ عالم دین ہیں میں ان کا احترام کرتا ہوں مگر میرا جب بھی لاہور جانا ہوتا ہے تو میں ان سے ملاقات کی بجائے میانی صاحب کے قبرستان میں اُن کے دادا حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوری نوراللہ مرقدہ کی قبر مبارک پر حاضری کو ترجیح دیتا ہوں۔ چنانچہ انڈیا سے رہائی کے بعد ان کے ہاں ایک بار جبکہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی مرقد پر بار ہا حاضری ہوئی ہے۔

متحدہ مجلس عمل کے خلاف دینی سیاسی اتحاد بنانے کی خبر سب سے پہلے

روزنامہ امت کراچی نے شائع کی ۔خدام الاسلام کے رفقاء نے امت کے ارباب حل وعقد سے بات کی تو وہ اس خبر پر مصر رہے کافی مشکلات کے بعد وہ تردید قبول کرنے پر رضا مند ہوئے تب انہوں نے بتایا کہ ہمیں یہ خبر مولانا اجمل قادری صاحب نے بھجوائی ہے ہمارے ساتھیوں نے قادری صاحب سے رابطہ کیا تو انہوں نے خبر بھجوانے سے انکار کیا جبکہ قادری صاحب کے بعض قریبی ذرائع نے بھی تصدیق کی ہے کہ یہ خبر قادری نے بھجوائی ہے ۔واللہ اعلم...... حقیقت کیا ہے؟ اور قادری صاحب کو کیا پڑی تھی کہ وہ ایک بے سروپا خبر کو پھیلا کر جھوٹ کی اشاعت کا وبال عظیم اپنے سر لیں ...... خیر روزنامہ امت میں تردید کے بعد ہم نے اطمینان کا سانس لیا مگر ایک دو روز بعد پنجاب کے ایک اخبار نے بھی اس من گھڑت خبر کو شائع کر دیا ...... قارئین خود اندازہ لگائیں کہ کس قدر تواتر ، اہتمام اور ترتیب کے ساتھ یہ خوفناک مہم چلائی جا رہی ہے ۔اخبارات والوں کو تردید کے لئے کہیں تو لیت ولعل کرتے ہیں مجھے کسی نے بتایا کہ روزنامہ انصاف لاہور نے یہ خبر اور پھر اس پر کوئی شرانگیز مضمون بھی شائع کیا ہے ...... میں چونکہ روزنامہ انصاف کا قاری نہیں ہوں اس لئے یہ خبر اور مضمون میری نظر سے نہیں گزرے ...... البتہ مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہ پروپیگنڈہ ایک منظم مہم کے تحت ہو رہا ہے ۔روزنامہ انصاف کے ایڈیٹر سیف اللہ خالد صاحب بہت سہولت کے ساتھ رابطہ کر کے خبر کی حقیقت معلوم کر سکتے تھے ۔ماضی میں انہوں نے کئی بار مجھے اپنے دفتر میں (چند منٹ کے لئے ہی سہی) آنے اور دعا کرنے کی دعوت دی ہے ...... میں اپنی مصروفیت کی وجہ سے ان کی فرمائش پوری نہ کر سکا ممکن ہے اسی گستاخی کا بدلہ انہوں نے حالیہ شرانگیزی کے ذریعے چکایا ہو ...... جہنم کے انگارے دنیا میں بہت خوبصورت اور چمکدار لگتے ہیں اسی لئے کئی لوگ ...... ان سے اپنی جھولیوں کو خوب بھرتے ہیں مگر انہیں یاد رکھنا

چاہیے کہ یوم حساب زیادہ دور نہیں ہے ...... اخبارات والے احباب کو ہم پر صرف یہی غصہ ہے کہ ہم ان سے رابطہ نہیں رکھتے ، اپنی خبریں اور تصویر لگوانے کے لئے انکی منت سماجت نہیں کرتے ، انکی فرمائش کے مطابق انٹرویو نہیں دیتے اور آئے دن اخباری کانفرنسوں کا (بڑے ہوٹلوں میں) انعقاد نہیں کرتے ...... اہل صحافت یہ سمجھتے ہیں کہ آج کوئی بھی ان کے تعاون کے بغیر یا انہیں خوش کئے بغیر نہیں چل سکتا اور نہ کوئی تنظیم اپنا وجود بنا سکتی ہے ...... تو پھر یہ خدام الاسلام والے کس طرح سے کھڑے ہیں اور اخبارات کا تعاون لئے بغیر ان کا دنیا بھر میں چرچہ کیوں ہے؟ ...... اہل صحافت کی اس ناراضگی کے پیچھے اب چند خفیہ ہاتھ بھی سرگرم ہو گئے ہیں چنانچہ آئے دن کوئی نہ کوئی جھوٹی خبر یا افواہ اڑا دی جاتی ہے ...... آج بھی متحدہ عرب امارات سے ایک رشتہ دار کا فون آیا کہ یہاں کے اخبارات میں بھی کئی خبریں گشت کر رہی ہیں ۔سنگرور (بھارت) کی جیل سے ایک مجاہد ساتھی کا خط آیا ہے انہوں نے بھی لکھا ہے کہ یہاں (بھارت) کے اخبارات میں بھی خوفناک سرخیاں جمائی جا رہی ہیں ۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک عالمی مہم ہے جو پاکستان ہی نہیں پوری دنیا میں جاری ہے تا کہ مسلمانوں کے حوصلے پست کئے جا سکیں اور انہیں موثر جہادی دعوت سے بدظن کیا جا سکے ۔ہمیں الحمدللہ اس طرح کی کسی مہم سے کوئی پریشانی نہیں ہے اللہ تعالیٰ خود اپنے دین کا محافظ ہے اور وہ اخلاص پر چلنے والے دینی کاموں کو ظالموں اور حاسدوں کے شرور سے خود ہی بچاتا ہے ۔بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کے مضامین ، پمفلٹ اور اختلافی اشتہارات پڑھ کر غم سے تڑپتے ہوں گے اور یوں وہ ہمیں تڑپا تڑپا کر ختم کر دیں گے تو یہ ان کی خام خیالی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں ہماری صلاحیت اور وقت سے زیادہ دینی کام دے رکھا ہے ...... الحمدللہ ثم الحمدللہ ...... اور یہ کام خوب ترقی کر رہا ہے ...... اس نوازش پر اللہ تعالیٰ

کا جس قدر شکر ادا کیا جائے کم ہے۔لوگ کہتے ہیں کہ جماعت ٹوٹ گئی ہے اور جہاد بدنام ہو گیا ہے حالانکہ زمینی حقیقت یہ ہے کہ جماعت مضبوط ہو گئی ہے اور جہاد ترقی کر گیا ہے پروپیگنڈے کی دھند سے گردن اٹھا کر تو کوئی دیکھے...... ہماری اس بات کی تصدیق حال ہی میں شائع ہونے والے بعض اختلافی پمفلٹ کر رہے ہیں جن میں مخالفین نے ہمیں خوب گالیاں دی ہیں...... خود سوچیں کہ اگر یہ لوگ کامیاب ہو رہے ہوتے تو بے بس ہو کر گالیوں پر کیوں اترتے۔ہمیں ان گالیوں کا کوئی دکھ نہیں ہے۔ہاں! ابھی ایک بدفطرت انسان نے ایک پمفلٹ میں ہمارے استاذ محترم مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحب کو گالیاں بکی ہیں اس پمفلٹ کو پڑھ کر بے حد دکھ ہوا ہے ہمیشہ سے اپنے قلم کو ناپاک کرنے والے اس بدفطرت انسان نے اپنا نام چھپا کر وقت کے ایک عالم کو گالیاں دی ہیں...... اب یہ پمفلٹ اور اشتہار آہستہ آہستہ دم توڑ رہے ہیں جبکہ جہاد کے دشمن کسی نئے وار کی تیاری کر رہے ہیں۔کاش مسلمان اس صورتحال کو سمجھیں ورنہ کون روز روز ان کے سامنے صفائیاں پیش کرتا رہے گا؟ پہلے حضرت امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ تعالیٰ ورعاہ کو بدنام کرنے کی مہم چلی اور اُن کے رفقاء کو توڑنے کے لئے طرح طرح کے جال ڈالے گئے...... یہ مہم الحمدللہ ناکام ہو گئی اور چند محروم انسانوں کے علاوہ کسی نے حضرت کا ساتھ نہیں چھوڑا پھر عرب دنیا میں شیخ اسامہ بن لادن کی مقبولیت کو ختم کرنے کے لئے اعلیٰ پیمانہ پر مہم چلائی گئی...... یہ مہم بھی دم توڑ چکی ہے اور اب اردو سمجھنے والے طبقے میں میرے خلاف یہ مہم جاری ہے تاکہ لوگ جہاد کی بات سننا چھوڑ دیں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو انشاء اللہ یہ مہم بھی ناکام ہو جائے گی اور اگر اس مہم کے آخری حصے کے طور پر مجھے ختم کر دیا گیا (جیسا کہ اس کا قوی امکان موجود ہے) تو تب بھی انشاء اللہ دعوتِ جہاد کا کام چلتا رہے گا بلکہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہو جائے گا۔ماضی کی

سازشوں کو دیکھ کر آسانی سے اس بات کو سمجھا جا سکتا ہے کہ کفر کا ہمیشہ سے یہی طریقہ رہا ہے کہ پہلے ان افراد کو بدنام کیا جائے جن کے گرد مسلمان جمع ہو رہے ہوں اور جن کی دعوتِ جہاد کو توجہ سے سنا جا رہا ہو...... پھر جب بدنامی کا دھواں اچھی طرح پھیل جائے تو انہیں قتل کر دیا جائے تاکہ ان کے حامیوں میں زیادہ ردعمل پیدا نہ ہو اور مسلمان یہ سمجھیں کہ یہ آپس کی لڑائی میں مارے گئے ہوں گے...... غیر ملکی ایجنسیاں، ملک میں موجود جہاد دشمن عناصر اور دین کے نام پر دنیا بنانے والے طبقے اپنی بدنامی مہم میں بری طرح ناکام ہو رہے ہیں ممکن ہے اب وہ آخری وار کریں۔ ہم الحمدللہ اس کے لئے ہر وقت تیار ہیں اللہ تعالیٰ اگر ہمیں اپنے راستے میں قبول کر لے تو اس سے بڑی اور کیا سعادت ہو سکتی ہے...... انسان کی زندگی کے لمحے گنے چنے ہیں انہوں نے ایک دن تو ختم ہونا ہی ہے البتہ مسلمان اس بات پر مطمئن رہیں کہ الحمدللہ ہم نے اُن کے ساتھ کوئی دھوکا یا غداری نہیں کی۔ہم اگر غداری کرتے تو پھر دشمنوں کو ہمارے خلاف اس قدر محنت کی ضرورت کیوں پیش آتی؟ مجھے سیاست میں آنا ہوتا تو اس دن آ جاتا جب ایک مخلص بزرگ نے اس کی دعوت دی تھی اُس دن میں نے ان کی دعوت، انا یا ضد کی وجہ سے نہیں بلکہ جہاد کی محبت کی وجہ سے واپس کی تھی...... اللہ کرے دین اور جہاد کے ساتھ میری یہ محبت قائم رہے اور میرے جسم میں خون کی طرح دوڑتی رہے اور اللہ تعالیٰ ہمیں دین اور جہاد کے راستے میں قبول فرمالے اور ہم پر کسی کافر، ظالم اور منافق کو مسلط نہ فرمائے اور ہمیں کبھی بھی میدان سے اور دین و جہاد کے کام سے محروم نہ فرمائے...... آمین

والسلام

محمد مسعود ازہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شکرِ آزادی

اگست کی چودہ تاریخ تھی ۔۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے ٹھیک نوے سال بعد ۱۹۴۷ء میں ہم آزاد ہو گئے ...... جی ہاں! بغیر کسی جنگ اور لڑائی کے ...... ہاں آزاد ہوتے ہوتے بہت کچھ چھن گیا ...... لاشوں کے انبار اور خون کی نہریں کون بھلا سکتا ہے ۔اب ماشاءاللہ تیسری نسل جوان ہے مگر یادیں تازہ ہیں اور خون نظر آ رہا ہے ......
انگریز برصغیر چھوڑنے پر مجبور تھا اُس کا ظالمانہ نظام سمٹ رہا تھا اور زمین اُس کے قدموں سے کھسک رہی تھی ...... وہ جو کچھ لوٹ سکتا تھا لوٹ کر واپس جا رہا تھا مگر جاتے جاتے مسلمانوں کے خلاف اپنے ترکش کا آخری تیر تک چلانا چاہتا تھا ...... ماؤنٹ بیٹن، ریڈ کلف اور بہت سارے بھیانک کردار ...... تقسیم میں بدترین ڈنڈی اور خیانت ...... پنجاب کی تقسیم، بنگال کی تقسیم، حیدرآباد اور جوناگڑھ کے لئے الگ آئین اور ریاست جموں وکشمیر کے لئے الگ قانون ...... ملک ملا مگر اس کی سرحدیں آپس میں نہیں ملتی تھیں ...... آزادی دی جا رہی تھی ...... مگر شرط تھی کہ پہلا گورنر جنرل ہمارا ہوگا۔ ہندو مان گئے کیونکہ یاری پکی تھی مسلمان نہ مانے جس کا بھرپور انتقام لیا گیا۔ فوج بانٹی گئی تھوڑی سی ادھر باقی ساری اُدھر اور ادھر والوں پر برطانیہ کا جنرل گریسی سربراہ ...... خزانہ تقسیم ہوا ...... اُدھر انبار ادھر کوڑیاں ...... کاش گورے انگریز کے تمام

کالے کرتوت ہماری نوجوان نسل کے سامنے آ جائیں تو کوئی انگریز بننا تو در کنار اس پر تھوکنا بھی گوارا نہ کرے ...... مگر انگریزوں کا کردار اور ان کا اصلی بھیانک چہرہ بہت تھوڑے لوگوں کو یاد ہے ...... جلتے تندوروں میں پگھلتی چربی اکثر لوگ بھولتے جا رہے ہیں ۔ہاں غلامی اور غفلت کا نشہ ایسا ہی ہوتا ہے ...... کس نے ہندو بلوائیوں کو کھلا ہاتھ دیا کہ ہزاروں مسلمان گاجر مولی کی طرح کٹ گئے؟ کس نے سکھوں کے جتھے منظم کرائے کہ سرزمین پنجاب ابھی تک خون اگل رہی ہے؟ کس نے کشمیر کو سولی پر لٹکایا کہ اب تک اس کے زخموں سے خون رس رہا ہے؟ ہاں کون تھا وہ ظالم جس نے ریاست حیدرآباد پر سردار پٹیل جیسے حیوان کو خون کی ہولی کھیلنے کا موقع دیا کون تھا وہ بد باطن خبیث جس نے برصغیر میں جن سنگھ کی جڑوں کو مضبوط کر کے دھرتی پر ایک نیا اسپین بنانے کی کوشش کی؟ کون تھا وہ شیطان جس نے جونا گڑھ کی ریاست کو لہولہو کیا؟ کون تھا وہ سازشی درندہ جس نے برصغیر کے مسلمانوں کو مسائل کے انگاروں پر ننگے پاؤں کھڑا کر دیا؟ ...... انگریز صرف انگریز ...... ظلم، نفرت اور شیطنت کی علامت ...... خباثت نجاست اور غلاظت کا پتلا ...... سفاکیت، درندگی اور چنگیزیت کی بھیانک تصویر، ناپاک پلید اور مردار سے زیادہ بدبودار ...... قابل نفرت نہیں ...... واجب نفرت ...... صرف وہ خود نہیں بلکہ اس کی ہر چیز ...... ہاں اس کا ملک، نظام، تعلیم، نظام سیاست اور خود اس کا وجود واجب نفرت اور انسانیت کے چہرہ پر بدنما دھبہ ......
ہم آزادی کے دن شکرانہ ادا کرتے ہیں ...... خوشی بھی مناتے ہیں مگر انگریز کی طرف سے لگائے جانے والے زخموں کے رستے خون کو بھی دیکھتے ہیں ...... ہم برصغیر کے تاجدار تھے ۔وشاکھا پٹنم سے لے کر خیبر تک ہمارا سکہ چلتا تھا، کشمیر سے کنیا کماری تک ہمارے گھوڑے دوڑتے تھے ...... ہم مسلمانوں نے اس تاریک خطے کو روشن کیا تھا اور ہم نے ظلم وستم اور چھوت چھات سے ناپاک اس دھرتی کو پاک کیا تھا ...... حضرات

صحابہ کرام سے لے کر محمد بن قاسم تک ہم یہاں آتے رہے اور زمین کو آسمان سے ملاتے رہے...... کفر وشرک کی غلاظت سے متعفن اس دھرتی کو شہداء کے خون اور غازیوں کے پسینے نے عروج بخشا...... راجواڑوں میں بکھرے اس خطے کو ہم نے ایک ملک بنایا...... منوواد کے ظلم میں پسے اس علاقے کو ہم نے رعایا کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے والے حکمران بخشے۔ نفس پرستی کے اس جنگل کو ہم نے عالمگیر جیسا روزے دار حکمران دیا...... الغرض...... اس خطے میں جو خیر آئی مسلمانوں کی بدولت آئی اور جو خیر موجود ہے مسلمانوں کی برکت سے موجود ہے...... ہندومت، کوئی مذہب نہیں...... نہ کوئی دین ہے نہ دھرم...... جہالت، رسومات، چھوت چھات، طاقتور کی پوجا...... کمزور پر ظلم، ذاتی مفادات کا حصول اور انسانوں میں طبقاتی تقسیم...... مذہب تب بنتا جب عقیدت کا مرکز کوئی ایک ذات ہوتی، یہاں ہر بستی کا خدا الگ اور ہر گاؤں کا دیوتا جدا...... دین تب بنتا جب سب کے لئے برابر اور یکساں قوانین ہوتے...... مگر یہاں برہمن کی دنیا الگ اور شودر کا جہان الگ۔ دھرم تب بنتا جب سب کا رخ ایک طرف ہوتا مگر یہاں تو آپا دھاپی ہے، بس حاجت پوری ہونی چاہئے خواہ رام پوری کرے یا راون...... ہندو برصغیر کا اقتدار کبھی بھی واپس نہیں لے سکتا تھا...... ہندو سماج اب اسلام کے نور سے منور ہو رہا تھا اور لاکھوں نہیں کروڑوں انسانوں کو کفر، شرک، چھوت چھات اور طبقاتی کشمکش سے نجات مل رہی تھی...... شامت اعمال کہ منحوس انگریز آ ٹپکا اس نے متحد مسلمانوں کو بانٹ دیا اور بٹے ہوئے ہندوؤں کو جوڑ دیا۔ وہ برصغیر میں کفر کا راج چاہتا تھا اور اسلام کا مکمل یا جزوی خاتمہ...... ممکن ہے وہ خود کو کامیاب سمجھے مگر ایسا نہیں ہے...... اور ممکن ہے وہ خود کو ناکام گردانے مگر ایسا بھی نہیں ہے...... شیطان کی طرح وہ ایک حد تک اپنے ناپاک مشن میں کامیاب رہا...... اُس کی یہی کامیابی ہمارا رستا زخم ہے۔

۱۴ اگست کا دن آ رہا ہے ہم چودہ پندرہ کروڑ مسلمان پاکستان کی خوشی منائیں گے...... ہاں ضرور...... اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ مگر ہندوستان میں بسنے والے پچیس کروڑ مسلمان کیا کریں گے؟ صرف ایک دن بعد، جی ہاں پندرہ اگست کو ان کے سروں پر مشرکوں کا ترنگا لہرایا جائے گا...... وندے ماترم کی دھنوں سے ان کا منہ چڑایا جائے گا اور راج چبوترے سے ڈاکٹر عبدالکلام ان کا اور اپنا مذاق اڑائے گا...... ہاں ۱۴ اگست ضرور آئے گا۔ مگر کشمیر، پونچھ، راجوری، اور جموں کے مسلمان بندوق اور سنگین کے سائے میں اس دن معلوم نہیں کتنی مزید لاشیں گنیں گے...... کچھ جانباز لال چوک پر پاکستانی پرچم ضرور لہرائیں گے اور کچھ سرفروش اپنے گھروں کو اس پرچم سے رونق بخشیں گے...... مگر کون؟ ہاں کون انہیں شاباش دے گا؟ خیر سگالی کے جذبے میں مگن حکمران اپنا خون بھولتے جا رہے ہیں...... کون ان ماؤں کے سر کا آنچل درست کرے گا جو اُس دن مزار شہداء کی طرف بے قراری سے دوڑ رہی ہوں گی؟ کون ان بہنوں کے آنسو پونچھے گا جن کے جوان بھائی خاک کا پیوند بنا دیئے گئے...... ہاں ۱۴ اگست کو اکثر کشمیری بچے بھوک سے بلک بلک کر روئیں گے ہڑتال کے دن انہیں کون دودھ لا کر دے گا؟...... مگر ۱۵ اگست انڈین فوجیوں کو بڑا کھانا دیا جائے گا، شراب اور گوشت کے دور چلیں گے، بھیانک قہقہے، کالے منہ، پیلے دانت، مکروہ عزائم اور شیطانی کارنامے...... کشمیر کی خوبصورت وادی دونوں دن...... یہ منظر دیکھے گی...... اُدھر بنگلہ دیش کے ستر لاکھ مسلمان ۱۴ اگست کو کیا سوچیں گے۔ وہ کسے یاد کریں گے ان لوگوں کو جو مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے یا ان کو جنہیں خود انہوں نے مسلمان ہونے کے باوجود مار دیا...... برہمن سامراج نے ۱۹۷۱ء وہ خوفناک کھیل کھیلا جو بھلائے نہیں بھولتا...... ہاں ہم ایک دوسرے کے ہاتھوں کٹ گئے...... اور لٹ گئے...... خود ہم ہی قاتل تھے اور ہم ہی مقتول۔ ہاں ہم ہی ظالم تھے اور ہم ہی مظلوم۔

کیا کیا یاد کریں؟ وہ بچیاں جن کی عصمت اپنوں نے تار تار کر دی۔ روز قیامت جب وہ اپنا شکوہ لے کر کھڑی ہوں گی تو بہت سارے فرعونوں کی تنی گردنیں ٹوٹ جائیں گی ...... وہ بنگالی مسلمان جنہیں بے دردی سے مار دیا گیا ...... وہ غیر بنگالی مسلمان جنہیں صرف غیر بنگالی ہونے کے جرم میں کفن، دفن اور جنازے تک سے محروم کر دیا گیا ...... کون کاٹ رہا تھا؟ کون کٹ رہا تھا؟ کاش کوئی ہندو کے مکروہ چہرے کو ۱۹۷۱ء کے شہداء کے خون میں دیکھے ...... اب پھر وہی بھیڑیا دوبارہ اپنے دانت گاڑنے کو ہے۔ ۱۹۷۱ء کا نقشہ ایک بار پھر تیار ہے۔ کل کا بیان پڑھ لیجئے ...... پاکستان کشمیری مجاہدین کے خلاف ہماری اس طرح مدد کرے جس طرح وہ القاعدہ کے خلاف امریکہ کی کر رہا ہے ...... خیر سگالی کے جذبے صرف اسی لئے ہیں کہ ایک بار پھر خون کا بازار سجے، ہم ایک دوسرے کو کاٹیں اور ہم ایک دوسرے کو مٹائیں ...... وہ بھیانک لمحہ قریب آرہا ہے اس وقت بھی برہمنی سامراج کی پشت پر گورے قاتل کھڑے تھے آج بھی وہی منظر ہے۔ ہائے کاش یہ ظالم لمحہ ٹل جائے ...... ہم میں سے کسی نے بھی اپنوں کو مارنے کے لئے وردی نہیں پہنی اور نہ کسی نے مسلمانوں کا خون بہانے کے لئے بندوق اٹھائی ہے ...... برہمنی سامراج کشمیر میں جنگ ہار چکا ہے۔ اب وہ میدان چھوڑ کر سازش کا دستر خوان بچھا رہا ہے ...... ۱۴/اگست آرہا ہے، ممکن ہے ہجرت کے دوران شہید ہونے والوں کے خوشبودار خون کا کوئی جھونکا ...... ارباب اختیار کے ناک تک پہنچ جائے ...... ممکن ہے کسی روتی سسکتی ماں کا کوئی آنسو سرحد عبور کر سکے ...... ممکن ہے کسی بہنا کی کوئی غمزدہ ہچکی ہمارے کانوں تک پہنچ جائے ...... ایسا لگتا ہے یوم آزادی کے پٹاخے اسی لئے چھوڑے جاتے ہیں تاکہ اردگرد کی آوازوں سے اپنے کانوں کو بچایا جا سکے ...... مگر آوازیں بہت سخت اور اونچی ہیں کانوں تک نہ بھی پہنچ سکیں تو دل کو ضرور چھید دیں گی ...... اے شراب کے جام پر جشن آزادی منانے والو ...... تم مسلمان

ہو اور تم نے ایک دن اپنے مالک کے دربار میں حاضر ہونا ہے ...... تم شراب پی کر اپنے غم نہیں بھلا سکتے کیونکہ اصل غم تو آخرت کا غم ہے اور تمہارے چاروں طرف مسلمان سسک رہے ہیں اور ان کے مظلوم بچے درد سے بلک رہے ہیں۔

رقص اور موسیقی کے درمیان اس مبارک دن کی ناقدری کرنے والو!

آزادی، شراب و کباب کی آزادی نہیں ہے ...... لاکھوں مسلمانوں نے اپنا خون رقص وموسیقی کے لئے نہیں بہایا تھا۔ یہ ناپاک کام تو کافر ملکوں میں زیادہ آزادی سے ہو سکتے ہیں ...... آزادی کا نعرہ اس لئے نہیں لگایا گیا تھا کہ ہم آزادی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر سکیں ...... دیکھو! موت کا لمحہ قریب آرہا ہے ...... قبر کسی کو معاف نہیں کرتی اپنے بچاؤ کی خاطر دین کو داؤ پر لگانے والے بھی مر جائیں گے اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے والے بھی چلے جائیں گے ...... جب یہاں کسی نے نہیں رہنا تو پھر یہ خرمستیاں کس لئے ہیں ...... اللہ کے لئے اپنے شہداء کو یاد رکھو ...... اپنے دین کو یاد رکھو اور اپنی زندگی کے مقاصد کو یاد رکھو ...... آج برصغیر میں ہندو متحد ہے جبکہ ہم چار ٹکڑوں میں بٹ چکے ہیں ...... ہمیں تضادات اور بے حیائی میں الجھایا جا رہا ہے ...... اٹھو اور ایک ہو جاؤ اور اپنے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر جمع ہو جاؤ ......

آزادی کا شکر یہی ہے کہ دین کی آزادی حاصل کرو ...... تمہیں نماز سے کوئی نہ روک سکے، تمہیں جہاد سے کوئی منع نہ کر سکے، کوئی تمہیں زبردستی گناہوں کے دلدل میں نہ پھنسا سکے ......

آؤ آزادی کا شکر کرو اور پکے مسلمان بن جاؤ۔ ایسا مسلمان جسے دیکھتے ہی اسلام سمجھ میں آجائے ...... آؤ اسلام کے جانباز مجاہد بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آزاد وطن اسی لئے دیا تاکہ ہم اپنی جان اور اپنا مال اللہ کے حضور پیش کر سکیں ...... اٹھو اور دیکھو کہ کشمیر کی وادیاں تمہاری منتظر ہیں ...... مسجد اقصیٰ کو آزاد کرانے کے لئے ہمیں خو

دکھڑا ہونا ہوگا......ہم آزاد ہیں تو پھر ہمیں کسی کے دباؤ میں آ کر اپنے مسلمان بھائیوں کے گلے نہیں کاٹنے ہوں گے اور نہ اپنے مسلمانوں کو کافروں کے سپرد کرنا ہوگا۔ یہ وطن رب نے دیا ہے اور رب ہی اس کی حفاظت کر سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ تب حفاظت فرمائے گا جب ہم اسے راضی کریں گے۔ مسلمان بن کر...... مجاہد بن کر......امت مسلمہ کا غمخوار بن کر...... ماضی میں کسی ملک کا بیڑہ ہماری مدد کو نہیں پہنچا اب بھی نہیں پہنچے گا...... ماضی میں کافروں کے سامنے جھکنے نے ہمیں کوئی فائدہ نہیں دیا اب بھی کوئی فائدہ نہیں ملے گا......اصل طاقت اللہ تعالیٰ کی طاقت ہے وہی ملک کو بچا سکتا ہے اور وہی دشمنوں کے منہ پھیر سکتا ہے...... آیئے آزادی کا شکر ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا عزم کریں اور پوری امت مسلمہ کے ساتھ یکجہتی کا اعلان کریں۔

فلسطین کے مسلمانو! ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

افغانستان کے مسلمانو! ہم تمہارے سنگ ہیں۔

کشمیر کے مسلمانو! ہم تمہارے ہمقدم ہیں۔

اے دنیا بھر کے مسلمانو! ہم آزاد ہیں اور پوری آزادی کے ساتھ تمہارے ساتھ ہیں...... آج تک کوئی بزدل موت سے نہیں بچ سکا اور نہ کوئی بہادر وقت سے پہلے مرا ہے......پھر کیوں بزدلی اور گناہ کے رستے پر چلیں...... حکمت بھی یہی ہے اور مصلحت بھی یہی کہ ہم پکے مسلمان بن جائیں...... پکے مجاہد بن جائیں اور امت مسلمہ کے پکے غمخوار بن جائیں......اگر ایسا ہوگیا تو پھر......

یوم آزادی زندہ باد...... پاکستان زندہ باد......امت مسلمہ پائندہ باد

والسلام

محمد مسعود ازہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیازی آنسوؤں والا

کافی سارے لوگ چلے گئے ایسا لگتا ہے کہ نورانی بادلوں کے پیچھے...... ہنستے مسکراتے...... چھپ گئے...... وہ پیازی آنسوؤں والا جری نوجوان......شاہ زیب...... کپواڑہ کے برف پوش پہاڑوں میں گم ہوگیا...... کشمیر والے اسے جلد نہیں بھلا سکیں گے...... وہ جنگلوں کا شہزادہ اور فلک بوس چٹانوں کا تاجدار تھا...... اس نے اپنی مختصر سی زندگی کی سینکڑوں راتوں کو یادگار بنایا اب وہ ان راتوں کی لذت سے سرشار ہورہا ہوگا......اصرار کرنے پر وہ چند راتیں سنا دیا کرتا تھا، فائرنگ کریک ڈاؤن، زخم اور برف کے بستر والی راتیں...... ایسی راتیں قسمت والوں کو نصیب ہوتی ہیں دنیا پرست لوگ تو چند گھنٹے اس حالت کو برداشت نہیں کر سکتے۔ نشہ ہمیشہ تلخ ہوتا ہے مگر بعد میں سرور دیتا ہے اور بے کیف کر دیتا ہے۔ جہاد کا نشہ بہت تلخ مگر بے حد پرکیف ہے وہ کئی سال گزار کر آیا اپنے دوست احباب سے ملا، والدین کے قدموں میں بیٹھا، محبت کرنے والی بہنوں سے ہمکلام ہوا۔ مگر وہ ہر وقت کھویا کھویا سا رہتا تھا جیسے جسم یہاں اور خود کہیں اور ہو......اس نے تربیت گاہوں میں جا کر کشمیر کا درد سنایا وہ اپنے شہید ساتھیوں کے والدین سے ملنے گیا اس نے بعض اجتماعات سے خطاب بھی کیا......ان دنوں مجھے بھی کئی بار اس کے ساتھ

بیٹھنا نصیب ہوا...... وہ اپنے الفاظ کو جگر کے خون سے غسل دے کر ادا کرتا تھا یقین کریں میں نے آج تک اس جیسا سچے درد میں ڈوب کر بولنے والا نہیں دیکھا...... ہم بھی کبھار اسے جان بوجھ کر ہنساتے تھے تا کہ مجلس کی حدت کچھ ماند پڑ جائے وہ ہمارا دل رکھنے کے لئے ہنس پڑتا مگر اس کی ہنسی میں کسی انجانے درد کے رونے کی سسکیاں صاف محسوس ہوتی تھیں۔

؎ نہ جائیں میری اس خندہ لبی پر دیکھنے والے
کہ لب پر زخم کے بھی تو ہنسی معلوم ہوتی ہے

کشمیر میں مجاہدین کن حالات میں دن رات گزارتے ہیں وہ جب سناتا تو ہم بے خود ہو جاتے بلکہ آنکھوں سے لیکر پاؤں تک بھیگ جاتے۔ وہ مجاہدین میں اختلاف کی بات کرتا تو بے اختیار پھوٹ پڑتا۔ تب اس کی بلند ہچکیاں سن کر مجالس پگھلنے لگتیں...... میں نے اسکی زندگی ہی میں اس کے درد پر مضمون لکھ ڈالے غالباً ایک مضمون کا عنوان ”پیازی آنسو“ تھا۔ اگر قارئین کو کہیں ملے تو دوبارہ پڑھ لیں۔ کیونکہ پیازی آنسوؤں والا وہ شاہ زیب ایمانی مستی کے دریائے رنگ و نور میں گم ہو چکا ہے۔ جی ہاں! خوشبو کے معطر جھونکے کی طرح بکھر چکا ہے...... انشاء اللہ اپنے درد کا مرہم پا چکا ہے...... مجھے اس کی شہادت کی خبر ملی تو دل پر چوٹ لگی...... کیوں نہیں؟...... وہ امت مسلمہ کا ایک قیمتی سرمایہ تھا...... وہ میدان جنگ کا آزمودہ کار جرنیل تھا۔ اس نے ایک دو نہیں درجنوں لڑائیوں میں مشرکین کی ناک خاک میں ملائی۔ اس کے دل سے گولی راکٹ کا خوف نکل چکا تھا۔ ایسے لوگ امت مسلمہ میں بہت کم ہیں۔ آج تو ہر طرف جان بچاؤ طبقہ جھاگ کی طرح پھیلا پڑا ہے کسی کو لڑائی (قتال) کا شرعی ہونا سمجھ میں نہیں آ رہا...... کوئی سمجھ تو چکا مگر ہمت نہیں پاتا...... کوئی ہمت کر کے قدم بڑھاتا ہے مگر بزدلی اور کم صلاحیت آڑے آ جاتی ہے اور کوئی پہنچ

جاتا ہے مگر اس کے دل سے گولی راکٹ کا خوف نہیں نکلتا۔ بہت تھوڑے لوگ رب تعالیٰ کے حکم قتال کو پورا کرنے کی ہمت، طاقت اور صلاحیت رکھتے ہیں اور پھر انہیں لڑانے والے، کمان کرنے والے، منظم ترتیب بنانے والے آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ شاہ زیب لڑنے والا بھی تھا اور لڑانے والا بھی۔ ایسے لوگوں کے جانے سے ایک خلا تو ضرور پیدا ہوتا ہے تب ذمہ دار کے دل پر چوٹ لگتی ہے۔ اس لئے کہ کام کو بچانے کی فکر اللہ تعالیٰ کسی کسی کو دیتا ہے۔ مگر جب نظر شاہ زیب کی تڑپتی زندگی اور سلگتی جوانی پر پڑتی ہے تو دل سے شکر نکلتا ہے۔ ہاں! اچھا ہوا رب کی رحمت نے اسے اپنی ٹھنڈی اور میٹھی آغوش میں لے لیا۔ ایسی کڑھن والی زندگی کے چند لمحات جینا دل گردے کا کام ہے چہ جائیکہ چوبیس گھنٹے فکر میں گھلتے رہنا سلگتے رہنا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کے غم میں پگھلتے دیکھا تو فرمایا: شاید آپ اپنے کو آپ اسی غم میں ختم کر دیں گے۔ شاہ زیب کو آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت سے اس غم کا کچھ حصہ نصیب ہو چکا تھا اس لئے وہ گھر آ کر چند دن بعد ہی واپس چلا گیا اور اب وہ ادھر نہیں آئے گا کیونکہ اس کا منزل کی طرف سفر شروع ہو چکا ہے۔ ایسا سفر جس کی لذتیں خود اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمائی ہیں۔ زندگی کا سفر، رب کی طرف سے خصوصی روزی کا سفر، عیش اڑانے والا سفر، خوشیوں والا سفر، اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام کی بارش میں مست ہونے والا سفر، خوش خبریوں اور خوش وقتیوں والا سفر اور اجر کے خزانے لوٹنے والا سفر...... یہ سب کچھ رب تعالیٰ نے ایک آیت میں بیان فرما دیا ہے جبکہ دیگر آیات و احادیث میں اس سفر کی اور بہت ساری خوشیوں، مستیوں اور رنگینیوں کا تذکرہ ہے...... فرشتوں کے ریلے اور حوروں کے جھرمٹ...... سبحان اللہ! ان میں سے ایک کا دیدار ہی دکھوں کے مداوے کے لئے کافی ہے مگر وہاں تو میلے اور جھرمٹ

ہیں اور صرف دیدار ہی نہیں وصال بھی ہے...... یہ رب کی محبت کے وہ ولوے ہیں جو پہلے قدم پر استقبال کرتے ہیں۔ میں شاہ زیب جیسے خوش نصیب جواں کے والدین سے ملنے گوجرانوالہ جا پہنچا۔ سفر کا آغاز ہی مبارک رہا کہ امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ العالی سے ملاقات ہوگئی۔ آپ نے محبت سے بٹھایا حسب معمول جوس پلایا دوبار ہاتھ اٹھا کر دعاؤں سے نوازا۔ میں ان کی راحت کے پیش نظر بار بار اٹھتا تھا اور وہ بطور شفقت بار بار بٹھاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے شایانِ شان اجرِ عظیم عطا فرمائے اور امت مسلمہ کے لئے ان سے استفادے کے مواقع جاری رکھے...... شاہ زیب کا گاؤں گکھڑ کے قریب ہی تھا...... بہت سارے لوگ جمع تھے ان لوگوں میں شاہ زیب کے بزرگ والد کسی دولہے کی طرح چمک دمک رہے تھے اور نمایاں تھے۔ جب دنیا میں شہید کے والد کا یہ اعزاز ہے تو آخرت میں کیسا اعزاز ہوگا؟...... کیونکہ اصل وعدے آخرت کے بارے میں ہیں دنیا کی بابت نہیں...... ایک دوسرے مکان کی چھت پر خواتین کا جھمگٹا تھا...... معلوم ہوا کہ شہید کی خوش نصیب اماں اور بہنیں ان میں موجود ہیں۔ شہید کے بھائی چہروں پر حقیقی خوشی کی رونق سجائے بھاگے بھاگے پھر رہے تھے۔ مہمانوں کو سنبھال رہے تھے اور آنے والوں کا استقبال کر رہے تھے۔ میرے پاس کئی لوگوں کو لایا گیا کہ شہید کے فلاں رشتہ دار ہیں۔ یہ فلاں رشتہ دار ہیں۔ اس دن بس وہی دیکھا اور پہچانا جا رہا تھا جسے شہید کے ساتھ کوئی نسبت تھی۔ جب بھی کسی کے بارے میں یہ اعلان ہوتا کہ یہ شہید کا فلاں رشتہ دار ہے تو میرے حاضرین ادب و احترام کے ساتھ راستہ چھوڑ دیتے اور اکرام کے ساتھ انہیں میرے پاس لاتے، سبحان اللہ شہید کے ساتھ نسبت کی قدر قیامت کے دن کھل کر سمجھی جائے گی۔ جب فرشتے شہید کے رشتہ داروں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر لائیں گے اور پھر ان میں سے ستر کی شفاعت

کا اختیار شہید کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ شہید کے بھائیوں نے لاؤڈ اسپیکر کا انتظام کر رکھا تھا بلا تمہید بیان شروع ہوا اور میں اپنے دردمند دوست کے تذکرے میں کھو گیا...... مگر ہمارے پاس بہانے کے لئے محض سفید آنسو تھے کیونکہ پیازی آنسوؤں والا تو چلا گیا...... ہاں! اب گوجرانوالہ کے احباب اور کارکن شاہ زیب کے پیازی آنسوؤں کا درد بانٹنے کے لئے ۲۵ ستمبر کی رات ایک بڑے اجتماع کی محنت کر رہے ہیں۔ کوئی ہے جو دو رکعت پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر اس مبارک اجتماع کے لئے دعا کر دے اور شہید کے مشن میں کسی حد تک شامل ہو جائے۔

والسلام

محمد مسعود ازہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جہادِ ہند کا شہباز جرنیل

اس کی آواز میں ''زندگی'' بولتی تھی اور اس کی للکار میں ''شیر'' گرجتا تھا وہ جہاں گیا چھا گیا اور اس نے جو کچھ کہا سنا گیا...... ایسے لوگ بہت کم پیدا ہوتے ہیں اور زمانہ انہیں کی بدولت سانس لے رہا ہے...... میدان کے اکثر شہسوار گفتار کی بھول بھلیوں سے نا آشنا ہوتے ہیں جبکہ گفتار کے مشاق میدان کی سنگینیوں سے نابلد، مگر وہ تو کردار و گفتار دونوں کا غازی ہی نہیں ''غازی بابا'' تھا۔ جہاد کا آغاز اس نے سب کی طرح ''تربیت'' سے کیا...... ہزاروں لوگ تربیت لیتے ہیں پھر ان میں سے چند ایک خود تربیت دینے کے قابل بنتے ہیں وہ اس مرحلے کو ایک ہی جست میں عبور کر گیا اور مجاہدین کا محبوب استاد بن گیا...... اس سے تربیت لینے والے آج بھی اس کے افسانوی انداز کو یاد رکھتے ہیں۔ وہ جسم کے ساتھ نظریہ بھی بناتا تھا اور دوستوں کے ساتھ ساتھ دشمنوں کے نام بھی رٹواتا تھا اس کے جسم اور دماغ دونوں میں بجلیاں بھری تھیں اس لئے وہ پرانوں پر سبقت لے گیا...... کئی افراد تربیت دینے لگتے ہیں تو محاذ جنگ کی کشش کی طرف لپکنا چھوڑ دیتے ہیں...... مگر وہ لپکا اور پھر ایسا چمٹا کہ اب قیامت تک کوئی اسے محاذ سے دور نہیں کر سکتا...... وہ ایک عام مجاہد کی طرح وادی میں داخل ہوا مگر کچھ ہی عرصہ بعد اس نے کپواڑہ

سے سرینگر تک کا علاقہ ناپ لیا اس نے تحریک کشمیر کو غزوہ ہند سمجھا اور پھر اس کی ایک ایک رگ کو پہچان لیا اور بالآخر اس تحریک کا بے تاج بادشاہ اور جری جرنیل بن گیا۔ میں نے اس سے جب بھی بات کی اسے قادر الکلام اور غالب پایا، جب بھی اس سے مشورہ کیا اسے ''بصیرت یار'' پایا، جب بھی اس سے کوئی گزارش کی اسے ''سراپا تعمیل'' پایا۔ میں تو ویسے ہی چھوٹا آدمی ہوں مگر یہ حقیقت ہے کہ میں نے جب بھی اس سے گفتگو کی اپنے نفس کو اس کے سامنے حقیر اور چھوٹا پایا یقیناً...... جی ہاں! یقیناً...... وہ بہت بڑا مجاہد اور غازی تھا اللہ تعالیٰ نے اسے بہت خاص نعمتوں سے نوازا تھا اور وہ خوش نصیبی اور سعادتمندی کا مرقع تھا...... آپ اگر انگلیوں پر اس کی خوش نصیبیاں اور سعادتیں گنتے چلے جائیں تو انگلیاں اور ان کے پورے گنتی پوری کرنے کے لئے کافی نہیں ہوں گے اور اگر آپ اس کی عسکری کاروائیوں کو گننا چاہیں تو تسبیح کے دانے کم پڑ جائیں گے معلوم نہیں اس نے دشمن پر کتنی گولیاں چلائیں؟ معلوم نہیں وہ کتنی جنگوں میں کتنی بار گرجا؟ معلوم نہیں اس نے کتنے دشمنانِ اسلام کا خاتمہ کر کے زمین کو راحت بخشی؟ معلوم نہیں اسے کتنے شہداء کی رفاقت و قیادت کا شرف حاصل رہا؟ اس نے اپنی گرم جوانی کے آٹھ نو سال مسلسل محاذ جنگ پر گزارے...... سبحان اللہ! غزوہ ہند میں ہزاروں راتیں اور ہزاروں دن...... آج امت مسلمہ کا وہ قابل فخر سرمایہ...... اسلام کا جوانمرد جانباز سپاہی مسلمانوں کی گرج و للکار اور غزوۂ ہند کا تاجدار ''بھائی ساجد جہادی'' المعروف ''غازی بابا'' لیلائے شہادت کا دولہا بن چکا ہے...... اللہ تعالیٰ اس کی شہادت کو قبول فرمائے اور اس کی عبقری صلاحیتیں اس کے جانشین میں منتقل فرمائے...... آج غازی بابا...... شہید بابا...... بن کر خوش ہے وہ اپنے باوفا، جری اور باصلاحیت نائب بھائی راشد کو بھی اپنے ساتھ لے گیا...... یہ دونوں شہداء انشاء اللہ...... مالک الملک

کی نوازشات پر خوش ہوں گے...... مگر باقی سب غمگین اور اداس ہیں سچ تو یہ ہے کہ میرا قلم بھی غمزدہ اور اداس ہے...... کپواڑہ سے لے کر سرینگر تک اور ہندواڑہ سے لے کر پونچھ تک لاکھوں آنکھیں اشکبار ہیں...... ہر طرف سسکیاں سنائی دے رہی ہیں ادھر مظفر آباد سے کراچی تک غم کی ایک لہر ہے جو بار بار تازہ ہو جاتی ہے۔ صادق آباد میں دولہے کا مکان زیارت گاہ خاص و عام بنا ہوا ہے۔ مبارکبادوں کا ایک تانتا ہے جو مسلسل بندھا ہوا ہے شہید کی ماں صبر و ایثار کا پیکر بنی بیٹھی ہے جبکہ شہید کے والد اپنی خوش نصیبی پر شکرگزار ہیں...... مجاہدین بس اسی بات پر مطمئن ہیں کہ رب نے بڑا خون قبول فرمایا ہے اب وہ بڑی نصرت بھیجے گا...... آج کی محفل میں بس یہ چند سطریں...... اللہ کی خاطر...... غازی بابا شہید کے نام...... انشاءاللہ شہید کی معطر زندگی قارئین کے سامنے لائی جائے گی اور ہفت روزہ شمشیر کا خصوصی شمارہ نکالا جائے گا...... غازی بابا شہید کی دوران جنگ پڑھی گئی ایمان افروز نظموں اور انڈین آرمی پر حملوں کے دوران ان کی گرج اور للکار پر مشتمل آڈیو کیسٹ بھی انشاءاللہ عنقریب منظر عام پر لائی جائے گی...... فی الحال بس اتنی گزارش ہے کہ ایمان اور جہاد سے محبت رکھنے والے بھائی اور بہنیں ہاتھ اٹھائیں اور دعا کریں...... یا اللہ! غازی بابا شہید، راشد شہید اور اسلم شہید اور دیگر تمام شہداء کی شہادت عظمیٰ کو قبول فرما۔ ان حضرات کی شہادت سے کام میں جو خلاء پیدا ہوا ہے اسے اپنی رحمت اور نصرت سے پر فرما اور امت مسلمہ میں غازی بابا جیسے مخلص اور بہادر نوجوانوں کی کثرت فرما...... آمین یا رب الشھداء والمستضعفین

دورۂ تفسیر

آپ کو یاد ہوگا کہ اسی سال محرم الحرام کے آغاز میں...... صوبہ سرحد کے ساتھیوں نے...... مردان شہر میں دورۂ تفسیر کا انعقاد کیا تھا...... مکمل آیات جہاد پر مشتمل اس دورۂ تفسیر میں حضرات علماء کرام، طلبہ اور مسلمان عوام نے...... الحمدللہ...... بڑی تعداد میں شرکت کی تھی۔ اس دورۂ تفسیر کے پانچ دنوں میں قرآن پاک کی آیات جہاد (۴۸۴) کا مفصل بیان ہوا تھا جبکہ کئی اہم موضوعات پر مفصل بحث کی گئی تھی۔

فرضیت جہاد، جہاد کے لغوی، شرعی، عرفی اور اصطلاحی معنی، فرض عین، فرض کفایہ، حسن لعینہ، حسن لغیرہ، شرائط جہاد، اہداف جہاد، قواعد جہاد، فوائد جہاد...... مجاہدین کی خصوصیات...... فدائی جہاد کا جواز و فضیلت...... منکرین جہاد کے اعتراضات...... حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک غزوات...... اشارات جہاد...... وغیرہ مسائل کو تفصیل سے بیان کیا گیا تھا...... دورۂ تفسیر کے آخر میں سینکڑوں طلبہ کرام کو سند بھی جاری کی گئی تھی جبکہ عام شرکاء کی تعداد الحمدللہ ہزاروں میں تھی...... جن ایام میں اس دورۂ تفسیر کا انعقاد ہوا تھا ان ایام میں دینی مدارس کے طلبۂ کرام کی چھٹیاں نہیں تھیں اس لئے مدارس کے طلبہ عمومی طور پر اس دورے میں شریک نہ ہو سکے اب الحمدللہ خدام الاسلام صوبہ سرحد نے دوبارہ اس دورے کا انعقاد کیا ہے اور اس بات کا خیال رکھا ہے کہ دینی مدارس کے طلبہ باآسانی اس میں شرکت فرما سکیں چنانچہ ۸ شعبان ۱۴۲۴ھ بمطابق ۵/اکتوبر ۲۰۰۳ء بروز اتوار سے انشاءاللہ اسباق کا باقاعدہ آغاز ہوگا جبکہ اختتامی مجلس و دعا ۱۲/شعبان بروز جمعرات کو ہوگی...... کوہاٹ میں منعقدہ اس دورۂ تفسیر میں ملک کے نامور علماء کرام، مشائخ عظام اور مناظر حضرات بھی تشریف لا کر طلبہ سے خطاب فرمائیں گے نیز ملک کے بعض نامور شعراء و نعت خواں حضرات بھی سامعین کو محظوظ فرمائیں گے۔ جو طلباء کرام وفاق المدارس کے امتحانات سے فارغ ہونے کے بعد اس دورے میں

شرکت فرمانا چاہیں وہ جلد از جلد رابطہ کر کے اپنے داخلے کو یقینی بنا لیں ان کے علاوہ اسکول کالج و یونیورسٹی کے طلباء اور عام پڑھے لکھے مسلمان بھی داخلے کی درخواست دے سکتے ہیں جبکہ باقاعدہ داخلے کے علاوہ سماع کی عام اجازت ہوگی...... تمام قارئین کرام اور قاریات بہنوں سے گذارش ہے کہ اس دورۂ تفسیر کی کامیابی، افادیت اور عنداللہ مقبولیت کے لئے خصوصی دعاؤں کا اہتمام فرمائیں مرزا قادیانی ملعون نے جہاد کے خلاف جو زہر پھیلایا ہے اس زہر سے امت مسلمہ کی حفاظت کے لئے قرآن پاک کی آیات جہاد کو سمجھنا اور انہیں پھیلانا از حد ضروری ہے اگر یہ سلسلہ کامیابی سے چل نکلا تو انشاء اللہ مرزا کا باطل مذہب پہلی صدی ہی میں تباہ و برباد اور دفن ہو جائے گا۔

والسلام

محمد مسعود ازہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لازمی ہدایات

امیر خدام الاسلام حضرت مولانا محمد مسعود ازہر صاحب دامت برکاتہم العالیہ دعوتی مشاغل کی کثرت کی وجہ سے اس بار معرکہ نہیں لکھ سکے البتہ انہوں نے کارکنوں کے نام ایک ضروری ہدایت نامہ تحریر کیا ہے جو معرکہ کی جگہ پیش کیا جا رہا ہے خدام الاسلام کے تمام ذمہ دار اس ہدایت نامے کو خود بھی پڑھیں اور اپنے شعبوں کے ماتحت افراد کو بھی پڑھائیں اور سب اس پر عمل کریں۔ شکریہ۔

(ادارہ)

خدام الاسلام کے ذمہ داروں کو اور کارکنوں کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ۲۸؍رجب ۱۴۲۴ھ کی رات (۲۵؍ستمبر ۲۰۰۳ء لیلۃ الجمعہ) ایک صلح نامہ یا معاہدہ ہوا ہے۔ اسی صلح نامے پر سختی سے عمل کرنے کی ہدایت کے لئے یہ گذارش نامہ تحریر کیا جا رہا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ کچھ عرصہ پہلے ہماری جماعت کے بعض رفقاء جماعت سے علیحدہ ہو گئے تھے یہ لوگ اپنا الگ امیر مقرر کر کے خدام الاسلام کے نام ہی سے کام کر رہے تھے۔

جماعتوں میں ایسا کئی بار ہوتا ہے کہ کچھ لوگ الگ ہو جاتے ہیں مگر یہاں

صرف علیحدگی نہیں تھی بلکہ نزاع کی صورت پیدا ہو چکی تھی جو یقیناً نا مبارک تھی ۔ اب الحمدللہ دونوں طرف کے ذمہ دار حضرات نے بیٹھ کر اس نزاع کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا ہے جو یقیناً ایک مبارک عمل ہے ۔ اس معاہدے کی رو سے وہ لوگ اپنا نام بدل کر کام کریں گے جبکہ ہماری جماعت خدام الاسلام کے نام سے انشاء اللہ کام کرتی رہے گی جماعتی املاک کے بارے میں بھی کئی اہم فیصلے ہوئے ہیں اور اس صلح نامے کی اصل روح یہ ہے کہ دونوں طرف کے ذمہ دار اور کارکن ایک دوسرے کے خلاف منفی پروپیگنڈہ نہیں کریں گے اور نہ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے اور نہ ایک دوسرے پر املاک کے لئے کوئی زیادتی کریں گے ۔ اب تک جو ہونا تھا وہ ہو چکا ہم الحمدللہ اپنے نظریے پر قائم اور مطمئن ہیں اور موجودہ صلح نامے کو دل کی گہرائی سے قبول کرتے ہیں ۔

میری طرف سے خدام الاسلام کے تمام ذمہ داروں اور کارکنوں کی خدمت میں لازمی تاکید ہے کہ وہ اس صلح نامے کی مکمل پاسداری کریں اور عہد توڑنے کے گناہ کبیرہ سے بچیں ۔ معاہدے میں کئی باتیں ظاہری طور پر مشکل یا پریشان کن نظر آتی ہیں مگر رب خبیر و علیم کا اعلان یہ ہے کہ "الصلح خیر" کہ صلح میں خیر ہے ۔ بس اس خیر کو حاصل کرنے کے لئے اپنے نفس اور اپنی ترجیحات کو قربان کرنا مومن کی شان ہے ہمارا جہاد کرنا اور ہمارا جماعت بنانا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے بس اسی اللہ تعالیٰ کے لئے صلح کی پاسداری کیجئے کیونکہ اس نے عہد کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ اعلان فرمایا ہے کہ عہد کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہوگا بس جو لوگ عہد اور صلح نامے کی پاسداری نہیں کرتے وہ اللہ تعالیٰ کی حمایت اور اس کی تائید سے محروم ہو جاتے ہیں اسی لئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس شخص کا ایمان نہیں جس کا عہد نہیں ۔

یہاں اس بات کا بھی خیال رہے کہ شیطان عہد تڑوانے کی بھرپور کوشش کرتا ہے اور طرح طرح کی تدبیریں سمجھاتا ہے پس آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے بن کر شیطان کے مکروفریب سے بچیں اور کسی چھوٹی سی بات کو بہانہ بنا کر عہد شکنی کے مرتکب نہ ہوں اسی طرح جو چیز دینے کا عہد ہوا ہے وہ پوری پوری دیں اور اس میں سے ایک ذرّے، تنکے یا پرزے کی کمی نہ کریں اور نہ کسی چیز کو خراب کر کے دیں ۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معاہدے کی اس قدر پابندی اور پاسداری فرماتے تھے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ مدت معاہدہ ختم ہونے سے پہلے اپنے لشکر کو سرحد کی طرف کوچ کا حکم دے دیا تا کہ مدت معاہدہ ختم ہوتے ہی حملہ کر سکیں ظاہری طور پر یہ عمل معاہدے کی خلاف ورزی میں نہیں آتا تھا کیونکہ فوجیں اپنے علاقے میں سفر کر رہی تھیں مگر ایک بڑے صحابی نے آوازیں لگا لگا کر مسلمانوں کو وفاء عہد کی تلقین فرمائی اور عہد شکنی کی اس معمولی صورت سے بھی روک دیا...... ہمیں حضرت صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے کا حکم دیا گیا ہے...... اس لئے اس صلح نامے کو بغور پڑھ لیں اور پھر اس پر ہر طرح سے عمل کریں اور میری طرف سے یہ واضح اعلان سن لیں کہ میرا جو ساتھی اس صلح نامے کی خلاف ورزی کرے گا میں اس سے دنیا و آخرت میں بری ہوں اور ہماری جماعت ایسے فرد کو حسب استطاعت مناسب تنبیہ کرے گی ۔

آج ایک بار پھر پرنالہ اسی جگہ پر آ رکا ہے جہاں چھ مہینے پہلے تھا ہم نے حالات کا بغور جائزہ لیکر کچھ ساتھیوں کو الگ کیا تھا اور انہیں خیر خواہی کے ساتھ الگ کام کرنے کا مشورہ دیا تھا پھر اکابر حضرات نے ایک باضابطہ مجلس میں سات گھنٹے تک فریقین کا موقف سن کر یہی تجویز دی تھی کہ علیحدہ علیحدہ کام کرنے میں خیر ہے ۔

مگر پھر کیا ہوا...... مجاہدین کو رسوا کرنے کے لئے کچھ لوگ بیچ میں کود پڑے جنہیں اپنے دین اور عقل پر ناز تھا (حالانکہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو غور کی توفیق دیں تو وہ قرآنی آیات کالتی نقضت غزلھا من بعد قوۃ انکاثا کا مصداق ہوں گے) انہوں نے تحریروں، تقریروں اور پمفلٹوں کی بھرمار کر دی...... وہ ظاہری طور پر اصلاح چاہتے تھے مگر ان کا ہر قدم فساد کی طرف بڑھ رہا تھا۔

قارئین یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ حضرات اکابر نے جب الگ الگ کام کرنے کی تحریر لکھی تو دونوں طرف کے مجاہدین نے اسے خوش اسلوبی سے قبول کیا تھا اور اسی مجلس میں ایک دوسرے سے حسنِ سلوک کا وعدہ کیا تھا...... مگر دو دن میں اس تحریر اور اس ماحول کو تباہ کر دیا گیا...... کاش ہر کوئی اپنی آخرت اور قبر سامنے رکھ کر کام کرے تو دین کو اتنا نقصان پہنچانے کا مجرم نہ بنے...... آج ایک بار پھر مجاہدین اکٹھے بیٹھ کر خود اس فیصلے پر مطمئن ہوئے ہیں جس فیصلے کو خونریزی کا ذریعہ اور پتہ نہیں کیا کیا کہہ کر رسوا کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نکاح کے ساتھ طلاق کا تذکرہ اسی لئے فرمایا ہے کہ بعض اوقات جدائی لازمی اور ضروری ہو جاتی ہے اسے کوئی بھی اچھا نہیں کہہ سکتا مگر ضرورت اور تقدیر کا انکار بھی ممکن نہیں ہے۔ بندہ کی تیرہ ماہ کی نظر بندی کے دوران جماعت میں جو رخنہ ڈال دیا گیا تھا اس کا علاج سوائے کچھ افراد کی جدائی کے اور کچھ نہ تھا۔ اب وہ حضرات بخوشی جدا ہو چکے ہیں اور اپنے لئے نیا نام تجویز کر رہے ہیں وہ اگر اخلاص کے ساتھ مثبت کام کریں گے اور قربانی دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی بھی مدد فرمائے گا اور ان کے کام کو ترقی عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے دین اور اپنے اصولوں سے پیار ہے بس جو اس کے دین پر پختہ رہتا ہے اور اس کے اصولوں کی پیروی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کا مستحق بنتا ہے۔

ہم کروڑوں اربوں بار اس ذات ذوالجلال والاکرام کا شکر ادا کرتے ہیں جس نے

ناجائز، جھوٹے اور حرام پروپیگنڈے کے سازشی طوفان کے بیچ ہمیں سہارا دیا اور ڈوبنے اور اکھڑنے سے بچا لیا...... یا اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں حق موقف پر قائم رکھا اور تو نے ہمیں اپنے جہاد کے مقدس راستے سے محروم نہیں فرمایا......

یا اللہ! ہمیں اور انہیں عہد پورا کرنے کی توفیق عطا فرما اور ان لوگوں کے شر سے ہمیں بچا جو اپنی بدنصیبی ہم پر مسلط کرنے کو دین سمجھے بیٹھے ہیں...... یا اللہ! ہماری رہنمائی فرما اور ہمیں ہمارے نفس کے شر سے بچا......

میں خود کو اپنے ساتھیوں کو اور تمام مجاہدین کو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد دلاتا ہوں۔

تلک الدار الآخرۃ نجعلھا للذین لایریدون علوآ فی الارض ولا فسادآ والعاقبۃ للمتقین

(قصص)

''یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کو عطا کریں گے جو دنیا میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور فساد برپا نہیں کرتے اور بہترین انجام اہل تقویٰ کا ہے۔''

والسلام

محمد مسعود ازہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کا فضل عظیم ہے

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت بے انتہا ہے اور اس کی عظمت کی کوئی حد نہیں...... اللہ اکبر سے اذان، نماز، جہاد، سفر اور بلندی کا آغاز ہوتا ہے...... یہ سبق کی یاددہانی ہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کسی کی عظمت وعزت پیدا نہ ہو...... پچھلے سال ان دنوں نظر بندی کی وجہ سے دین کے بہت سارے کاموں سے محرومی رہی...... رہائی ملی تو چاروں طرف ڈھول اور دھویں کے بادل تھے مسلمانانِ پاکستان دین اور جہاد کی بات سننے کے لئے بے تاب ومشتاق تھے مگر تسلسل کے ساتھ ان کے جذبات کی تکمیل ممکن نہیں تھی۔ مہینے میں ایک دو بار کوئی اجتماع ہو جاتا تھا اور بس...... قومی اخبارات اور پریس سے ہماری جماعت ویسے ہی دور ہے اور سچ یہ ہے کہ دور رہنا چاہتی ہے...... اس لئے دور کے احباب یہ سمجھ رہے تھے کہ بس کام کاج، دعوت وارشاد سب کچھ سمٹ چکا ہے یا کسی ایک آدھ کونے تک محدود ہو چکا ہے...... مگر پھر اچانک بادل گرجے بجلی چمکی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت موسلا دھار بارش کی صورت میں برسنے لگی ملک بھر میں خوب بڑے بڑے دینی وجہادی اجتماعات ہوئے، نئے نئے جہادی ترانے فضاؤں میں گونجنے لگے، حسین وخوبصورت پرچم پھر ایمانی مستی میں جھومنے لگا اور مرجھائے ہوئے جذبات انگڑائیاں لے کر بیدار ہونے لگے۔

اجتماعات کا یہ مبارک سلسلہ اٹک شہر کی مدنی مسجد سے شروع ہوا اور بالآخر واہ کینٹ حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب کے ہاں مکمل ہوا...... اس دوران بہاولپور میں شکر آزادی کانفرنس کا اجتماع قابل دید تھا اللہ تعالیٰ نے خصوصی کرم فرمایا اور مسلمانوں کی ایک قابل قدر تعداد[1] تک دعوت جہاد پہنچ گئی۔ بہاولپور میں عمومی طور پر تنظیمی کام کافی کمزور اور قابل توجہ ہے لیکن اجتماعات کے معاملے میں اس شہر کے باسیوں نے بھرپور طریقے سے دینی وجہادی محبت کا ثبوت دیا اور پاکستان بھر کے تمام اجتماعات پر بھاری رہے۔ بہاولپور شہر نے حال ہی میں ایک کمسن گمکنڈر مجاہد حمزہ شہید رحمہ اللہ کی بابرکت قربانی پیش کی ہے...... اللہ تعالیٰ اس پاکیزہ خون کو قبول فرمائے اور شہادت کا اعلیٰ مقام اس کے مقدر فرمائے، حمزہ شہید اور یونس شہید کے والد جلسہ میں موجود تھے اور ان کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے۔

شاعرِ اسلام سیّد سلیمان گیلانی صاحب نے اپنے نئے جہادی ترانے کے ذریعے مجمع کے قلوب کو نور جہاد سے گرما دیا، باقی شعراء کرام نے بھی خوب کلام پیش کیا خصوصاً شاہد حنیف رامپوری اور جناب فصیح اللہ بٹ نے خوب سماں باندھا...... بہاولپور کے بعد جہادی دعوت کے لئے تحصیل مری کے علاقے جھیکا گلی کی قسمت جاگی۔ مخدوم ومکرم حضرت مولانا قاری عمر فاروق صاحب زید قدرہ اگرچہ طویل عرصہ سے رحیم یار خان میں قرآن پاک کی قابل قدر خدمات انجام دے رہے ہیں مگر ان کا اصل علاقہ مری ہے انہیں کی محنت، عزم اور جدوجہد کا ثمرہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مری جیسے علاقے میں تفریحی سیزن کے ایام میں جہاد کے نعرے کو عزت بخشی۔ الحمدللہ جمعہ کا بہت اچھا اجتماع رہا مسلمانوں نے مسجد کے علاوہ سڑکوں پر بیٹھ کر

---

[1] محتاط اندازے کے مطابق جلسہ کے شرکاء کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے متجاوز تھی اور بہاولپور کا وسیع ہاکی اسٹیڈیم حاضرین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔۱۲

نہایت توجہ اور انہماک سے دینی بات سنی۔ جھیکا گلی کی جامع مسجد میں ایک دینی مدرسہ بھی قائم ہے مسجد کے خطیب صاحب جامعہ فاروقیہ کراچی کے فاضل باذوق عالم دین ہیں جلسے کے دوران حفاظ طلبہ کرام کی دستار بندی کا روح پرور منظر بھی دیکھنے کو ملا...... ۲۵ راگست کے دن بہاولپور کے معتبر دینی ادارے جامعہ دارالترتیل لبنات الاسلام کی فاضلات کا ختم بخاری تھا۔ مرشد مکرم حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی دامت برکاتہم العالیہ نے آخری حدیث شریف پڑھائی یہ اجتماع ایک شادی ہال میں منعقد کیا گیا تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں مسلمان خواتین نے اس میں شرکت کی اور نہایت اہتمام کے ساتھ دین اور جہاد کی بات سنی۔ ۲۸ راگست بعد نماز عشاء ملتان میں ایک بڑا دینی و جہادی جلسہ منعقد ہوا اہل ملتان نے ضیافت کا حق ادا کیا اور نہایت ذوق سے بات سنی۔ یہ اجتماع رات گئے تک جاری رہا خدام الاسلام کے دیگر ذمہ داروں نے بھی پر مغز تقریریں فرمائیں...... قریب کے علاقے بے توجہی کا شکار رہتے ہیں یہی حال ملتان کا بھی ہوا چنانچہ گذشتہ دو سالوں سے وہاں مرکزی سطح کا کوئی اجتماع نہیں ہوا تھا...... الحمدللہ اس بھرپور اجتماع نے دین اور جہاد کے کام کو تقویت بخشی اور اولیاء کرام کی سرزمین ملتان کے ساتھ ٹوٹا ہوا تعلق بحال ہو گیا...... اگلے دن لاہور میں خدام الاسلام کے ضلعی ساتھیوں نے طلباء کنونشن رکھا ہوا تھا۔ یہ اجتماع بھی ایک شادی ہال میں رکھا گیا تھا دو چار روز پہلے طے ہونے والے اس اجتماع میں طلباء کی حاضری ماشاء اللہ بھرپور تھی اپنے طالبعلم بھائیوں کا مجمع تھا اس لئے بے تکلفی کے ساتھ خوب جم کر بات ہوئی اور طلباء بھائیوں نے بات سمجھنے کا عندیہ بھی دیا۔ رات کو لاہور قیام کے دوران کئی جہادی و صحافتی عمائدین کرام سے ملاقات ہوئی، اس ملاقات میں قیدی ساتھیوں کا مسئلہ زیر غور رہا......
اس اجتماع سے فراغت کے فوراً بعد مجاہد اسلام حضرت غازی بابا رحمہ اللہ کی شہادت

کی خبر نے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا...... چند دن اجتماعات کا سلسلہ موقوف رہا ۴؍ ستمبر بروز جمعرات کوٹ ادو کی معروف دینی درسگاہ مظاہر العلوم کے زیر اہتمام عیدگاہ میں ایک موقر اجتماع کا اہتمام تھا۔ ہزاروں مسلمانوں نے، خوب ذوق وشوق سے شرکت کی خواتین بہنیں بھی باپردہ انتظام کے تحت موجود تھیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ جلسے کے مثبت اثرات اللہ تعالیٰ نے اہل علاقہ کو نصیب فرمائے ہیں۔
۹ ر رجب ۱۴۲۴ھ چنیوٹ کے قریب چناب نگر میں انٹرنیشنل ختم نبوت کے اجتماع میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی اجتماع الحمدللہ اچھا تھا جبکہ بڑے بڑے علماء کرام اور حضرات اکابر کی زیارت کا شرف الگ نصیب ہوا۔

یہ اجتماع رات گئے تک جاری رہا جبکہ بندہ کا بیان ظہر کے بعد ہی ہو گیا تھا...... ۱۲ ر رجب ۱۴۲۴ھ اپنے قریبی دوست اور بھائی حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کے مدرسہ واقع گڑھی حبیب اللہ ختم بخاری شریف کی تقریب میں حاضری ہوئی علاقہ کے علماء کرام کی ایک بڑی تعداد موجود تھی جبکہ عوام میں سے بھی کافی لوگ آئے تھے۔ مولانا کے ساتھ قریبی و روحانی تعلق کی بنا پر کھل کر بات ہوئی اور عوام کے علاوہ طلبہ کرام کی خدمت میں بھی چند باتیں عرض کیں۔

۱۴ ر رجب ۱۴۲۴ھ اسلام آباد کی معتبر و مقبول دینی درسگاہ جامعہ محمدیہ کے سالانہ اجتماع میں شرکت کا شرف حاصل ہوا یہ اجتماع ختم بخاری شریف کے بابرکت موقع پر رکھا گیا تھا جامعہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب ہزاروی نے آخری حدیث شریف کا درس دیا اس جامعہ سے فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ میں ایک تیرہ سال کا نوجوان بھی ہے اتنی عمر میں درس نظامی مکمل کر لینا یقیناً ایک قابل رشک سعادت اور دینی مدارس کی ایک زندہ کرامت ہے...... اسٹیج پر اسلام آباد و راولپنڈی کے تقریباً تمام مقتدر و کبار علماء کرام موجود تھے بندہ کی

حاضری کے دوران مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب زید قدرہ اور حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب زید مجدہ کے پر مغز بیانات ہوئے...... جہادی تنظیموں کے کئی خطباء کرام کو بھی دعوت جہاد کا موقع دیا گیا اس اجتماع کے روح رواں جامعہ کے بانی ومدیر حضرت مولانا ظہور علوی صاحب زید قدرہ خوشی اور مسرت سے دمک رہے تھے۔عصر سے قبل بندہ کا بیان ہوا اور دعاء کرانے کا حکم بھی دیا گیا فاضل طلباء کرام سے مصافحہ کی سعادت بھی حاصل رہی۔اسلام آباد جیسے شہر میں یہ اجتماع جلسہ گاہ کی تنگ دامنی کا شاکی تھا کئی لوگ سڑکوں پر کھڑے ہوکر جلسہ سن رہے تھے امید کی جا سکتی ہے کہ اہل جامعہ آئندہ کچھ کشادہ انتظام فرمائیں گے۔اس اجتماع سے اگلے دن پنجاب کی معروف دینی درسگاہ جامعہ عبداللہ بن مسعود کے سالانہ تین روزہ اجتماع میں شرکت کرنی تھی رات بھر کے سفر کے بعد بہاولپور میں کچھ دیر پڑاؤ کے بعد ہمارا قافلہ رحیم یار خان پہنچ گیا وہاں کچھ آرام، کھانے اور ملاقاتوں کے بعد حضرت مولانا قاری عمر فاروق صاحب کی قیادت میں خانپور حاضری ہوئی۔

حسب سابق ماشاء اللہ خوب اجتماع تھا شیخ الحدیث حضرت مولانا شفیق الرحمٰن صاحب درخواستی زید قدرہ بخاری شریف کی آخری حدیث زبانی پڑھا چکے تھے ہم پہنچے تو مولانا حافظ عبدالخالق صاحب کا بیان ہو رہا تھا بیان میں مزاح وموعظہ کا امتزاج تھا ان کے بعد حضرت مولانا اللہ بخش صاحب نے رجب کے منکرات پر بہت مفید بیان فرمایا۔اسٹیج پر کئی عظیم ہستیاں تشریف فرما تھیں جن میں حضرت مولانا حاجی احمد صاحب گمانوی زید مجدہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں آپ محبوب مکرم حضرت اقدس مولانا منظور احمد نعمانی نور اللہ مرقدہ کے جانشین ہیں۔

مولانا اللہ بخش صاحب کے بعد جواں سال عالم دین مولانا محمد یحیٰی صاحب عباسی کا خوبصورت بیان ہوا انہوں نے بائیس رجب کے کونڈوں کے

حوالے سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت مبارکہ کو قافیہ وجذبات کے ساتھ بیان فرمایا...... رات بارہ بجے کے بعد بندہ کا بیان شروع ہوا اور آخر میں دعاء کرانے کا حکم بھی ملا۔اس رات کا اجتماع اسی دعا پر مکمل ہوگیا جبکہ آئندہ دو روز بھی یہ اجتماع پوری آب وتاب کے ساتھ جاری رہا اگلے دن بہاولپور شہر کی سب سے بڑی دینی درسگاہ دارالعلوم جامعہ مدنیہ میں ختم بخاری شریف کا اجتماع تھا۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم نے آخری حدیث شریف پڑھائی تھی بندہ نے بھی اس اجتماع سے مختصر بیان کیا ۲۰ رجب ضلع لودھراں کی معتبر دینی درسگاہ سراج العلوم کا سالانہ اجتماع تھا بندہ پہلے بھی اس نورانی ادارے میں حاضری دے چکا ہے ادارہ کے ناظم حضرت مولانا محمد میاں صاحب باوضع وبااخلاق بزرگ عالم دین ہیں۔اس اجتماع میں بندہ کو اپنے استاد محترم حضرت مولانا ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب زید مجدہ سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا شریعت اپیلٹ کورٹ کا جج بننے کے بعد حضرت ڈاکٹر صاحب پر مختلف طرح کی باتیں بنائی گئیں ہیں آپ دوران ملاقات نہایت لطافت کے ساتھ ان باتوں کو صاف کرتے رہے حالانکہ بندہ کا ذہن دین کے خدمتگار علماء کرام سے الحمدللہ ویسے ہی صاف رہتا ہے اور ان کے بارے میں اڑائی گئی باتوں کو دل ودماغ آسانی سے قبول نہیں کرتے...... رات گئے تک جلسہ جاری رہا اور غالباً ڈھائی بجے کے بعد بندہ کے بیان ودعا پر مکمل ہوا۔

اگلے دن شورکوٹ کے معروف ومعتبر دینی ادارے جامعہ عثمانیہ کا سالانہ اجتماع تھا بندہ کو اس ادارے سے معلوم نہیں کیوں ایک طرح کا قلبی لگاؤ ہے۔ اجتماع میں بڑے بڑے علماء کرام شریک تھے اور بہت عمدہ بیانات فرما رہے تھے حضرت مولانا قاضی حمید اللہ خان صاحب کا بیان بھی بہت توجہ سے سنا گیا۔طلبہ کرام کی دستار بندی بھی ہوئی مدرسۃ البنات کی طالبات کی دوپٹہ پوشی خودخواتین

نے پردے میں کی طالبات کی تعداد طلبہ سے زیادہ رہی...... یہ معلوم کر کے دکھ ہوا کہ یہ موقر ادارہ مقروض ہے۔ آدھی رات گزرنے کے بعد بندہ کو بیان کا موقع ملا اور بالآخر دعاء پر یہ خوبصورت محفل اختتام پذیر ہوئی...... دو دن بعد کراچی میں اپنے دینی ادارے جامعہ نور میں ایک تقریب میں شرکت کا موقع ملا اور حالات حاضرہ پر اپنے دوستوں اور کارکنوں سے مفصل گفتگو رہی کراچی میں ڈیڑھ روزہ قیام کے دوران کئی علماء کرام اور بعض حضرات اکابر سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا...... ۲۷ رجب ۱۴۲۴ھ کا دن گوجرانوالہ کی تاریخ میں یاد رکھا جائے گا شیرانوالہ باغ میں ہزاروں فرزندانِ اسلام کا اجتماع ٹھاٹھیں مار رہا تھا مجاہدین نے پورے شہر کو جہادی علامات سے سجا دیا تھا اہل جذبہ مسلمان ٹرکوں، بسوں اور ٹرالیوں میں کشاں کشاں کھچے آرہے تھے...... یہ اجتماع غازی بابا شہید رحمہ اللہ اور شاہ زیب شہید رحمہ اللہ کی یاد میں ''نشانِ حق'' کانفرنس کے نام سے منعقد کیا گیا تھا کراچی سے استاد محترم حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحب زید مجدہ نے خصوصی طور پر شرکت فرمائی اور نہایت حوصلہ مند جذبات آفرین خطاب فرمایا۔ حضرت اقدس مولانا مفتی نظام الدین صاحب شامزئی نے اپنے ہاتھ سے ایک پیغام لکھ کر بھجوایا اور حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب نور اللہ مرقدہ کے صاحبزادے برادرم مولانا طلحہ رحمانی کو یہ پیغام پڑھنے کے لئے کراچی سے بھیجا...... خدام الاسلام کے رفقاء نے بہت خوب بیانات فرمائے اور آخر میں تمام مجمع نے ختم نبوت کے عقیدے پر پختہ ایمان، جہاد کے ساتھ غیر مشروط وابستگی اور اسلام کی طرف لوٹنے کا عزم کیا بندہ کے بیان کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحب کی رقت آمیز دعاء پر یہ مبارک و یادگار اجتماع مکمل ہوا۔

وللہ الحمد...... اگلے دن بندہ نے آزاد کشمیر کے شہر پلندری کی جامع مسجد

میں جمعہ کا خطبہ عرض کرنا تھا مگر حکومت آزاد کشمیر نے پابندی لگا دی...... کیوں؟ اس کا جواب غالباً کسی کے پاس نہیں ہے...... یکم شعبان ۱۴۲۴ھ پروانۂ ختم نبوت یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب نے واہ کینٹ میں کاروان حق کے نام سے جلسہ کا اہتمام فرمایا تھا ماشاء اللہ پورا شہر جہادی جھنڈوں اور علامات سے جگمگا رہا تھا نظمیں اور تقریریں خوب رہیں آخر میں بندہ کا بیان ہوا اور دعاء پر یہ محفل مکمل ہوگئی۔

چند دن میں یہ سارے اجتماعات محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ممکن ہوئے اس کا فضل بہت عظیم ہے اور وہ خود بھی عظیم ہے۔

یا اللہ! اپنی عظمت ہمارے دلوں پر ایسی بٹھا دے کہ تیرے سوا کسی کا خوف اور ڈر ہمارے دل میں نہ آئے۔ آمین

والسلام

محمد مسعود ازہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک روشن مینار

غروب آفتاب کے وقت میں ان کی قبر پر پہنچا، ہاں وہ بھی دفن ہو گئے۔

اسی کچی قبر میں غروب ہو گئے...... قبر کی مٹی ابھی تک گیلی تھی، بالکل اس غم کی طرح جس کے صدمے کا زخم بھی ابھی تک گیلا ہے۔ معلوم نہیں کب تک ایسا رہے گا؟ مجھے محسوس ہوا کہ وہ قبر میں آ کر خوش ہیں اور پر سکون ہیں۔ ایسی گرم، تیز رفتار اور سخت زندگی جو اول تا آخر سعادت ہی سعادت تھی کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔

ع ہر بوالہوس کے واسطے دار و رسن کہاں

اور پھر ایسی عاشقانہ موت کہ کچھ بھی سلامت نہ بچے، بہت کم خوش نصیبوں کے حصے میں آتی ہے۔

ع ھذا کتاب اللہ ینطق بیننا

لیس الشھید بمیت لا یکذب

انہوں نے زندگی میں کب آرام کیا ہوگا؟ بچپن میں حفظ قرآن کی محنت، حفظ کے فوراً بعد درس نظامی اور دیگر علوم کی تحصیل کی مشقت...... فراغت کے متصل بعد خطابت، امامت اور مدرسہ کی ذمہ داری...... پھر حضرت مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ (کراچی والے) کی انتخابی مہم اور ان کے ہمراہ سیاسی بھاگ

دوڑ...... پھر کراچی کی سطح پر سپاہ صحابہ کی ذمہ داری اور کارکنوں کی طرح سرگرمی...... پھر کراچی سے جھنگ کی طرف کوچ...... صوبائی اسمبلی، قومی اسمبلی، ملک بھر کے دورے، مشکل تنظیمی امور...... بڑے بڑے اجتماعات، قاتلانہ حملے، جان گداز زخم، جیلیں، نظر بندیاں، عقوبت خانے، بے شمار دشمن، ان گنت دوست، انتخابی مہمیں، حاسدوں کے ریلے، محبت کرنے والوں کے میلے اور معلوم نہیں کیا کیا؟...... بہت عجیب زندگی تھی...... اس زمانے میں ان کے کسی ہم عمر نے اتنی مقبولیت، اس قدر قبولیت، اتنا کام اور اتنے حوادث نہیں دیکھے...... انہوں نے یہ سب کچھ اپنے اخلاص اور اپنی محنت سے بنایا اور اپنی ۴۲ سال کی زندگی کو صدیوں سے زیادہ بنا دیا۔

ان کے سامنے متضاد ماحول تھا...... ایک طرف علماء اور طلباء، دوسری طرف سیاسی ورکر، تیسری طرف سیاسی اشرافیہ...... وہ سب میں رچ بس جاتے تھے مگر اپنی پہچان اور امتیازی شان برقرار رکھتے تھے، وہ زندہ و تابندہ تھے تو نہ انہیں یہ بات سوچنے کی فرصت تھی اور نہ کسی اور کو کہ انہوں نے ایسا عروج کس طرح پایا؟...... مگر اب وہ آرام فرما رہے ہیں اور اپنے زخموں کا (ان شاء اللہ) اجر لوٹ رہے ہیں اب ضرور سوچا جائے گا کہ یہ سب کچھ کیا تھا؟...... یہ عجیب و غریب زندگی کیسی تھی اور اس طوفان بلاخیز کا اصل راز کیا تھا؟...... رجب شعبان کا مہینہ پھر آئے گا اور جب تک دنیا قائم ہے آتا رہے گا مگر اگلے سال دینی مدارس والے کس کا خوبصورت نام اپنے اشتہارات کے قلب میں لکھیں گے؟ جلسے ہوتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ امت مسلمہ میں خطباء پیدا فرماتا رہے گا مگر سر سے لیکر پاؤں تک زخموں سے چور وہ دیوانہ اب جلسوں کا گرجتا اختتام نہیں بن سکے گا؟ اسمبلی کے اجلاس ہوتے رہیں گے، اہل حق وہاں بھی اپنی ذمہ داری نبھاتے رہیں گے مگر اسمبلی کے در و دیوار تصنع اور مصلحت سے پاک للکار اب کبھی نہیں سن سکیں گے...... تب بہت کمی محسوس ہوگی اور سوچنے

والے ان کی زندگی کے بارے میں بہت کچھ سوچیں گے۔ ہاں میدانوں میں دیوانہ وار کودنے والا ...... ہر باطل کو للکارنے والا ...... ہر حق کا بے لوث ساتھ نبھانے والا ...... گولی، گالی اور زخموں سے نہ ڈرنے والا ...... جیلوں، عقوبت خانوں اور تھانوں سے نہ گھبرانے والا ...... حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عشق میں ڈوب جانے والا ...... امی عائشہ امی عائشہ کی والہانہ صدائیں لگانے والا ...... وہ با رعب، با وقار، صاحب دبدبہ جو دشمنوں کے دل پر تیز دھار کانٹے کی طرح مسلط تھا اب اس دنیا میں کسی کو ہنستا، بولتا، گرجتا، برستا اور تیزی سے زندگی کی گردن ناپتا نظر نہیں آئے گا ...... تب اسکی زندگی کے اوراق کھولے جائیں گے، تب دیکھا جائے گا کہ اس زمانے میں اس کا مقام کیا تھا؟ تب تھوڑی عمر میں تاریخ کے سینے پر ثبت ہونے والوں کی فہرست دیکھی جائے گی اور اس فہرست کے کسی عمدہ خانے میں اس کا نام ماضی میں اس جیسوں کے ساتھ قیامت تک کے لئے لکھ دیا جائے گا۔ زمانہ کبھی بانجھ نہیں ہوتا وقت کی گود کبھی خالی نہیں رہتی، کردار ہمیشہ ابھرتے رہتے ہیں ...... ماضی میں جن شخصیات نے زمانے کے سینے پر اپنا وجود ثابت کیا ان کی عظمت ورفعت اپنی جگہ مگر حال و مستقبل ان کے مثل لاتے رہیں گے، مورخ کا قلم لاکھ بخل کرے مگر اسے ایمان وقربانی اور عشق ووفا کی قدر کرنے والوں کے لئے اپنا دل کھولنا پڑے گا۔ اگر عباسی خلفاء کے جبر وتشدد کے سامنے حق کی خاطر ڈٹ جانا کسی امام کا کمال تھا تو کیا اس زمانے کے جابر اس زمانے کے ظالموں سے کم ہیں؟ کیا آج کے عقوبت خانے ماضی کے تعذیب کدوں سے کمزور ہیں؟ کیا گولی اور بارود کا درد کوڑے، خنجر یا تلوار کے درد سے کم ہوتا ہے؟ نہیں! بالکل نہیں! تو پھر آج حق کی خاطر ڈٹ جانے والے کا مقام، حق کی خاطر جسم چھلنی کرانے والا کا مرتبہ، اور حق کے راستے میں سب کچھ لٹانے والے کا رتبہ ...... ماضی کے اہل عزیمت کے برابر

کیوں نہیں ہو سکتا؟ خیر چھوڑیں اس موضوع کو بات کسی اور طرف نکل جائے گی میں تو آج لوگوں میں جذبات کی زندگی دوڑانے والے اس شخص کی بات کر رہا ہوں جو ایک کچی قبر میں آرام فرما رہا ہے۔ ان کا بیٹا (اللہ تعالیٰ اسے ان کا مثالی جانشین بنائے) بتا رہا تھا کہ ابو کو آرام کا وقت نہیں ملتا تھا۔ اب انشاء اللہ خوب آرام سے ہوں گے، وہ کسی بزرگ کا خواب سنا رہا تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے ابو کا انتظار فرما رہی تھیں۔ وازواجہ امھاتھم ...... ایسی مقدس ماں کی طرف سے بشارت مل گئی اور کیا چاہئے ...... وہ صبر اور ہمت کے ساتھ اپنے والد کے واقعات سنائے جا رہا تھا حالانکہ میں اس کے با نصیب والد کو اس وقت سے جانتا ہوں جب یہ پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔ ان کی قبر مبارک پر جاتے ہوئے اور پھر نم دیدہ واپس آتے ہوئے پھر جھنگ شہر چھوڑتے ہوئے مجھے بہت کچھ یاد آ رہا تھا مگر ان کی زندگی کو سمجھنا مشکل ہے۔ وہ ہواؤں کی طرح اڑے، بادلوں کی طرح چھائے، موسلا دھار بارش کی طرح برسے، خوفناک بجلی کی طرح کڑکے، قوس قزح کی طرح چمکے اور پھر لاکھوں یادیں اور ہزاروں نشانات چھوڑ کر چلے گئے اور بس ...... باقی رہے نام اللہ کا ......

قبولیت اور عروج دینے والا صرف اللہ ہے دنیا چونکہ دار الاسباب ہے اس لئے کوئی نہ کوئی ظاہری سبب نظر آ ہی جاتا ہے ...... ماضی کی مقبول شخصیات پر نظر ڈالیں کسی کی قبولیت ومقبولیت کا ظاہری سبب علم بنا ...... اللہ تعالیٰ علم والوں کو اونچے درجات دیتا ہے ...... والذین اوتو العلم درجات ...... الایہ ...... کسی کو اس کے عمل نے اٹھایا ...... والعمل الصالح یرفعہ ...... کسی کا اخلاص اس کے چمکنے اور مہکنے کا سبب بنا ...... وکذلک نجزی المحسنین ...... کسی کی قربانی نے اسے اونچی صف میں لا کھڑا کیا ...... ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات

اللہ ...... کسی کو اپنے مقصد کی لگن نے منزل تک پہنچایا ...... والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ......

جبکہ بعض افراد کو ان کے دل میں اٹھنے والا دینی درد ان منازل تک جا پہنچاتا ہے جن منازل کا تصور ہما شما کے لئے کارے دارد۔

حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ میں کون سی بات تھی اب انشاء اللہ اہل تعارف ضرور توجہ فرمائیں گے اور جلد ان کی سیماب صفت زندگی کے نقوش مسلمانوں کے سامنے آئیں گے فی الحال تو ایک غم ہے جو امت مسلمہ پر سوار ہے ایک سوگواری ہے جس نے منبر ومحراب کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے ارباب اختیار سے ایک شکوہ ہے جو کسی بھی وقت اپنے تیور بدل سکتا ہے، ایک سکتے کی کیفیت ہے جو ان کے اہل محبت پر چھائی ہوئی ہے، ایک احساس محرومی ہے جو بہت سارے افراد کے قلبی سکون کو دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے، ایک ذہنی انتشار ہے جو جرنیل کے اٹھ جانے سے افواج پر مسلط ہے ...... جھنگ میں ان کے دفتر میں کافی گہما گہمی تھی لوگ آرہے تھے اور جارہے تھے، ان کی تنظیم جو چوتھی بار یتیم ہوئی ہے اس کے مرکزی رہنما سر جوڑ کر بیٹھے تھے، تعزیت یا مبارکباد دینے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ پولیس والے گھر اور مسجد کے اردگرد منڈلا رہے تھے۔ گھر میں مہمانوں کا ہجوم نظر آرہا تھا اہل خانہ صبر ورضا کا پیکر بنے مہمانوں کی خدمت میں مشغول تھے ...... ہاں! سب تھے مگر میرا وہ خوبصورت، خوب سیرت پیارا یار نظر نہیں آرہا تھا جسے دیکھ کر دل اپنی مصیبتیں بھول جایا کرتا تھا ...... وہ اپنے جسم پر سو سے زائد زخم، اور تیس سے زیادہ گولیاں کھا کر ...... اجر لینے چلا گیا ...... ہاں! اعظم طارق چلا گیا ...... اب یہاں واپس نہیں آئے گا ...... روشنی کا وہ بلند مینار جسے دیکھتے ہوئے ٹوپی گر جاتی تھی ...... جسے دیکھ کر دشمن جلتے تھے ...... جس کے ذریعے بے شمار لوگوں

نے منزل کا راستہ معلوم کیا ...... وہ مینار اعظم جو اپنے اندر طارق کی چمک لئے ہوئے تھا ...... محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر قربان ہو گیا ...... شہید ہو گیا ...... ہاں لوگو! آنسو بہاؤ اور دعائیں مانگو ...... محمد اعظم طارق ...... شہید ہو گیا ...... صبر کرو اسے شہادت ملی ...... دشمنو! خوشی نہ مناؤ ...... شہید زندہ ہوتا ہے ...... ہاں ہاں! ...... رب کعبہ کی قسم ...... شہید زندہ ہوتا ہے ......

بل احیاء ولکن لاتشعرون (القرآن)

والسلام

محمد مسعود ازہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قادیانیت کا خلاصہ "انکار جہاد"

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی بنا کر بھیجا اور یہ امت آخری امت ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان پر اٹھا لیا وہ آخری زمانے میں امتی بن کر اتریں گے، اپنی باقی زندگی گزاریں گے، دجال کو قتل کریں گے، زمین پر امن قائم فرمائیں گے اور وفات پاکر مدینہ منورہ میں مدفون ہوں گے ...... حضرت امام مہدی آخری زمانے میں عام انسانوں کی طرح پیدا ہوں گے، وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے ہوں گے اور وہ خود کو چھپائیں گے مگر پہچان لئے جائیں گے، مسلمان انہیں اپنا امام وامیر بنائیں گے اور ان کے ساتھ مل کر خوب خوب جہاد کریں گے ...... جہاد اسلام کا قطعی فریضہ اور قرآن پاک کا ایک محکم حکم ہے۔ جہاد مسلمانوں پر نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی طرح فرض ہے جہاد کا منکر کافر ہے اور اس کے بارے میں کج بحثی کرنے والا گمراہ ہے، جہاد قیامت تک جاری وساری رہے گا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کی ایک حق جماعت ہر زمانے میں جہاد کرتی رہے گی اور کسی زمانے میں ایک گھڑی کے لئے بھی جہاد موقوف یا ملتوی نہیں ہوگا ...... اور جہاد سے مراد قتال فی سبیل اللہ ہے پھر قتال فی سبیل اللہ کی معاونت میں جو کام ہوگا وہ بھی

جہاد ہے خواہ زبان سے ہو یا قلم وغیرہ سے ......

یہ چند اسلامی عقائد ہیں جن کا ثبوت قرآن وسنت سے ہے ماضی قریب کے ایک کذاب ودجال مرزا قادیانی ملعون ومردود نے ان عقائد کا انکار کیا اور مسلمانوں کو ان عظیم نعمتوں سے محروم کرنے کی کوشش کی ...... الحمدللہ امت مسلمہ کا اکثر حصہ اس خوفناک کینسر سے بچ گیا جبکہ چند محروم بدنصیب لوگ اپنے جرائم کی پاداش میں اس ناپاک کھائی میں گر گئے ...... ان میں سے جو زندہ ہیں ان کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔کاش وہ لوٹ آئیں ...... کاش وہ سمجھ جائیں۔

خود سوچیں اگر نبوت کا دروازہ کھلا رہتا تو یہ امت کس طرح آگے بڑھے گی، کس طرح خیر امت کہلائے گی ...... ہر دوسرے دن نئے نبی کا اعلان پھر اس کے سچا یا جھوٹا ہونے کی تفتیش وتحقیق پھر اس کی اپنی باتیں ...... پھر کوئی نیا نبی ...... تب قوموں اور قبیلوں میں مقابلہ ہوگا اور ہر قوم اپنا نبی لائے گی، تب ایک عالمگیر امت کہاں وجود پائے گی ...... اللہ کی قسم! ختم نبوت ایک ایسی نعمت ہے جس نے ہم مسلمانوں کو لاکھوں جھگڑوں سے بچا کر کام کے لئے آزاد کر دیا ہے ...... پھر سوچئے کہ مرزا قادیانی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے کرتے اتنا اوپر چلا گیا کہ نبی بن گیا۔ اگر ترقی کا یہ دروازہ کھلا رہا تو پھر کون کون یہ دعویٰ کرے گا اس کی حد متعین نہیں ہو سکتی۔ ویسے بھی مسلمان عبادت اس لئے کرتا ہے تاکہ بندگی اور غلامی کا حق ادا کرے اگر ہر عابد کو بندگی کے علاوہ کسی اور مقام کی توقع دلا دی گئی تو شیطان ہر کسی کو بچھے گا اور تب ممکن ہے کہ امت میں نبی زیادہ ہوں اور امتی کم ......

حضرت امام مہدی کی ولادت وامامت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی مسلمانوں کے لئے بڑی نعمت اور سعادت ہیں ان دونوں حضرات کی

برکت سے اسلام آخری زمانے میں عروج پائے گا، مسلمان ایک جھنڈے تلے متحد ہوں گے، جہاد کا ہر طرف دور دورہ ہوگا، لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کو حالتِ ایمان میں جہاد کی توفیق اور شہادت کی سعادت ملے گی، دنیا سے کفر کی طاقت کا خاتمہ ہو جائے گا، صلیب ٹوٹ جائے گی، خنزیر قتل کر دیئے جائیں گے اور زمین پر اسلام کا پاکیزہ نظام قائم ہوگا...... مرزا قادیانی ملعون جو بقول خود انگریز کا خودکاشتہ پودا تھا اس نے اعلان کر دیا کہ وہی مسیح موعود ہے اور وہی مہدی آخر الزمان ہیں...... اگر خدانخواستہ، خدانخواستہ یہ ناپاک دعویٰ مان لیا جائے تو امت مسلمہ کے لئے کس قدر محرومی کی بات ہے کہ اس امت کا وہ امام جن کے انتظار میں لوگ صدیوں سے آنکھیں لگائے بیٹھے ہیں جب آیا تو ملکہ برطانیہ کی وفاداری کے گیت گاتا رہا، مسلمانوں کو انگریزی غلامی کے تندور میں جھونکتا رہا، غلام پیدا ہوا اور بحالت غلامی مر گیا جس نے ایک دن اسلامی عظمت وحکومت کا سورج طلوع ہوتے نہیں دیکھا...... اتنی عظیم امت کے لئے اتنی بڑی بدنصیبی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

انگریز چاہتا تھا کہ مسلمانوں کے دل سے عزت وعظمت کے خواب نکال دے، ان کے دلوں سے جذبہ جہاد نچوڑ لے، ان کے دماغوں سے شوقِ شہادت کھرچ لے اور ان کے ارمانوں سے اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کا سودا مٹا دے...... بس اسی کام کے لئے مرزا قادیانی کو لایا گیا اور اس سے طرح طرح کے دعوے کرائے گئے...... زیادہ دعوے کرنے کا مقصد مسلمانوں کو ان علمی بحثوں میں الجھانا تھا جن سے مسلمانوں کی اکثریت دین کا علم نہ ہونے کی وجہ سے ناواقف ہے۔ قادیانی گروپ کا اصل مقصد انگریزی اقتدار کا تحفظ اور مسلمانوں کو اس غلامی پر مطمئن رکھنا تھا...... اور یہ مقصد تبھی حاصل ہو سکتا تھا جب مرزا قادیانی جہاد کو

مشکوک بنادے اور ان عظیم شخصیات کو جن کے حوالے سے مسلمانوں کو جہاد یاد رہتا ہے بدنام کر دے۔ چنانچہ مرزا ملعون نے جہاد کا برملا انکار کیا، مجاہدین کو خوب برا بھلا کہا اور جہاد کے منسوخ یا ملتوی ہونے کا اعلان کیا۔ دوسری طرف اس نے مستقبل کی اہم جہادی شخصیتوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی کو خوب بدنام کیا اور اپنی ناپسندیدہ ذات پر ان کے مبارک ناموں کی تختیاں چپکا کر مسلمانوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ حال تو درکنار مستقبل میں بھی جہاد کا خیال چھوڑ دو کیونکہ زمانے کا مہدی اور مسیح خود انگریز کی کاسہ لیسی کر رہا ہے اور ملکہ برطانیہ کی حکومت کو خدا کی دین بتا رہا ہے...... ان تمام باتوں پر اگر باریکی سے غور کیا جائے تو مرزائیت کا خلاصہ ''انکار جہاد'' نکلے گا کیونکہ مرزا کی تمام باتوں، کوششوں اور سازشوں کا ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ مسلمان جہاد چھوڑ دیں، جہاد کا خیال دل سے نکال دیں اور جہاد کے معنی بدل دیں...... پھر اسی نظریے کے ذیل میں مرزا اور اس کی پارٹی نے کوشش کی کہ کسی طرح لوگوں کی نظر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام (نعوذ باللہ) مرزا قادیانی سے کم کر کے دکھایا جائے...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک قتال فی سبیل اللہ (جہاد) کے جاری رہنے کا اعلان فرمایا ہے مسلمان، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی عقیدت ومحبت رکھتے ہیں اس لئے انہیں اس اعلان پر پختہ یقین ہے چنانچہ ہر زمانے میں جو لوگ بھی جہاد کے لئے اٹھے مسلمانوں نے انہیں حق پر سمجھ کر ان کی نصرت کی۔ دوسری طرف مرزا قادیانی ملعون نے جہاد کی منسوخی کا اعلان کیا اب اس اعلان کی وقعت تبھی لوگوں کے دل میں آسکتی تھی جب وہ مرزا قادیانی کو (نعوذ باللہ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل سمجھیں...... اشعار وعبارات کی حد تک انہوں نے اس کی کوشش بھی کی مگر نظریاتی طور پر انہوں نے ایک اور داؤ کھیلا اور وہ یہ کہ جہاد کی دو قسمیں گھڑ لیں ایک

تلوار کا اور دوسرا قلم کا۔ پھر یہ ڈھنڈورا پیٹ دیا کہ نعوذ باللہ قلم کا جہاد جہاد کبیر اور تلوار کا جہاد جہادِ صغیر ہے چنانچہ ملاحظہ فرمائیے......

تاریخی قومی دستاویز ۱۹۷۴ء صفحہ نمبر ۱۹۰ مرزا ناصر (مرزا قادیانی کا پوتا) کہتا ہے: ''تلوار کا جہاد منسوخ ہے تلوار کا جہاد تو جہادِ صغیر ہے قلم کا جہاد جہادِ کبیر ہے''...... دیکھئے! بلی تھیلے سے باہر آ گئی کہ مرزا قادیانی ملعون تو پڑھا لکھا تھا اس نے اپنے منحوس قلم سے اٹھاسی کتابیں لکھیں جبکہ سید الکونین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے آپ نہیں لکھتے تھے...... تو نعوذ باللہ قادیانی ملعون افضل ہوا کیونکہ اس نے قلم سے جہادِ کبیر (بڑا جہاد) کیا، جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار سے جہادِ صغیر (چھوٹا جہاد) کیا...... علمی اعتبار سے مرزا کی یہ بات بالکل بے وزن اور بودی ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّی ہونا کوئی عیب نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اور معجزہ ہے اور تلوار کا جہاد جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا وہ بڑا جہاد ہے کیونکہ ساری امت مل کر اس جہاد کی ایک گھڑی کی قیمت ادا نہیں کر سکتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد کا تذکرہ قرآن پاک نے کیا ہے اور قرآن پاک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو تلوار کے ساتھ جہاد کا حکم دیا ہے اللہ کا حکم اور قرآن کا حکم کبھی چھوٹا نہیں ہو سکتا پھر جہاد یعنی قتال فی سبیل اللہ تو قرآن پاک کا موضوع ہے اور قرآن پاک میں اس عنوان کی سینکڑوں آیات موجود ہیں یہ تو مرزا ملعون کا ناپاک وسوسہ ہے کہ یہ جہاد چھوٹا جہاد ہے ورنہ قرآن پاک کو پڑھ لیجئے ہوش خود بخود ٹھکانے آ جائیں گے کہ ہم جس چیز کو چھوٹا کہہ رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا کس قدر اونچا مقام ہے...... مرزا قادیانی ملعون نے جہاد کے خلاف بہت کچھ لکھا اور پھر اپنے ان ظالمانہ وسوسوں کو پوری امت مسلمہ میں پھیلانے کی کوشش کی...... چنانچہ وہ لکھتا ہے:

''میری عمر کا اکثر حصہ سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔''

(تریاق القلوب، ص ۲۷، ۲۸ مندرجہ روحانی خزائن ص ۱۵۵، ج ۱۵)

دیکھا آپ نے مرزا اپنے ان کارناموں کا اعتراف کر رہا ہے۔

(۱) جہاد کے خلاف کتابیں اور اشتہارات لکھے ہیں۔ (۲) انہیں دوسرے ملکوں میں پھیلایا ہے۔ (۳) جہاد کو ماننا احمقوں کا کام ہے۔ (۴) جہاد کے مسائل جوش دلاتے ہیں (معلوم ہوا کہ جہاد یعنی قتال فی سبیل اللہ کی مخالفت ہو رہی ہے)۔ (۵) یہ سارے کام سلطنت برطانیہ کو بچانے کے لئے کئے جا رہے ہیں۔

مرزا ملعون خود بھی اپنی بے برکت و ناپاک زندگی جی کر مر گیا، سلطنت برطانیہ بھی نہ بچ سکی بلکہ ایک بے نور ٹھنڈے علاقے تک محدود ہو گئی مگر مرزا کی ناپاک کوششوں سے ایک طبقہ اسلام کی مقدس شاہراہ سے گمراہ ہو کر مرتد ہو گیا جبکہ دوسری طرف مرزا قادیانی کے جہاد کے خلاف پھیلائے جانے والے پچاس الماریوں کے برابر وساوس مسلمانوں میں اس بری طرح پھیل گئے کہ وہ لوگ جنہیں کبھی آدھے منٹ کے لئے محاذِ جنگ کی سعادت نصیب نہیں ہوئی اپنے

گھروں میں بیٹھ کر دعویٰ کر رہے ہیں کہ وہ بڑا جہاد کر رہے ہیں ایسا جہاد جس میں اسلام دشمن کافروں کی نکسیر تک نہیں پھوٹتی...... جبکہ غزوہ احد میں آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم جس جہاد میں زخمی ہو کر گر پڑے تھے وہ نعوذ باللہ چھوٹا جہاد ہے۔ ہائے کاش! مسلمان سمجھیں اور اپنے دامن ایمان کو مرزائی چنگاریوں سے بچائیں قتال فی سبیل اللہ کو بے دھڑک چھوٹا جہاد کہنے والے حضرات سے میری صرف اتنی سی گذارش ہے کہ وہ قرآن پاک کی سینکڑوں آیات قتال کو ایک نظر دیکھ لیں پھر اگر ان کے دل گردے میں اس جہاد کو چھوٹا جہاد کہنے کی طاقت باقی رہے تو شوق سے کہتے پھریں۔ (ہم نے ہفت روزہ شمشیر میں آیات جہاد کی مکمل فہرست بحمد اللہ شائع کر دی ہے) مرزا قادیانی ملعون نے جہاد کے خلاف جو ظالمانہ وساوس پھیلائے ان وساوس کے اثرات پر اسے مکمل بھروسہ تھا اور اسے یقین تھا کہ جو جو لوگ اس کے زیر اثر آتے جائیں گے وہ جہاد کے منکر ہوتے جائیں گے چنانچہ وہ لکھتا ہے:

"میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے، ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔" (مجموعہ اشتہارات ص ۱۹، ج ۳)

مرزا کی اس عبارت سے چند باتیں بالکل واضح طور پر سمجھ آتی ہیں۔

(۱) قادیانی تحریک کا اساسی مقصد مسلمانوں کو جہاد سے برگشتہ اور بیگانہ کرنا ہے چنانچہ وہ فخر سے کہہ رہا ہے کہ میرے مرید جیسے جیسے بڑھتے جائیں گے جہاد کے انکار کی فضا عام ہوتی جائے گی۔ (۲) مرزا قادیانی اپنے مریدوں اور ماننے والوں کو جس بات کی سب سے زیادہ تلقین کرتا تھا وہ بات تھی "انکار جہاد" کیونکہ جس پیر کے ہاں جس بات پر زیادہ بیان ہوتا ہے مریدین پر اسی بات کا زیادہ رنگ چڑھتا

ہے۔ اہل حق مشائخ میں سے بعض موت کی یاد پر زور دیتے ہیں، بعض دنیا کی محبت کے خاتمے کو اساسی موضوع بناتے ہیں، بعض حسن پرستی کے خلاف توجہ مرکوز رکھتے ہیں۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ شیخ کے اساسی بیان کا مریدین پر خوب اثر ہوتا ہے۔ مرزا قادیانی ملعون بھی نبی اور پیر بنا بیٹھا تھا اس کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا کی زبان پر ہر وقت جہاد کی مخالفت جاری رہتی تھی اور اس کے بیانات کا مرکزی موضوع جہاد کی مخالفت ہوتا تھا اس لئے اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ مریدین کے بڑھنے سے ترک جہاد کے نظریے کو تقویت ملے گی۔ (۳) ہم نے مضمون کے شروع میں عرض کیا تھا کہ قادیانیت کا خلاصہ انکار جہاد ہے اور قادیانیت کی ہر تان اسی پر آکر ٹوٹتی ہے۔ مرزا کی یہ عبارت بھی اس دعوے کی تصدیق کرتی ہے کیونکہ وہ صاف لفظوں میں کہہ رہا ہے کہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی جہاد کا انکار کرنا ہے...... یعنی مرزا نے مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہی اس لئے تھا کہ لوگ جہاد کے منکر ہو جائیں، اس لئے کہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی کا انتظار کرتے ہی جہاد کے حوالے سے ہیں۔ اب مرزا مسلمانوں کو دین کی سربلندی سے مایوس کرنے اور جہاد سے ان کا ذہن ہٹانے کے لئے خود مسیح و مہدی بن بیٹھا...... سیدھے سادے مسلمان جب ایک نیم پاگل، بیمار، بے بس، بزدل، نہتے، شوگر و گیس سے بھرے شہوت و خباثت کے پتلے کو مہدی اور مسیح دیکھیں گے تو ان کے دل سے اسلام اور جہاد کی عظمت خود بخود دھل جائے گی اور ان کے خیالات میں سے لاکھوں فدائیوں کی کمان کرنے والے، مشرق و مغرب کے کفر کو عبرتناک شکست دینے والے، خود جنگوں میں کودنے والے...... آسمان سے فرشتوں کا سہارا لے کر دمشق میں اترنے والے...... اپنی آنکھوں کی چمک اور سانس کی حدت سے یہودیت کو ختم کرنے والے اور زمین پر اسلام کا اقتدار اعلیٰ

قائم کرنے والے مسیح اور مہدی کا خیال محو ہو جائے گا تب وہ انگریز کی غلامی کو دل و جان سے قبول کرلیں گے۔

ایک اہم نکتہ

یہاں ایک اہم بات ذہن میں آگئی اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا تابناک ماضی اور ان کا روشن مستقبل انہیں کسی کا دل سے غلام نہیں بننے دیتا وہ ماضی میں دیکھتے ہیں تو انہیں اپنے محبوب نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سر پر جنگی ٹوپی پہنے، جنگوں کا سالار اعظم بنے، فتوحات پر فتوحات کرتے نظر آتے ہیں اور جب وہ مستقبل کی طرف نظر دوڑاتے ہیں تو انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی کے فدائی دستے سرفروشی کے جوہر دکھاتے نظر آتے ہیں بس مایوس مسلمانوں کو ان کا ماضی دلاسہ دیتا ہے اور مستقبل ان کے دلوں سے مایوسی کو کھرچتا ہے۔مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کو ان کے ماضی سے کاٹنے کی کوشش کی ہے کہ وہ اب مدینہ کی طرف دیکھنے کی بجائے غلاموں کے وطن قادیان کی طرف دیکھیں اور پھر اس نے مسیح اور مہدی کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کو مستقبل سے مایوس کرنے کی سعی کی ہے کہ دیکھو جس مسیح اور مہدی کے انتظار میں تم ہر کسی سے ٹکر لے لیتے ہو وہ سر سے پاؤں تک بیماریوں میں گھرا ہوا، ایک افیونی بدکار ہے، اس لئے اب تم انگریزوں کی اطاعت دل و جان سے قبول کرلو...... چنانچہ اس ظالم نے ملکہ برطانیہ کی اطاعت کو اسلام کا حصہ قرار دے دیا وہ لکھتا ہے:

”سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو سو وہ

سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔“

(شہادت القرآن ص۸۴، روحانی خزائن ص۳۸۰، ج۶)

اس عبارت میں اور باتوں کے علاوہ ایک قابل غور بات یہ ہے کہ مرزا نے انگریزی سلطنت کی تعریف امن قائم کرنے کے حوالے سے کی ہے کچھ عرصہ قبل ایک اور ملحد و منکرِ جہاد ”وحید الدین خان“ کا ایک انٹرویو سننے کا اتفاق ہوا وہ بھی انڈیا حکومت کی تعریف امن کے حوالے سے کر رہا تھا اور کشمیری مجاہدین کو لتاڑ رہا تھا یہاں میں قارئین کو اس بات کی دعوت فکر دیتا ہوں کہ مرزا قادیانی ہو یا وحید الدین خان وہ جہاد کی مخالفت کسی دینی دلیل کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی جان کے لئے امن اور مفادات حاصل کرنے کے لئے کر رہے ہیں چنانچہ ان کی یہ عبارتیں اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ ان ظالموں کی نظر میں بس دنیا کے مفادات اور یہاں کی زندگی ہے ورنہ آپ پورا قرآن پڑھ لیجئے انبیاء علیہم السلام وقت کے ان بادشاہوں سے ٹکرائے جنہوں نے اپنے ملکوں میں آج کے حکمرانوں سے زیادہ ظاہری امن قائم کر رکھا تھا حضرات انبیاء علیہم السلام نے کفر اور اسلام کو معیار بنایا نہ کہ جان کی حفاظت اور دنیاوی مفادات کو بس اے مسلمانو! انبیاء علیہم السلام کے راستے پر ڈٹے رہو اور ان بزدل، نفس پرست اور دنیا کی عارضی زندگی چاہنے والے نام نہاد مفکرین کی بات نہ مانو یہ لوگ خود بھی بزدل ہیں اور مسلمانوں کو بھی کافروں کا غلام بنانا چاہتے ہیں ظاہری طور پر ان کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو بچا رہے ہیں حالانکہ مسلمان دنیا میں بچنے کے لئے نہیں آیا اور نہ کوئی کسی کو موت آنے پر بچا سکتا ہے۔انبیاء علیہم السلام اور ان کے ماننے والوں نے ہمیشہ ایمان کی خاطر جان کی قربانی دی اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ انہوں نے جان بچانے کے لئے ایمان کو چھوڑا ہو یا دین کو بدلا ہو...... ماضی کے ایمان والوں نے آگ کی خندقیں قبول کرلیں مگر کفر

کے سامنے گردن نہیں جھکائی بس ہماری کامیابی بھی دین اور جہاد میں ہے نہ کہ بزدلی اور بے ہمتی میں اصل بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی اپنے زمانے میں اور وحید الدین خان اپنے دور میں کفر کی قوت سے بری طرح مرعوب ہو چکے ہیں اور ان کے دل ودماغ میں یہ بات مزین کردی گئی ہے کہ اب کفر کی یلغار کو کوئی نہیں روک سکتا، مرزا کو سلطنت برطانیہ پر اور وحید الدین خان کو امریکہ اور انڈیا کی طاقت پر بھروسہ ہے چنانچہ وہ انہیں طاقتوں پر بھروسہ کر کے یہ دعوی کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے اب اگر گردن نہ جھکائی تو انہیں جڑ سے ختم کردیا جائے گا چنانچہ مرزا ملعون نے اپنے زمانے میں اس بات کا اعلانیہ دعوی کیا کہ اب مسلمان کبھی فتح یاب نہیں ہو سکتے۔ لیجئے اس کے یہ چند اشعار پڑھیے۔

ے اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دین کا امام ہے
دیں کے لئے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتوی فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

اس نظم میں چند اشعار کے بعد کہتا ہے:

ے یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائے گا

اک معجزہ کے طور سے یہ پیشگوئی ہے
کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

دیکھیں راز فاش ہو گیا کہ مرزا کو سلطنت انگریزی کی قوت پر مکمل بھروسہ تھا بس اسی بھروسے پر اس نے یہ پیشگوئی کردی آج کے جہاد مخالف دانشوروں کو بھی امریکہ، انڈیا، اسرائیل کی طاقت پر اس قدر بھروسہ ہے کہ وہ بھی اسلام، مسلمانوں اور مجاہدین کے خاتمے کی صبح شام پیشگوئیاں کرتے رہتے ہیں اور مسلمانوں کو کافروں کے سامنے سر جھکانے کا حکم دیتے رہتے ہیں۔ الحمد للہ مرزا قادیانی کی پیشگوئی غلط ثابت ہوئی اب انشاء اللہ زمانے کے پیٹ پرست دانشوروں کی باتیں بھی غلط ثابت ہوں گی اور جہاد کو کوئی نہیں مٹا سکے گا آج کل بعض لوگ مسلمانوں کی کمزوری کا رونا رو کر، ایمان میں ان کی عدم پختگی کا حوالہ دے کر انہیں جہاد سے روکتے ہیں یہ نظریات بھی مرزا قادیانی کے ہیں چنانچہ اسی نظم میں چند اشعار آگے چل کر وہ کہتا ہے۔

ے ظاہر ہیں خود نشاں کہ زماں وہ زماں نہیں
اب قوم میں ہماری وہ تاب وتواں نہیں
اب تم میں خود وہ قوت وطاقت نہیں رہی
وہ سلطنت ورعب وہ شوکت نہیں رہی

چند اشعار آگے لکھتا ہے:

ے دل میں تمہارے یار کی الفت نہیں رہی
حالت تمہاری جاذب نصرت نہیں رہی

(مرزا کی یہ پوری نظم تحفہ گولڑویہ ضمیمہ ص۴۲، روحانی خزائن ص۷۷، ج۱۷ پر ہے)

اس نظم کے مذکورہ بالا اشعار کو بار بار پڑھیں اور پھر اپنے اندر جھانک کر دیکھیں کہ کہیں خدانخواستہ مرزائی کینسر کا کچھ اثر ہمارے اندر تو نہیں آ گیا؟ یاد رکھئے مرزائی افکار حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی، بےادبی اور دشمنی پر مبنی ہیں اس لئے ہر عاشق رسول کا دل ان افکار سے پاک ہونا ضروری ہے یہاں یہ بات بھی یاد رکھیے کہ ہر شخص خواہ وہ کسی مقام پر کیوں نہ ہو جب وہ خود جہاد میں نہ نکلنا چاہتا ہو، اپنی جان اللہ تعالیٰ کے لئے قربان نہ کرنا چاہتا ہو اور وہ اپنی اس کمزوری اور غلطی پر رونے کی بجائے جہاد پر اعتراضات کرتا ہو تو آپ دیکھیں گے کہ اس کے منہ سے وہی وسوسے نشر ہوں گے جو مرزا قادیانی ملعون نے پھیلائے ہیں ہم میں طاقت نہیں، ہم نصرت کے قابل نہیں، اور بہت کچھ......

یہاں ایک دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی ملعون سے لے کر عصر حاضر کے نام نہاد دانشوروں تک جہاد کے تمام مخالفین مسلمانوں کو تو جہاد سے روکتے رہے جبکہ یہی لوگ کافروں کے لڑنے کی حمایت کرتے ہیں ان کی جنگوں کی تعریف کرتے ہیں اور خود ان کے ساتھ مل کر لڑنے کو جائز سمجھتے ہیں یعنی ان بدنصیب لوگوں کی قسمت میں بس اللہ کے راستے میں لڑنا نہیں ہے کیونکہ انہیں اس میں ہلاکت نظر آتی ہے لیکن جب انہیں لوگوں کو کافر اپنے ساتھ مل کر لڑنے کی دعوت دیتے ہیں تو یہ بھاگ بھاگ کر ان کے ساتھ جا ملتے ہیں مال، عہدے، حکومت بچانے کی لالچ میں۔

چنانچہ مرزا قادیانی ملعون لکھتا ہے:

”میں ایک ایسے خاندان سے ہوں جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے میرا والد مرزا غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریفن صاحب کی تاریخ رئیسان

پنجاب میں ہے اور ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے ان خدمات کی وجہ سے چٹھیات خوشنودی حکام ان کو ملی تھیں۔ مجھے افسوس ہے کہ بہت سی ان میں سے گم ہو گئیں مگر تین چٹھیات جو مدت سے چھپ چکی ہیں ان کی نقلیں حاشیہ میں درج کی گئی ہیں۔ پھر میرے والد صاحب کی وفات کے بعد میرا بڑا بھائی مرزا غلام قادر خدمات سرکاری میں مصروف رہا اور جب تموں کے گزر پر مفسدوں کا سرکار انگریزی کی فوج سے مقابلہ ہوا تو وہ سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی میں شریک تھا۔

(کتاب البریہ ص ۳،۴،۵، روحانی خزائن ص ۴، جلد ۱۳)

مجاہدین کو شدت پسند، دہشت گرد، رجعت زدہ کہنے والے اس عبارت میں موجود مناظر پر ایک نظر ڈالیں مسلمانوں کے لئے انگریزوں سے لڑنا حرام، دین دشمنی اور بے مصلحتی جبکہ انگریزوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑنا قابل فخر، کشمیری مجاہدین کا غاصب انڈین فوجوں سے لڑنا حرام، جبکہ وحید الدین خان کا نرسمہا راؤ سے ایوارڈ قبول کرنا قابل فخر...... طالبان کی حمایت حرام اور نا قابل معافی جرم مگر امریکیوں کو اڈے دینا اور ان کی مدد کرنا قابل فخر...... عراقی مسلمانوں کے حق میں آواز اٹھانا حرام جبکہ اپنی مسلمان فوجوں کو عراق میں امریکہ کے تعاون کے لئے بھیجنا قابل فخر...... آخر یہ سب کچھ کیا ہے؟ کیا ان باتوں کا اس کے علاوہ بھی کوئی نتیجہ نکلتا ہے کہ ایسا کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے اور نہ ان کے دل و دماغ میں اللہ تعالیٰ کی کوئی عزت، اہمیت اور وقعت ہے اور نہ ان کے خیال میں اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کا کوئی مقام ہے۔ یہ لوگ بس وقت کے زمینی تاجداروں کے پجاری ہیں اور اپنی اس عارضی سی زندگی کو بچانے اور سنوارنے کی

خاطر جہاد کا انکار کرتے ہیں۔ یہ لوگ اگر زمین پر عمومی امن کے قائل ہوتے تو پھر کسی کے لڑنے کو درست نہ سمجھتے، اور نہ کسی کے ساتھ مل کر لڑتے اور نہ کبھی لڑائی کا سامان رکھتے اور نہ کبھی لڑنے والوں کا لباس پہنتے حالانکہ ایسا نہیں ہے یہ صرف اسلام اور مسلمانوں کے حق میں لڑنا غلط سمجھتے ہیں جبکہ کفر کے ساتھ مل کر لڑنے کو فخر جانتے ہیں اور خود اپنے ان مسلمان بھائیوں کو مارنا چاہتے ہیں جو دین اور جہاد کی خالص بات کرتے ہیں۔ دیکھیے مرزا قادیانی ایک طرف تو اس قدر رواداری کا قائل ہے کہ مسلمانوں کو چیخ چیخ کر انگریزی حکومت کی اطاعت پر کھڑا کر رہا ہے، انگریزوں کے لئے ان کے اندر وسعت ظرفی پیدا کر رہا ہے جبکہ خود یہی مرزا قادیانی جہاد کا نام لینے والے مسلمانوں کو کیسی گندی گالیاں دے رہا ہے۔ یہاں اسے نہ رواداری کا خیال رہا اور نہ وسعت ظرفی کا۔ دیکھیے مرزا لکھتا ہے:

”بعض احمق اور نادان سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ سو یاد رہے کہ یہ سوال ان کا نہایت حماقت کا ہے کیونکہ جس کے احسانات کا شکر کرنا عین فرض اور واجب ہے اس سے جہاد کیسا؟ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔

(شہادت القرآن ص ۸۴، روحانی خزائن ص ۳۸۰، ج ۶)

دیکھی آپ نے خوفناک قسم کی دورنگی۔ انگریزوں کے لئے منہ میں گھی شکر اور انہیں برا کہنا خلاف تہذیب اور بداخلاقی اور مجاہدین کے لئے حرامی اور بدکار جیسے الفاظ...... یہی تہذیب آپ کو وحید الدین خان کے قلم میں ملے گی...... بالکل یہی دورنگی، ہندوؤں کے لئے سینہ فراخ اور اپنوں کو دو دو من کی گالیاں اور یہی انداز آپ کو ہمارے ملک کے جہاد مخالف طبقے میں ملے گا۔ وہ اسلام دشمن کافروں کو برا بھلا کہنا کفر سمجھتے ہیں جبکہ اپنے مسلمان مجاہد بھائیوں کو گالیاں دینا اور انہیں مارنا اپنے

ایمان کا حصہ قرار دیتے ہیں۔ ہاں! اللہ کے دشمن ایسے ہی ہوتے ہیں...... قرآن وسنت میں ان کی یہی علامات درج ہیں جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے محبوب بندے کافروں کے لئے سخت اور مسلمانوں کے لئے نرم ہوتے ہیں یہاں دورنگی کی بات چل نکلی تو ایک اور دورنگی بھی ملاحظہ فرمالیں۔ مرزا قادیانی، وحید الدین خان، منکرین حدیث اور جہاد کے مخالف طبقے جب جہاد کے خلاف لکھتے یا بولتے ہیں تو جہاد کے معنی ”قتال فی سبیل اللہ“ لیتے ہیں چنانچہ آپ نے مرزا قادیانی کے اب تک جتنے حوالے اس مضمون میں پڑھے ہیں ان میں مرزا لفظ جہاد سے قتال ہی مراد لے رہا ہے اور قتال ہی کو حرام قرار دے رہا ہے۔ آپ ان عبارتوں کو دوبارہ پڑھ لیجئے آپ کو درجنوں ثبوت اس بات کے مل جائیں گے کہ مرزا مسلمانوں کو لڑنے سے منع کر رہا ہے اور قتال کو حرام کہہ رہا ہے...... لیکن جب قرآن وسنت میں جہاد کے بے شمار فضائل سامنے آتے ہیں تو مرزا قادیانی سے لیکر ہر جہاد مخالف طبقہ ان فضائل کو اپنی ذات کے لئے ثابت کرنے پر تل جاتا ہے۔ تب وہ جہاد کے بیسیوں معنی نکال کر خود کو مجاہد اعظم ثابت کرتے ہیں۔ چنانچہ خود مرزا قادیانی ملعون و دجال لکھتا ہے:

”جنگ سے مراد تلوار و بندوق کا جنگ نہیں کیونکہ یہ تو سراسر نادانی اور خلاف ہدایت قرآن ہے جو دین کے پھیلانے کے لئے جنگ کیا جائے اس جگہ جنگ سے ہماری مراد زبانی مباحثات ہیں جو نرمی اور انصاف اور معقولیت کی پابندی کے ساتھ کئے جائیں ورنہ ہم ان تمام مذہبی جنگوں کے سخت مخالف ہیں جو جہاد کے طور پر تلوار سے کئے جاتے ہیں۔

(تریاق القلوب ص ۲، روحانی خزائن ص ۱۳۰، ج ۱۵)

مرزا کی یہ عبارت غور سے پڑھیں اور پھر اس خطرناک سازشی دورنگی کو دیکھیں کہ کس عیاری کے ساتھ جہاد کے معنی کو مشکوک کیا جا رہا ہے۔ نیز وہ حضرات جو جہاد کا

لفظ آتے ہی مشین چلا دیتے ہیں کہ یہ بھی جہاد ہے، وہ بھی جہاد ہے۔ اس عبارت پر غور فرمائیں کہ مرزا کہہ رہا ہے کہ اس جگہ جنگ سے ہماری مراد...... (یعنی جہاد کے معنی بدلنا اور انہیں خلط ملط کرنا) قادیانی مراد ہے چنانچہ جو لوگ قادیانی مراد پوری کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور جہاد کے ساتھ انصاف کریں۔ مرزا قادیانی ملعون نے انگریز کے زیر سایہ رہتے ہوئے جہاد کے خلاف جو کچھ بویا وہ مسلمانوں کے لئے ایک خطرناک ناسور بنا ہوا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ قادیانی افکار کی تردید کے وقت اس موضوع کو خاص اہمیت دی جائے کیونکہ یہی موضوع قادیانیت کا نچوڑ اور خلاصہ ہے اور جہاد کے بارے میں پھیلے ہوئے قادیانی وساوس مرزا ملعون کی ظاہری کامیابی ہیں اب اگر ہم اس فتنہ ملعونہ کو ناکام کرنا چاہتے ہیں تو ہم پر لازم ہے کہ جہاد کے بارے میں اپنا اور امت مسلمہ کا ذہن صاف کریں اور اپنے لٹریچر کو جہاد مخالف قادیانی وساوس سے صاف کرلیں۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ امریکہ نے قادیانیوں کو منظم کرنے کے لئے نئے بجٹ کا اعلان کر دیا ہے اور اب انگریزوں کے بعد امریکی اس ناپاک ٹولے کی سرپرستی کر رہے ہیں...... ہمیں اس بات سے کوئی پریشانی نہیں ہے کیونکہ قادیانیت ایک باطل ہے...... اور باطل نے ٹوٹنا اور ختم ہونا ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنی جماعت کو انگریز کی پناہ میں دیا تھا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

حالانکہ میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے میری اور میری جماعت کی پناہ اس سلطنت کو بنا دیا ہے یہ امن جو اس سلطنت کے زیر سایہ ہمیں حاصل ہے یہ امن مکہ معظمہ میں مل سکتا ہے نہ مدینہ میں اور نہ سلطان روم کے پایہ تخت قسطنطنیہ میں۔ پھر میں خود اپنے آرام کا دشمن ہوں اگر اس سلطنت کے بارے میں کوئی باغیانہ منصوبہ دل میں مخفی رکھوں اور جو لوگ مسلمانوں میں سے ایسے

بد خیال جہاد اور بغاوت دلوں میں مخفی رکھتے ہوں میں ان کو سخت نادان اور ظالم سمجھتا ہوں۔ (تریاق القلوب ص ۲۸، روحانی خزائن ص ۱۵۶ جلد ۱۵)

امید ہے کہ آپ سمجھ چکے ہوں گے کہ جہاد کی مخالفت کسی دینی دلیل کی بناء پر نہیں صرف اور صرف انگریز کی پناہ حاصل کرنے کے لئے تھی۔ بعینہ یہی حال وحید الدین خان اور دوسرے مخالفین جہاد کا ہے۔ یہ سب لوگ کچھ دینی عبارتوں کا سہارا ضرور لیتے ہیں، بعض آیات و احادیث کو توڑ مروڑ کر بیان کرتے ہیں مگر یقین کریں کہ یہ لوگ کسی دینی جذبے اور دلیل کے تحت جہاد کے مخالف نہیں ہوتے بلکہ جہاد کی مخالفت ان کی نوکری، ڈیوٹی اور ذمہ داری ہے جو ان کے کافر آقاؤں نے ان کے ذمے لگائی ہے۔ یہ لوگ اپنی حفاظت چاہتے ہیں اور دنیا کا ڈھیروں مال اور بس...... برطانیہ نے اس ٹولے کی سرپرستی کی مگر پھر بھی ابھی تک قادیانی دھکے کھاتے پھر رہے ہیں۔ انہوں نے ربوہ نام سے ایک شہر بسایا مگر الحمد للہ اس کا نام تبدیل ہوگیا ہے اور مرزائیوں کے لئے بھولے بھالے لوگوں کو گمراہ کرنے کا ایک دروازہ بند ہوگیا۔ انہوں نے برطانیہ میں پناہ پکڑی اور افریقہ کی غربت کو قادیانیت کے لئے پل بنایا مگر اہل حق ہر جگہ ان کا پیچھا کر رہے ہیں۔ قادیانیت کی عمر تھوڑی ہے اور اس باطل نے ٹوٹنا ہے مگر مسلمانوں کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اپنے دل و دماغ کو ناپاک قادیانی وساوس سے پاک رکھیں اور جہاد کے ساتھ غیر مشروط محبت اور وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے اس بات کا اعلان کر دیں کہ ہم مرزا قادیانی پر بھی لعنت بھیجتے ہیں اور اس کے باطل نظریات پر بھی۔

والسلام

محمد مسعود ازہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جہادی روحانی رشتے

امام المجاہدین، قطب الاقطاب حضرت سیّد احمد شہید رحمہ اللہ کے بارے میں شیخ الاسلام حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''ان معاملات میں سب سے اول اور افضل یہ ہے کہ آپ (سید احمد شہید رحمہ اللہ) نے جناب رسالت مآب صلوات اللہ وسلامہ علیہ کو خواب میں دیکھا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین کھجوریں اپنے دست مبارک سے آپ کو کھلائیں اس انداز سے کہ ایک ایک کھجور اپنے دست مبارک میں لے کر آپ کے دہن میں رکھتے تھے اس کے بعد جب آپ بیدار ہوئے تو اپنے اندر اس رویائے حقہ (سچے خواب) کا اثر ظاہر و باہر محسوس ہوا۔ اس واقعے سے آپ کو سلوک طریق نبوت کی ابتداء حاصل ہوگئی...... (مزید دو خواب ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں)...... حتیٰ کہ ایک شخص نے حضرت سید صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں بیعت کی استدعا کی، حضرت ان دنوں عام طور پر بیعت نہیں لیا کرتے تھے، اس بناء پر اس شخص کی التماس قبول نہ فرمائی اس نے نہایت درجہ الحاح کی، حضرت نے اسے فرمایا: کہ ایک دو روز توقف کرنا چاہئے بعد میں جو کچھ مناسب وقت ہوگا وہی عمل میں آئے گا۔ پھر (سید احمد شہید رحمہ اللہ) حضرت حق (اللہ تعالیٰ) کی جناب میں استفسار

واجازت کے لئے متوجہ ہوئے، اور عرض کیا کہ آپ کے بندوں میں سے ایک بندہ مجھ سے بیعت کی استدعا کرتا ہے آپ نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا ہے اور اس جہان میں کوئی کسی کا ہاتھ پکڑتا ہے تو ہمیشہ دستگیری کا پاس (لحاظ) کرتا ہے، آپ کے اوصاف کو مخلوقات کے اخلاق سے کچھ بھی نسبت نہیں، پس اس معاملہ میں کیا منظور ہے؟ بارگاہ حق (اللہ تعالیٰ کی جانب) سے حکم ہوا کہ جو لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت ہوں گے اگرچہ وہ لاکھوں کی تعداد میں ہوں ہم سب کی کفایت کریں گے۔''

(ص ۱۴، ۱۵، ۱۶)

حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کی ولادت صفر ۱۲۰۱ھ میں ہوئی...... آپ حضرت سید شاہ علم اللہ نقشبندی کی اولاد میں سے ہیں، آپ کا خاندان تکیہ رائے بریلی میں مقیم تھا، آپ حسنی وحسینی سید ہیں...... حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے خاندان کے ساتھ آپ کے خاندان کے گہرے روابط تھے...... جوانی کا زمانہ آیا تو آپ کے والد ماجد سید محمد عرفان رحمہ اللہ انتقال فرما گئے، حالات کے تقاضے سے آپ نے پہلے لکھنؤ اور پھر دہلی کا سفر کیا...... دہلی پہنچ کر آپ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت شاہ صاحب نے تعارف ہونے پر بہت گرمجوش استقبال فرمایا اور بطور بشارت ارشاد فرمایا کہ اللہ کا فضل اگر شامل حال رہا تو اپنے ددھیال اور ننھیال کی میراث تم کو مل جائے گی...... اس کے بعد آپ کو اپنے باکمال بھائی ترجمان القرآن حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ کے سپرد کر دیا...... حضرت سید صاحب نے باقاعدہ بیعت تو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ سے فرمائی مگر باطنی استفادہ دونوں بزرگوں سے کرتے رہے...... اور اس میں آپ نے اعلیٰ درجہ کا کمال حاصل فرمایا یہاں تک کہ خود حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ منشی نعیم کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس امت میں چالیس ابدال ہر وقت رہتے ہیں جن کے صدقے میں اہل زمین پر بارش برستی ہے اور انہیں رزق ملتا ہے اور انہی کے صدقے نصرت حاصل ہوتی ہے چہ عجب کہ سید احمد کو بھی ایسا ہی رتبہ مل گیا ہو اس لئے ان کے مقام کا انکار نہیں کرنا چاہئے'' ...... یہ تمام باتیں اس وقت کی ہیں جب ابھی سید احمد شہید رحمہ اللہ پچیس سال کے نوجوان تھے اسی عمر میں آپ نے نکاح بھی فرمایا اور ۱۲۲۲ھ میں دوبارہ رائے بریلی سے دہلی تشریف لے گئے۔ چھوٹی سی عمر میں اتنے بلند مقامات پر پہنچنے کے باوجود حضرت سید صاحب کا دل جہاد ہی کے لئے تڑپ رہا تھا چنانچہ ۱۲۲۷ھ میں حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی اجازت سے نواب امیر خان والی ریاست ٹونک کے لشکر میں شامل ہو گئے۔

منظورۃ السعداء میں ہے:

بنا بر الہامیکہ درباب اقامت جہاد شد رہگرائے لشکر ظفر اثر ...... امیر الدولہ نواب امیر خاں بہادر مرحوم شدند۔

''اقامت جہاد کے بارے میں آپ کو جو الہام ربانی ہوا اس کی بناء پر آپ نواب امیر کے لشکر کی طرف تشریف لے گئے''۔

آپ اس لشکر میں چھ سال سے زائد رہے سیّد صاحب کے تذکرے اور تاریخیں اس زمانہ قیام کی کرامات اور واقعات غریبہ سے پُر ہیں......

۱۲۳۲ھ میں جب نواب امیر خان کی انگریزوں سے صلح ہو گئی تو حضرت سید صاحب نے لشکر سے علیحدگی اختیار کر لی اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی خدمت میں لکھا کہ ''خاکسار قدم بوسی کو حاضر ہوتا ہے، یہاں لشکر کا کارخانہ درہم برہم ہو گیا۔ نواب صاحب انگریزوں سے مل گئے، اب یہاں رہنے کی کوئی صورت نہیں''۔

ایک ہفتہ بعد حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ دہلی تشریف لائے اور حسب معمول اکبر آبادی مسجد میں قیام فرمایا اور لوگوں کا رجوع ہوا۔ انہیں دنوں شیخ الاسلام حضرت مولانا عبدالحی رحمہ اللہ اور حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد اسماعیل رحمہ اللہ آپ کے حلقہ بیعت و ارادت میں داخل ہوئے۔ مرشد وقت حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی زندگی میں ان اماموں کا کسی کی بیعت میں داخل ہونا معمولی واقعہ نہ تھا اس کا بڑا چرچا ہوا، جوق در جوق علماء و فضلاء و صالحین بیعت ہونے لگے۔ شاہ صاحب کے خاندان کے اکثر افراد شاہ صاحب کی اجازت سے ...... مولانا محمد یوسف صاحب نبیرہ حضرت شاہ اہل اللہ صاحب، برادر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مع خاندان، مولوی وجیہ الدین صاحب رحمہ اللہ، حکیم مغیث الدین صاحب رحمہ اللہ، حافظ معین الدین صاحب رحمہ اللہ وغیرہ مع خاندان و اقربا آپ کے مرید ہوئے اور ایسی مقبولیت و شہرت ہوئی کہ یدخلون فی دین اللہ افواجا کا سماں بندھ گیا۔

اس کے بعد آپ نے ملک کے طول و عرض میں تبلیغی اسفار فرمائے آپ جہاں بھی تشریف لے گئے وہاں لوگوں کا رجوع اور ہجوم ہوا۔

ہر ہر جگہ سینکڑوں آدمی متقی، متورع، عابد، متبع سنت اور ربانی بن گئے، ہزاروں فاسق صالح اور اولیاء اللہ ہو گئے، بیسیوں آدمی قتل کے ارادہ سے آئے اور جاں نثار بن گئے اور گھر بار چھوڑ کر آپ کے ساتھ ہو گئے یہاں تک کہ میدان جنگ میں شہید ہو گئے۔ جس نے ایک مرتبہ زیارت کر لی وہ آپ کے رنگ میں رنگ گیا اور مرتے مرتے مر گیا مگر شریعت سے ایک قدم نہ ہٹا۔ اسی سفر کے دوران سہارنپور میں شیخ المشائخ حضرت حاجی عبدالرحیم صاحب ولایتی (شیخ الشیخ قطب عالم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی) نے ایک روحانی اشارہ کی بنا پر آپ کے دست

مبارک پر بیعت کی۔

حضرت حاجی عبدالرحیم صاحب شہید رحمہ اللہ اس بیعت کے بعد پوری زندگی حضرت سیّد صاحب کے ساتھ رہے اور ایک جنگ میں حضرت سید صاحب کا دفاع فرماتے ہوئے شہید ہوئے حضرت حاجی عبدالرحیم نے سیّد صاحب بیعت کے بعد اپنے تمام خلفاء اور مریدین کو بلوا کر حضرت سیّد صاحب سے بیعت کروایا انہیں خلفاء کرام میں حضرت میاں نور محمد صاحب جھنجھانوی رحمہ اللہ شامل ہیں، حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ نے حضرت میاں جی رحمہ اللہ کو بیعت فرمایا اور انہیں خلافت سے نوازا اور پھر جہاد کے خفیہ کاموں پر ان کی تشکیل فرمائی۔

سید الطائفہ حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ انہیں حضرت میاں نور محمد صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے یوں علماء دیوبند کی روحانی سند سیدھی حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ تک پہنچتی ہے، یقیناً اسی سند اور نسبت کا اُن پر اثر ہے۔ حضرات علماء دیوبند کے تین روحانی سلسلے زیادہ مشہور ہوئے تھانوی، مدنی اور رائے پوری...... ان تینوں کی روحانی نسبت حضرت سیّد احمد شہید رحمہ اللہ تک اس طرح پہنچتی ہے۔

۱۔ حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ خلیفہ تھے حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے اور حضرت حاجی رحمہ اللہ خلیفہ تھے حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمہ اللہ کے اور حضرت میاں جی رحمہ اللہ خلیفہ ہیں حضرت حاجی عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ کے اور حضرت حاجی صاحب خلیفہ ہیں حضرت سیّد احمد شہید کے...... اور خود حضرت میاں جی رحمہ اللہ براہ راست بھی حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کے خلیفہ ہیں۔

۲۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ خلیفہ ہیں حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ خلیفہ ہیں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی

رحمہ اللہ کے اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ خلیفہ ہیں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے اور حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ خلیفہ ہیں حضرت میاں جی رحمہ اللہ کے۔

۳۔ قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمہ اللہ خلیفہ ہیں حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری رحمہ اللہ کے اور حضرت رائے پوری رحمہ اللہ خلیفہ ہیں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے...... آگے کا سلسلہ نمبر۲ میں آچکا ہے (تبلیغی جماعت کے امیر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ بھی حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے اور آپ نے حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت علی الجہاد بھی فرمائی تھی، اس طرح ان کا روحانی سلسلہ بھی حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ تک پہنچتا ہے)

اسی طرح برکۃ العصر حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ خلیفہ تھے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کے اور وہ خلیفہ تھے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے یوں یہ روحانی سلسلہ بھی حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ تک پہنچتا ہے۔

حضرت سید صاحب رحمہ اللہ اپنے تبلیغی اسفار کے دوران بنارس اور پھر وہاں سے سلطان پور اور رسولی وغیرہ تشریف لے گئے دو ہفتہ قیام کر کے آپ تکیہ رائے بریلی تشریف لائے۔ تکیہ کا قیام عجیب ذوق وشوق، لذت وحلاوت اور جفاکشی کا تھا یوں تو عبادت وسلوک کے ساتھ جہاد کی تیاری آپ ہمیشہ کرتے رہتے تھے لیکن اس قیام میں اس طرف سب سے زیادہ توجہ تھی، پنجاب کے مسلمانوں کی مظلومی اور جہاد کی ضرورت کا احساس بڑھتا ہی جاتا تھا اور یہ کانٹا تھا جو آپ کو برابر بے چین رکھتا تھا آپ کو دن رات اسی کا خیال رہتا تھا زیادہ تر مشاغل بھی یہی رہتے، آپ اکثر اسلحہ لگاتے۔

جب فنون حرب وضرب کی مشق وتعلیم میں زیادہ انہماک ہوا اور زیادہ تر

وقت اسی میں صرف ہونے لگا، یہاں تک کہ سلوک کے کاموں میں کمی ہونے لگی تو رفقاء نے آپس میں گفتگو کرنی شروع کی اور مشورہ کیا کہ مولانا یوسف صاحب پھلتی رحمہ اللہ اس بارے میں سید صاحب سے گفتگو کریں اور جماعت کے ان خیالات کی اطلاع دیں۔ مولانا نے سید صاحب سے عرض کیا...... تو حضرت نے آپ کو جواب دیا: ''ان دنوں دوسرا کام اس سے زیادہ افضل ہم کو درپیش ہے اسی میں ہمارا دل مشغول ہے، یہ جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری ہے اس کے سامنے اس حال کی کوئی حقیقت نہیں وہ کام یعنی تحصیل علم سلوک اس کام کے تابع ہے اگر کوئی دن میں روزہ رکھے اور تمام رات عبادت وریاضت میں گزارے اور نوافل پڑھتے پڑھتے پیروں پر ورم آجائے اور دوسرا شخص جہاد کی نیت سے ایک گھڑی بھی بارود اڑائے تاکہ کفار کے مقابلہ میں بندوق لگاتے آنکھ نہ جھپکے تو وہ عابد اس مجاہد کے رتبہ کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا اور وہ کام (سلوک وتصوف) اس وقت کا ہے جب اس کام (تیاری جہاد) سے فارغ البال ہو اور اب جو پندرہ سولہ روز سے دوسرے انوار کی ترقی نماز یا مراقبہ میں معلوم ہوتی ہے وہ اسی کاروبار کے طفیل سے ہے کوئی بھائی جہاد کی نیت سے تیراندازی کرتا ہے، کوئی بندوق لگاتا ہے، کوئی پھری گدکا کھیلتا ہے، کوئی ڈنڈ پیلتا ہے اگر ہم اس کام (سلوک) کی اس وقت تعلیم کریں تو ہمارے یہ بھائی اس کام (جہاد کی تیاری) سے جاتے رہیں۔ یوسف جی! تم خود اپنا حال دیکھو کہ گردن ڈالے ہوئے ایک عالم سکوت میں رہتے ہو اسی طرح اور لوگ بھی کوئی کمبل اوڑھے مسجد کے کونہ میں بیٹھا ہے، کوئی چادر لپیٹے حجرہ میں بیٹھا ہے، کوئی جنگل جا کر مراقبہ کرتا ہے، کوئی ندی کنارے گڑھا کھود کر بیٹھا رہتا ہے ان صاحبوں سے تو جہاد کا کام ہونا مشکل ہے تم ہمارے بھائیوں کو سمجھاؤ کہ اب اسی کام میں دل لگائیں یہی بہتر ہے اور حاجی عبدالرحیم صاحب (شیخ الشیخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ) سے بھی مشورہ

کرکے جواب دو۔

حاجی عبدالرحیم صاحب نے جب یہ سنا تو پہلے اپنا حال بیان کیا کہ جب مجھ کو حضرت سے بیعت نہ تھی اور اپنے مشائخ کے طور وطریق پر تھا، چلہ کشی کرتا تھا، جو کی روٹی کھاتا تھا، موٹے کپڑے پہنتا تھا صدہا میرے مرید تھے اور جو درویشی کا طالب میرے پاس آتا اس کو تعلیم کرتا تھا اور کسی سے کچھ غرض نہیں رکھتا تھا جو کوئی مطلب کے لئے دو چار کوس یا ایک دو منزل لے جانے کی درخواست کرتا للہ فی اللہ چلا جاتا تھا، میری نسبت کا یہ طور تھا کہ اگر آدھ کوس بھر سے کسی پر توجہ کی نظر ڈالتا تو اسی جگہ اس کو حال آجاتا اور بعض بعض باتیں مجھ میں ان سے بڑھ کر تھیں اور میں اس حال میں بہت خوش تھا اور میرے مریدوں میں بھی بعضے بعضے صاحب تاثیر تھے باوجود ان سب باتوں کے جب اللہ تعالیٰ نے ان سید صاحب کو سہارنپور پہنچایا اور مجھ سے ملایا اور مجھ کو توفیق دی کہ میں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور آپ کا طریقہ دیکھا اس وقت اپنے نزدیک مجھ کو یہ خیال ہوا کہ اگر میں اس حالت میں مر جاتا تو میری موت بری ہوتی پھر میں نے اپنے سب مریدوں سے کہا کہ اگر تم اپنی عاقبت بخیر چاہتے ہو تو ان سیّد صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر و یا اس عقیدے سے میرے ہی ہاتھ پر بیعت کرو اور جو نہ کرے گا وہ جانے۔ میں نے آگاہ کر دیا ہے اس کا مواخذہ قیامت کے روز مجھ سے نہیں، پھر سب نے دوبارہ بیعت کی، سو میں نے تمام اس عیش وآرام اور ناموس ونام کو ترک کرکے سیّد احمد کے یہاں کی محنت ومشقت اور تنگی وکلفت اختیار کی اینٹیں بھی بناتا ہوں، دیواریں بھی اٹھاتا ہوں، گھاس بھی چھیلتا ہوں، لکڑی بھی چیرتا ہوں اور ہر طرح کے کام کرتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کاروبار کی بدولت جو نعمت دی اور خیر وبرکت عطاء کی اس کے دسویں حصے کے برابر اول معاملات کی تمام خیر وبرکت نہیں پاتا ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس راحت کو چھوڑ کر یہ محنت کیوں اختیار کی۔ سو میری صلاح اس بارے میں یہی

ہے کہ تم اپنا سارا کاروبار حضرت پر چھوڑ دو وہ جو کچھ بہتر جان کر تم کو فرمادیں اسی کو مانو اور اپنی بہتری اسی میں سمجھو اور اپنی رائے ناقص کو اس میں دخل نہ دو"۔

حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ چونکہ فن سلوک اور قوت نسبت میں مسلم تھے اور مشہور شیخ اور عارف تھے اس لئے ان کی تقریر سن کر سب لوگ خاموش ہو گئے اور مقدمات جہاد میں دل و جان سے مشغول ہو گئے۔ دن رات یہی مشغلہ تھا بھر ماری، تیر اندازی کرتے، چو رنگ لگاتے اور فنون سپہ گری کی پوری مشق کرتے......

مولانا عبدالاحد صاحب لکھتے ہیں: "حضرت سید صاحب قدس سرہ کے ہاتھ پر چالیس ہزار سے زیادہ ہندو وغیرہ کفار مسلمان ہوئے اور تیس لاکھ مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور جو سلسلہ بیعت آپ کے خلفاء اور خلفاء کے خلفاء کے ذریعے تمام روئے زمین پر جاری ہے اس سلسلہ میں تو کروڑوں آدمی آپ کی بیعت میں داخل ہیں"۔

حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ کو تصوف کے چار معروف سلاسل میں نسبت و خلافت حاصل تھی آپ نے اپنے رسالۂ اشغال میں ان تمام سلاسل کے شجروں کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ کی آخری تمام زندگی جہاد میں گزری اور آپ کے بڑے خلفاء بھی آپ کے ساتھ رہے چنانچہ حضرت حاجی عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں "منظورۃ" میں ہے کہ جس وقت سیّد صاحب رحمہ اللہ کی جماعت پر درانی سواروں اور پیادوں کا حملہ ہوا چونکہ ان کا ہجوم بہت تھا اور سیّد صاحب کے ساتھ پیادے تھوڑے تھے حاجی عبدالرحیم خان مرحوم جو ایک مرد درویش اور سید صاحب کے محبّ وطن جاں نثار تھے فرط محبت سے تاب نہ لاسکے اور سواروں کو للکار کر کہا کہ عزیزو! درانیوں کے اس انبوہ عظیم نے امیر المومنین (حضرت

سیّد احمد شہید رحمہ اللہ) کی جماعت قلیل پر حملہ کیا ہے اگر آپ ہی نہ رہے تو زندگی کا کیا مزہ؟ آؤ بائیں جانب سے حملہ کریں۔ یہ سوار چونکہ تعداد میں تھوڑے تھے اور درانی تین ہزار سے کم نہ تھے مقابلہ کی تاب نہ لاسکے۔ ان حالات میں حاجی عبدالرحیم، سید ابو محمد، شیخ عبدالحکیم وغیرہ نے شہادت پائی (ص ۷۰)۔

مایار کی جنگ سے فارغ ہو کر حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ نے پشاور کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ آپ نے موضع تورو سے موضع مردان کی طرف مع لشکر کوچ کیا آپ گھوڑے پر سوار پیادوں کی جماعت میں تھے سواروں کا لشکر آگے پیچھے تھا دو نشان (جھنڈے) پیادوں میں تھے ایک سواروں میں شتری نقارہ بجتا تھا اور مولوی رحمن علی صاحب مولوی خرم علی کا لکھا ہوا رسالہ "نظم جہادیہ" بآواز بلند خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے جاتے تھے، (یہ ایک طویل جہادی قصیدہ ہے یہاں صرف ابتداء کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں)

بعد تحمید خدا، نعت رسول اکرم
یہ رسالہ ہے جہادیہ کہ لکھتا ہے قلم
واسطے دین کے لڑنا بے طمع بلاد
اہل اسلام اسے شرع میں کہتے ہیں جہاد
ہے جو قرآن و احادیث میں خوبی جہاد
ہم بیاں کرتے ہیں تھوڑا سا اسے کرلو یاد
فرض ہے تم پہ مسلمانو، جہاد کفار
اس کا سامان کرو جلد اگر ہو دیندار
جس کے پیروں پہ پڑی گرد صف جنگ جہاد
وہ جہنم سے بچا نار سے ہے وہ آزاد

یہ بہت عجیب نظم ہے جہاد کے بہت سارے احکامات اور جہاد پر وارد ہونے والے بہت سارے اعتراضات کے جوابات اس میں آ گئے ہیں یہ نظم کتاب کے صفحہ نمبر ۷۷، ۷۸، ۷۹ پر ہے۔حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کو یہ سعادت بھی حاصل ہوئی کہ آپ نے زمین کے ایک حصہ پر اسلامی امارت وخلافت قائم فرمائی اسی نسبت سے آپ کے رفقاء آپ کو امیر المومنین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ اور ان کی جماعت مجاہدین نے بالاکوٹ کے مقام پر ۲۴ ذوالقعدہ ۱۲۴۶ھ میں رنجیت سنگھ کی فوج سے لڑتے ہوئے میدان جہاد میں جام شہادت نوش فرمایا۔شہادت کے روز حضرت سیّد صاحب اور مجاہدین کے چہرے دمک رہے تھے اور ایک عجیب کیفیت ان پر طاری تھی۔راوی کہتا ہے:

حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ اس وقت مَلکی صفات میں تھے آپ کا چہرہ ایسا دمک رہا تھا کہ کسی کی نظر اس پر نہیں ٹھہرتی تھی۔

چند روز قبل ہماری جماعت کا ایک وفد پنجاب بھر میں علماء کرام کی ملاقات وزیارت کے لئے بھیجا گیا، وفد کی قیادت اسیر افغانستان حضرت قاری عمر فاروق صاحب عباسی ثم رحیمی زید مجدہ فرما رہے تھے مولانا قاری محمد صادق صاحب اور مولانا محمد نذیر صاحب بھی وفد میں شامل تھے الحمدللہ وفد کا یہ دورہ مفید رہا اس دورے کے دوران لاہور میں وفد کی ملاقات بقیۃ السلف برکۃ البلاد حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے ہوئی۔حضرت نے کمال شفقت کے ساتھ ملاقات فرمائی اور بندہ ناچیز کے لئے اپنے معطر سلام کے ساتھ ایک کتاب کا تحفہ بھی روانہ فرمایا۔حضرت کا یہ محبت بھرا تحفہ اس وقت میرے سامنے ہے جلد کے بعد خالی صفحے پر حضرت نے بندہ کے نام ہدیے کی تصریح اپنے دستخط کے ساتھ فرمائی ہے آپ نے اوپر کی سطروں میں جو باتیں پڑھی ہیں وہ اسی کتاب سے چھانٹی گئی ہیں کتاب کا نام

’’سید احمد شہید سے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے روحانی رشتے‘‘ ہے۔حضرت اقدس سید نفیس الحسینی صاحب زید مجدہم نے خود اس کتاب کو تالیف فرمایا ہے ۲۴۰ صفحات پر مشتمل اس بابرکت کتاب کو سید احمد شہید اکادیمی نفیس منزل ۲/۱۷۷ کریم پارک لاہور نے شائع کیا ہے۔کتاب کا آغاز خود حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کے رسالہ اشغال کے ترجمے سے ہوتا ہے ترجمہ حضرت سید نفیس شاہ صاحب نے کیا ہے...... یہ پوری کتاب درج ذیل سات رسائل پر مشتمل ہے:

۱۔حالات حضرت حاجی عبدالرحیم ولایتی شہید رحمہ اللہ۔

۲۔حالات حضرت سید نصیر الدین غازی دہلوی رحمہ اللہ۔

۳۔حالات حضرت سید نصیر الدین غازی دہلوی۔

۴۔حالات حضرت میانجیو نور محمد جھنجھانوی رحمہ اللہ۔

۵۔حالات حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ۔

۶۔حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ سے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے روحانی رشتے۔

۷۔ضمیمہ...... جو درج ذیل مضامین پر مشتمل ہے۔

☆ خطبات شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ ☆ رسالہ اشغال خطی نسخہ ☆ مکاتیب سید احمد شہید رحمہ اللہ ☆ اقتباس منظورۃ السعداء ☆ مایار کی جنگ ☆ نظم شہیدان بالاکوٹ ☆ کتبہ شہدائے مایار ☆ شجرات ضیاء القلوب۔

کتاب کا ٹائٹل بہت خوبصورت، دیدہ زیب اور قیمتی ہے جبکہ کتاب تو اپنی مثال آپ ہے اس کتاب میں مجاہدین وسالکین کے لئے کئی اہم خزانے مکنون ہیں...... کتاب پر قیمت درج نہیں ہے......

قارئین سے درخواست ہے کہ کتاب حاصل کرنے اور پھر اس سے کما حقہ

فیض یاب ہونے کی کوشش فرمائیں، انشاء اللہ جہاد کے بارے میں دل مطمئن ہو جائے گا ہم نے مضمون کے شروع میں کتاب سے کئی اقتباسات من وعن اور بعض کے مفاہیم پیش کر دیئے ہیں..... آج پھر جہاد کی حمایت اور اس کی مخالفت دونوں زوروں پر ہیں ماضی قریب کی تاریخ کا ایک صفحہ کھول کر ہم نے ہر طبقے کو دعوت فکر دے دی ہے۔

والسلام

محمد مسعود ازہر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نصیب اپنا اپنا

ان کا نام ھندہ تھا..... جی ہاں! ھندہ بنت حرام ان کے خاوند بہت معزز اور صاحب حیثیت شخص تھے، زمانہ جاہلیت میں بتوں کے خادم اور دربان تھے، مسلمان ہوئے تو سخاوت اور بڑھ گئی۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جب کوئی نکاح ہوتا تو یہ ولیمہ کی دعوت کا انتظام فرماتے تھے.....ان کا نام عمرو بن جموع رضی اللہ عنہ ہے.....کسی عذر کی وجہ سے لنگڑا کر چلتے تھے.....ھندہ کے چار بیٹے تھے چاروں شیر کی طرح بہادر اور جنگجو جبکہ ھندہ کے بھائی کا نام عبداللہ تھا ...... باکرامت باسعادت.....قابل رشک بزرگ.....

غزوۂ احد میں ھندہ کے چاروں بیٹے شریک ہوئے، خاوند نے جہاد کا ماحول دیکھا تو خود کو نہ روک سکے اپنی لنگڑی ٹانگ سنبھالتے ہوئے تیار ہو بیٹھے...... گھر والوں نے روکا تو کبیدہ خاطر ہوئے اور پھر اپنے سچے جذبے کے تحت بارگاہ نبوت سے اجازت لینے میں کامیاب ہو گئے۔

جاتے وقت انہوں نے دعا فرمائی..... یا اللہ! شہادت عطا فرمانا اور گھر واپس نہ لوٹانا......

رب تعالیٰ نے دونوں دعائیں قبول فرمائیں ......شہید ہوئے اور مقام

احد پر دفن ہوئے۔ھندہ کو سعادت ملی وہ شہید کی بیوہ بن گئیں ...... شہید بھی ایسے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں داخل ہونے کی بشارت دے دی ...... بالکل سچی بالکل پکی بشارت ...... ایک مسلمان کو ...... دنیا کے ایک مسافر کو اور کیا چاہئے ...... ادھر ایمان والی بہنا کا بھائی عبداللہ بھی شہید ہو گیا ...... ھندہ کے ماتھے پر سعادت کا ایک اور جھومر کہ شہید کی بہنا بن گئیں شہید بھی ایسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ھندہ! جب سے تمہارا بھائی قتل ہوا ہے اس وقت سے اب تک فرشتے اس پر سایہ کئے ہوئے ہیں اور یہ دیکھ رہے ہیں کہ وہ کہاں دفن کیا جاتا ہے ...... ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے جابر رضی اللہ عنہ کو بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ سب سے پردے کے پیچھے سے بات فرماتا ہے مگر تمہارے والد سے اس نے بغیر پردے کے کلام فرمایا ہے ...... اُدھر شیر دل جوان ''خلاد'' بھی شہید ہو گیا ...... ھندہ کا بیٹا خلاد ...... یوں ھندہ کو ایک اور خوش نصیبی ہاتھ آئی ...... وہ شہید کی اماں بھی بن گئیں ......

ھندہ ...... رضی اللہ عنہا ...... اپنے خاوند، بیٹے اور بھائی کے کٹے ہوئے جسم دیکھ چکی تھیں وہ مدینہ منورہ کی طرف آ رہی تھیں راستے میں ان سے لشکر کا حال اور جنگ کی خبر پوچھی گئی ...... تب ان کی زبان پر نہ کوئی شکوہ تھا نہ شکایت اور نہ اپنے دکھوں اور قربانیوں کا چرچہ ...... وہ فرمانے لگیں ...... حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں آپ کی خیریت معلوم ہونے کے بعد ہر مصیبت ہیچ ہے۔

یہ غزوۂ احد کا واقعہ ہے جس نے ھندہ ...... رضی اللہ عنہا ...... کو اسلامی تاریخ کی ایک قابل رشک قابل تقلید خاتون بنا دیا انہوں نے وہ چیزیں کھوئیں جو ہر کسی نے کھوئی ہیں مگر اس کے بدلے وہ کچھ پالیا جسے پانا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے، ان کی جھولی سعادتوں سے بھر گئی اور ان کا مقام فرشتوں سے بالاتر ہو گیا۔

دوسری طرف یہی غزوۂ احد تھا جس میں اسلام کا دعویٰ کرنے والے کئی افراد کھوٹے نکلے انہوں نے قدم قدم پر خود کو رسوا کیا اور ہر قدم پر ٹھوکر کھائی، وہ اپنی بدنصیبی، بزدلی اور بدبختی کی وجہ سے سعادتوں سے محروم رہے ...... البتہ انہوں نے اپنی جھولی اپنی ناپاک زبانوں کی جمع کردہ نحوست اور غلاظت سے بھر لی ...... نصیب اپنا اپنا۔

لیجئے ایک عبرتناک واقعہ ملاحظہ فرمایئے۔

غزوۂ احد کی طرف روانگی کے وقت حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریبی راستے سے دشمن کی طرف لے جا رہے تھے اس راستے میں بنوحارثہ کے محلے اور ان کی زمینیں تھیں اس راستے پر چلتے ہوئے اسلامی لشکر ایک شخص ''مربع حارثی'' کے باغ میں داخل ہوا اس شخص نے مسلمان ہونے کا اعلان کر رکھا تھا ...... مگر دل سے مسلمان نہیں ہوا تھا۔ دل اور آنکھوں دونوں سے اندھا اس شخص کو جب اندازہ ہوا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مجاہد صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے باغ میں داخل ہو گئے ہیں تو اس نے مٹی اٹھا اٹھا کر مسلمانوں کے منہ کی طرف پھینکنی شروع کر دی اور چلا کر کہنے لگا کہ اگر تم اللہ کے رسول ہو تو میں تمہیں اپنے باغ میں گھسنے کی اجازت نہیں دے سکتا ...... پھر اس نے اپنے ہاتھ میں مٹی بھرا ہوا ایک پیالہ اٹھایا اور (نعوذباللہ، نعوذباللہ، نعوذباللہ) حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہنے لگا:

اگر مجھے یہ معلوم ہو اے محمد! کہ یہ مٹی تمہارے منہ پر لگے گی تو اس مٹی کو تمہارے منہ پر مارتا ...... حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جانباز صحابی حضرت سعد بن زید رضی اللہ عنہ یہ ناپاک جملہ برداشت نہ کر سکے، وہ اس اندھے منافق پر جھپٹے اور اس کے سر کو پھاڑ دیا۔ دوسرے مسلمان بھی غضبناک ہو رہے تھے انہوں نے اس شخص کو قتل کرنا چاہا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے قتل نہ کرو یہ اندھا دل کا بھی اندھا ہے اور آنکھ کا بھی اندھا ہے۔'' بنی حارثہ کے کچھ لوگ جو نام کے

مسلمان تھے اس اندھے کی حمایت میں کھڑے ہو گئے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف بڑھنا چاہا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارے سے منع فرمایا...... ھندہ رضی اللہ عنہا...... ایک عورت تھی انہوں نے مسلمان ہونے کا دعویٰ کیا تھا جبکہ مربع حارثی ایک مالدار مرد تھا اور اس نے بھی اسلام کا دعویٰ کر رکھا تھا...... جہاد کا وقت آیا تو دونوں کے اندر چھپے جذبات کا پتہ چل گیا ایک وہ ہے جس کا سب کچھ لٹ چکا مگر وہ خوش ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں اور دوسرا وہ ہے جو اس موقع پر اپنے دل کے بغض، غصے اور نفاق کو نہ چھپا سکا اور اُسے جہاد کے ساتھ اتنی وابستگی بھی گوارہ نہ ہوئی کہ اسلامی لشکر اس کے باغ سے گزر جائے حالانکہ اس میں اس کا ذرہ برابر نقصان نہیں تھا مگر منافق کسی بھی طرح جہاد میں اپنا حصہ شامل کرنا گوارہ نہیں کرتا...... پھر اس پر بس نہیں اس نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی واقدس میں کس قدر ظالمانہ گستاخی بھی کی۔

یہ دو واقعات محض واقعات نہیں بلکہ ہر زمانے میں عموماً اور زمانہ جہاد میں خصوصاً یہ دو واقعات دو الگ الگ طبقوں کی نمائندگی کرتے ہوئے بار بار پیش آتے ہیں...... جب بھی جہاد کا اعلان ہوتا ہے کچھ خوش نصیب لوگ حضرت سیدہ طاہرہ مطہرہ...... ھندہ...... رضی اللہ عنہا کا کردار ادا کرتے ہیں یہ سعادت والے لوگ قربانیاں دے کر اپنی جھولیاں سعادتوں سے بھر لیتے ہیں جبکہ دوسری طرف کچھ اندھے لوگ جہاد کے ساتھ ادنیٰ درجے کا تعلق بھی برداشت نہیں کرتے...... بلکہ جہاد اور مجاہدین پر مٹی پھینکنے لگتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں......

رمضان المبارک کے مہینے میں جہاد کے خدمتگار لوگوں کے
سامنے جھولیاں پھیلانے نکل کھڑے ہوتے ہیں ان لوگوں کو
کسی کے مال سے کچھ غرض نہیں ہوتی...... وہ صرف اسلام

اور جہاد کی خدمت کے لئے مسلمانوں کو ان کا ایک بھولا ہوا
فرض یاد دلاتے ہیں...... اور مسلمانوں کی توجہ ان مسائل کی
طرف مبذول کراتے ہیں جن مسائل سے غفلت ایک دینی
وملّی جرم ہے...... جہاد کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ نماز، روزے
کی طرح اسلام کا ایک قطعی فریضہ ہے...... یہ سبق مسلمانوں
کو یاد دلاتے ہیں اور انہیں ترغیب دیتے ہیں کہ وہ اس حق
جماعت کے ساتھ منسلک رہیں جس کی حقانیت حضور پاک
صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمائی ہے...... جی ہاں! اللہ
تعالیٰ کے راستے میں لڑنے والے، اسلام کی خاطر لڑنے
والے، کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنے والے...... اپنی
جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے...... اپنی دنیا کو آخرت
کے بدلے بیچنے والے...... ذلت کی زندگی پر شہادت کو ترجیح
دینے والے...... حق پر ڈٹ جانے والے...... باطل کے
سامنے نہ جھکنے والے...... یہی لوگ سچے ہیں...... یہی لوگ
حق پر ہیں...... یہ تھوڑے ہوں یا زیادہ دین ان کے ساتھ
رہے گا اور یہ دین کے ساتھ ہوں گے......

آج کا مسلمان یہ سبق بھول رہا تھا...... مجاہدین نے اسے دوبارہ زندہ کیا اب ہمارے معاشرے میں بھی الحمدللہ...... ھندہ رضی اللہ عنہا کا کردار...... نظر آتا ہے دور دراز کے غربت زدہ دیہاتوں کے کسی کسی کچے مکان میں ھندہ کی کوئی بیٹی ضرور نظر آجاتی ہے باحیا...... باغیرت اور باسعادت بیٹی...... کسی شہید کی اماں...... کسی شہید کی بیوہ اور کسی شہید کی بہنا...... جی ہاں! الحمدللہ یہ کردار ابھی تک زندہ ہے اور ان شاء اللہ زندہ

رہے گا اور یہی کردار کامیابی کی علامت بھی ہوگا اور ضمانت بھی..... مگر ہوشیار خبردار مربع عارفی کا کردار بھی زندہ ہے..... حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ ایمان اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ جہاد کو نہ ماننے والے جب پیدا ہو گئے تو اس زمانے میں نہ ویسی دعوتِ ایمان ہے اور نہ ویسی دعوتِ جہاد تو پھر مربع عارفی جیسے بغض اندھے کیوں نہیں پیدا ہوں گے..... حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر عہدے اور مال کی محبت کا الزام لگانے والے..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر (نعوذ باللہ) مالی خیانت کی تہمت لگانے والے بدبخت جب موجود تھے تو اس زمانے میں مجاہدین کو ظالمانہ طور پر آڑے ہاتھ لینے والوں کی کہاں کمی ہوگی؟ غزوہ احد کے موقع پر ایک ہزار میں سے تین سو نے منافقت کر دی تھی تو اس زمانے میں اس طبقے کا تناسب کیا ہوگا؟ اس بات کا اندازہ باآسانی لگایا جا سکتا ہے..... اے جہاد کے حق کام کے علمبردارو! اپنے مزاج مضبوط بنالو صرف نصرت اور حمایت کے عادی نہ ہو بلکہ مخالفت اور دشمنی سہنا بھی سیکھو..... مرحبا مرحبا کی صدائیں اگر تمہارا استقبال کریں تو خود کو لوگوں کے الزامات اور تہمتوں کے لئے بھی تیار رکھنا..... اگر تمہیں ھندہ رضی اللہ عنہا جیسی مائیں دعائیں دیتی نظر آئیں اور وہ اپنے جوان بیٹے تمہارے ساتھ بھیج رہی ہوں تو یاد رکھنا کہ کہیں مربع عارفی جیسا کوئی منافق بھی مٹی کا بھرا پیالہ لئے تمہارا انتظار کر رہا ہوگا اگر جہاد کو جاری رکھنا ہے تو تمہیں ذاتی عزت، نام، عہدے اور مفاد سے بالاتر ہو کر..... اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقصود بنانا ہوگا اور اپنی پوری توجہ کام کی طرف رکھنا ہوگی..... کام اور صرف کام..... خوب تھک کر خوب سہہ کر اور خوب جم کر.......

والسلام

محمد مسعود ازہر